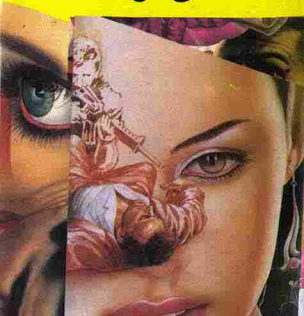


ابن صفی

طوفان کی آواز



www.iqbalkalmati.blogspot.com

طوفان کی آواز

ابن صفی

سوانگ پلٹ پر لڑی میری تھی۔ رند ہی ہوتی تھی کوئی
 نئی بات نہیں تھی۔ اگر وہاں ہوٹل میں غوطہ خور لڑکیاں ملازمہ تو تھیں تو شاید
 ہی کوئی ادھر کا رُوح بھی نہ تھی۔ مگر صفد عمران کے متعلق یہ نہیں مزاح سکھاتا
 کہ اس نے اسی لیے اس ہوٹل میں قیام کیا ہو گا۔ وہ جانتا تھا، عمران کو
 لڑکیوں سے کبھی اتنی دلچسپی نہیں رہی کہ وہ انہیں غسل کے لباس میں دیکھنے
 کے شوق میں غور بھی لگوانے لگا کر پل کے کنارے آ بیٹھے گا۔ لنگوٹی کا مایطہ
 بھی چھپ تھا۔ جن روز وہ یہاں آئے تھے اسی دن عمران نے بازار
 سے سرخ رنگ کی ایک لنگوٹی خریدی تھی۔ صفد نے اس پر حیرت ظاہر
 کی تھی اور عمران نے کہا تھا کہ وہ کوٹ پہنی کر نہیں پہنا سکے گا۔ صفد نے
 مشورہ دیا تھا کہ وہ ٹوننگ ڈریس خریدے خواہ خواہ ناشابینے سے کیا
 فائدہ ہے اس پر عمران نے غصیلے پیچے میں کہا تھا کہ وہ اسی طرح پہلے گا۔
 جیسے اس کے باپ دادا پہلے آئے ہیں۔

ایک نکل ناول

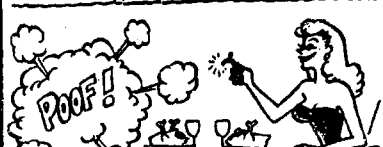
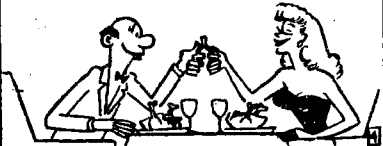
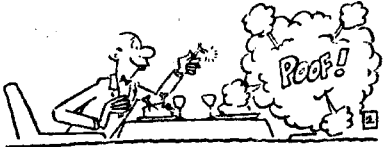
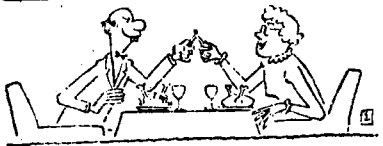
گیند کی تباہ کاری

ایک صفحہ

پچھلے زندگی تک چاقو ہے اور ہے سست پر چراتے ہیں..... تو ماہل میں گھٹن کا احساس
 شدید آ رہا جاتا ہے۔ ایسے ہی نکل نکل سے اور پوجھل گھٹن کے لیے آکسیر عمران کا ایک تھوہہ باز کارنامہ



THE LAST WISH!



• جلاؤں سے صرف ایک طرف ہاتھ اٹھا کر تیار اور درمیان میں چاہے کبھی کبھی
• مارے! تم کوں ہوتے ہو اسے بھگانے والے! عمران جوڑ کر لولا۔
• عرض کرنا چاہیے عمران صاحب! وہ نہ تم پر بہت جڑا ہوگا!
• کیوں وہ کیا کہتا تھا؟ عمران نے اسے جھک کر ہاتھ سے پوچھا۔
• صدف نے اسے ایسی گفتگو کا اب لمبا بنا دیا۔

• چلو میری چھٹی ہوا۔ عمران سر ہلا کر لولا۔ وہ بڑا دل چڑھا ہوا تھا۔
• لورہ فریڈن نے یہ کہہ کر ابھی ابھی اس نیلے اسکرٹ والی سے شوق بڑھ کر کہا ہے۔
• سوچا ہوں آج ہی اس میں اضافہ شروع کروں تاکہ دونوں طرف
• آگ لگ جائے کیوں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہی ہے۔
• براہ کرم مجھے کھانا کھانے بیٹھے درجہ نہ دیکھو یا میری سوسہوں گا۔

• اوسے جلاؤں عمران ہاتھ پٹکا کر لولا۔ "عشق میں کیونے اور جو کچھ
• تم سوسہ ہو گے۔ اب اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ جسے عشق پڑتا ہے موت اسی
• کی ہو کر جاتی ہے، اس کے دوستوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
• میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخوب کی ہو گی کیا ہے۔"
• اسی کو تو عشق کہتے ہیں۔ عمران نے جو سے پن سے جواب
• دیا وہ دوسروں کی گھڑیوں پر نہیں آتا۔

• صدف اس طرف اشارے ہونے لڑا اسے ملنے سے اتنا تیار اور
• عمران اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے کھانے کی سات شہزادوں پر احسان کر رہا ہو۔
• اعدا درم... دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا: "بڑے بھائی آگئے، وہ صدف
• بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔ وہی سب اسپیکر کی طرف آ رہا تھا۔ جس سے شام
• کو بڑھاپوں کوئی تھیں گردہ نہیں تھیں تھا اس کے ساتھ کیپٹن فیض بھی تھا۔
• صدف نے سرجا تو بہت جڑا ہوا۔ عمران کے ساتھ اس کا دیکھا جاتا ہے لیکن فیض
• کلک کی حد تک مناسب تھا۔ گلاب کرتا بھی کیا، وہ نہیں جانتا تھا کہ لڑکا
• رسائی کے برعکس گلاب نے سزا سنائی ہی چلا آئے گا۔

• ابا... اے جناب کانا حاضر ہے۔ عمران نے فرار ملنے کا اشارہ
• کرتے ہوئے کہا۔
• وہی نہیں شکوہ ہے سب اسپیکر آ رہا۔ فیض نے ایک کرسی کھینچ
• لی لیکن عمران کے پیچھے نہیں لولا۔ البتہ وہ صدف کو گھور رہا تھا۔
• مجھے اعلان ملی ہے کہ آپ کے پاس اسپیکر ہے۔ سب اسپیکر
• نے عمران سے پوچھا۔

• جی ہاں، ایک دیر اور ایک دن والی بندوبست عمران میں فیض کی
• طرف سے لایا ہوا ہے، ظاہر کرتا ہوں کہ یہ لڑکا اپنی حفاظت کے لیے اور دونوں
• بندوبست میں کام لے کر کے لیے رکھے گا۔
• ہنس کر اسے کہیں فیض کی طرف دیکھا۔
• تم کو تمہیں ملے گا، فیض نے اس سے کہا۔
• بہت بہ حضور عالی۔

• اس نے فیض سے کچھ گھبر کر دیکھی اور پھر
• میرے پاس دونوں کا انٹرنسٹی ہے جو گلاب صاحب، انا پتہ
• اسے باپ سے تھا نہ لڑکا صاحب۔ حالانکہ دونوں بندوبست لائے کہ نہ لڑکا
• نہیں تھی۔ مگر میں ہاتھ پیرا، وہ ذرا بندوبست سے جا رہا ہوں۔ گرجے اچھا
• ذرا غور کرو اور فیض سے
• چاہا نہیں ایک کہہ رہے ہیں۔

• تو بے حد مشکور ہوں گا۔ میری جی جان چلوئے۔
• عمران اس کی پکڑ نہیں لولا۔ البتہ خبر کے پیر سے اسے ایسا ظاہر ہو رہا
• تھا جیسے وہ بے ہی محسوس کر رہا ہو۔
• ذرا آئیے میرے ساتھ۔ صدف اٹھتا ہوا لولا اور اس سٹنٹ
• بیچر اس کے ساتھ چلا گیا۔ ایک گھنٹے میں بیچر کو صدف کو دکھانے آئے اور سٹنٹ
• سے کہا: "پاکستان میں تو جگہ نہیں ہے لیکن آپ انہیں حوالت مزدوجہ بنا
• سکتے ہیں۔"

• وہ آپ کے ساتھ ہیں۔ بیچر کا لہجہ طنز بہ تھا۔
• ساتھی نہیں بولنا چاہتا، یہ صدف نے غصے سے سانس لی مگر
• میں اپنا بیچر اپنا چاہتا ہوں کیوں کہ میری عزت پر بھیج رہے ہیں۔
• "دیکھ آئیے، یہ کچھ دیکھ کر ہی رہے گا۔ اگر آپ نے آپ کو دل پر
• نہیں ٹھہرنے کی بنا بندی نہ عائد کی ہوتی تو اس وقت تک حالات خیر سے
• ہوتے۔"

• "یقیناً، صدف نے ایک طویل سانس لی اور سٹنٹ لگا جو عارضی
• ہی طور پر، جان تو چھوٹی، لی حالانکہ وہ حالات کی شکل کو خیر سے سمجھتا اور
• نہ ہوشیاری سے نکلنے کا سوال پیدا ہوتا تھا۔
• "آپ براہ کرم، ہمیں تو باؤں دیکھنے کی کوشش کیجئے۔"
• "میں ہی تو کوشش کرتا ہوں، مگر وہ کچھ نہ کچھ ہی کرتے ہیں۔

• شلہ آنکھ لگا سٹنٹ
• "دیکھئے یہ سزاوار ہے۔ آپ لوگ یہ دیکھیں میں اب نہیں چاہتا
• کہ کسی مصیبت میں پڑ جائیں۔ ان کے لیے کہہ دیجئے کہ انہیں کبھی تو باؤں میں
• صدف نے صوف بڑھ لایا۔ وہ عمران کی طرف دیکھنے لگا تھا جو کسی
• دیر سے گھٹکے میں مشغول تھا جس کے دیر پہلے نیلے اسکرٹ والی کے لیے سامنے
• تکی ہو کر بیٹھ کر تھی۔ وہ بیچر کو دیکھنا لگا رہا تھا۔

• اور اس سٹنٹ بیچر صدف کا دل سے چاہتا تھا اور صدف کو بھی "اچھا،
• اچھا ہے جیسا تھا۔ بات ایک ہی جگہ نہیں پڑتی تھی۔
• آخر بیچر صدف کو لگا اور صدف نے اس کی طرف لڑکا اور عمران کی طرف سے پوچھا
• تھا۔ یہ انہیں دونوں کے ساتھ ہوتی ہے۔
• جی ہاں جناب۔ وہ بیچر سے جواب دیا۔ صدف کو دیکھتے ہی وہ کچھ
• زوں سا ہو گیا تھا۔

• کچھ کہہ دیا۔ وہ بیچر کو لگا اور عمران کی طرف سے پوچھا
• "میں کیا کروں صاحب، میں کیا کر سکتا ہوں؟"
• "میرا کون کرے گا؟"
• "میں کیا کر سکتا ہوں صاحب۔"
• "اے تم کیسے آؤ ہو۔ کچھ بتاؤ کہ ہمارا کچھ کر کے ہو گیا
• میں میں تبدیلی سے پریشان ہوں۔"

• "میں آپ کو لگا کر کھانا کھا سکتا ہے۔"
• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

• "میں نے تو کبھی کوشش کی تھی۔ صدف نے بیچر کو لگا لیکن بیچر
• گلاب کے ہاتھ سے بیچر نہیں لے سکی، اگر آپ وہاں لگا کر کھانا کھا سکتے

مجھے سال سے ایسی کسی بہانہ کی تلاش میں ہوں میں کسی غلوں میں نہیں
 کی جاتی ہے۔ فرخ و شنگ پلچے، شکر کی ہوئی، بیل گاڑی پر ہوا ہے تو فرخ
 رہی ہے، اونٹ پر ہوا ہے تو فرخ رہی ہے، اگر کسی کو دم پر ہے۔ میں کہتا ہوں...
 تک مجھے ایسی کوئی بہانہ نہیں مل سکی... نہیں مل سکی تو میں نے بندوق خرید
 لی۔ اب کسی فائدہ کی تلاش ہے... وہ بھی نہیں ملتا، اب جتاؤ میں کیا
 کروں؟

”تم جلاہو، فیاض نے اپنی ایک طرف ڈر کر کہا۔
 اسے پورا وطن لیکن فیاض دیکھ بیٹھا، عمران کو گھورتا رہا... اور غلوں
 وہ اس طرح سر جھکا کر کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔ جیسے فیاض کو چہرہ اتنا ہی
 ڈر ہی نہیں ہے کہ وہ روید گریٹ کیس سے سرگرفت نکالا اور اسے سٹارٹر کر کے
 گاڑی سے نکل گیا، صفحہ کارم پر سچا تھا، فیاض نے اس کی طرف سرگرفت
 کیس بڑھا دیا۔

”اوہ، نہیں شکر یہ، وہ صفحہ نے کہا۔
 لیجئے نا، فیاض نے شکر کا کہا، آپ تو سرگرفت پیٹے ہی ہوں گے؟
 میرا سیکرٹری میرے سامنے سرگرفت پیٹنے کی جرأت نہیں کر سکتا“

عمران نے سر اٹھا کر بڑھ کر کہا
 ”مگر پولیس پرورٹ میں تو چار ڈبائی کا حوالہ ہے، فیاض آنکھیں
 نکال کر ڈالیا۔
 ”ہیب، عمران نے سسٹوٹا کر کے چاندی فیاض کی آنکھوں میں دیکھا
 ہا پھر پورٹ ایچی ایچی میں ایک پورٹ صورت کو آنکھ مار چکا ہوں اس لیے
 مجھے آنکھیں دکھناؤ... میں بہت اداں ہوں۔“

”ابھی، فیاض نے سر جھکا کر کہا، کیا تم اپنے سیکرٹری کی موجودگی
 ہی میں مسئلے کی بات کرنا چاہتے ہو؟
 ”سیکرٹری، چارہ ساری گھنٹوں ایک ایک انفورنٹ کر رہا، عمران نے
 صفحہ سے کہا اور پورٹ کو مزید صاف کرنے کا اشارہ دیا۔

فیاض پھر خاموش ہو گیا تھا، شاید وہ مزید صاف کرنے کا منتظر تھا۔
 جب وہ پورٹ کی میٹ سے اٹھا تو اس نے سب سے ہتھکڑیوں کا جوتا نکال
 کر پورٹ پر رکھ دیا، صفحہ نے اسے نکھیلوں سے دیکھا اور جھپٹا پورٹ پر چلنے
 لگا۔ ”کسی دوسری کو تو پھانسی ہوئی ہی چلے جیسے...“ عمران نے بڑی سراسیمگی
 سے کہا، وہ ڈر کر ان میں بیٹھا انہیں گھنٹا تو کسی موٹی گھرانہ تلاش کر رہا
 تھا، ”تم میں سے پھینکا ہوا کون سا بیان کیا کر رہا ہے؟“ فیاض نے دانت پر
 دانت جھکا کر پوچھا۔

”دور تر کر رہا، عمران ہاتھ ہلا کر فرمایا، مجھے ان گیندوں سے تعلق
 کوئی دلچسپی نہیں ہے، جو تمہیں بیان کبھی لاتی ہیں؟
 ”تم آج تالاب ہی میں موجود تھے جب تک تمہیں ہوا تھا؟
 ”میں تو پھر تالاب ہی میں کوئی ایسا خیر تھا کہ کرو جس پر میری آنکھیں

کے نشانات مل سکیں۔“

”آؤ، میرے واضح رہنمائی موجودگی کیوں غوی ہوئی ہے؟“
 ”مگر پھر فیاض میں آنکھوں کے ڈول میں نہیں ہوں، صبح ملتا
 میں تم سے موت آنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں، کچھ کھلوں کا یہ
 جڑاؤ کس لیے ہے؟“ فیاض نے تڑپے لہجے میں کہا۔
 ”شاید تمہارے لیے... عمران کا موزہ ہو گیا لیکن اس نے مزید

پوچھنے سے پہلے صفحہ کو ہلا سے بھاڑنا ہی مناسب سمجھا۔
 ”سیکرٹری...“ اس نے ہارے تم آرام کرو، میں شکر کی ایک
 باڑی کیسٹل بخری کرنے کے لیے نہیں چاہوں گا۔“
 صفحہ کے پلے جانے کے بعد صفحہ کی طرف دوڑ کر دوڑ کر خاموش
 رہے پھر عمران نے کہا، ”میری دانست میں یہ جھگڑا ہاں طرف تمہارے
 ہی ہاتھوں کے لیے ہوندا رہیں گی۔“

”جو اس موت کو“

”وہ میں طرف اس لیے کہہ رہا ہوں نا، ڈیڑھ گھنٹہ تک تم خواہ
 غواہ دارا حکومت سے یہاں روڑے پلے آئے ہو۔ یہ معاملہ تمہارے بس کا
 نہیں ہے۔“

”نہیں اس کے سامنے کارڈ چونا چاہیے۔“
 ”اگر مجھے سرکار نے ہوا تو کسی کسٹڈ دکانے کے قابل ہی ذرہ جاؤ
 گے، ویسے اگر تم اس کیس کو کچھ کے تو یہی تباد کر ان گیندوں سے متعلق
 کی وارداتیں ہو جانے کے باوجود یہ لوگ ان کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں؟“
 فیاض صفحہ کی طرف دیکھتا رہا، چہرہ ایک بیک پیر تو فرخ
 طور پر نرم لہجے میں بولا۔

”یاد نہیں ہے، تمہیں نہیں آتا تم نے کیا نظریہ قائم کیسے؟“
 ”ابھی کچھ ہی نہیں... عمران نے باور سادہ لہجے میں کہا، ”اور اگر پھر یہی قسم
 کی پابندیوں کا مندرجہ ذیل جڑے شکر کے نظر پر قائم کر سکوں۔“

”اور پھر پابندیوں کی بات چھوڑو، وہ تو ابھی تمہارے ہی میں داخل ہے
 چہاں ہوں کہ یہاں سے نام واپس نہ جلاؤ۔“

”یسا ہو سکتا ہے کہ بات یہ دوڑوں... عمران نے پوچھتے ہوئے کہا۔
 ”کیسی اسی قسم پر تم جیسے یہاں اس کو بولیں تو وہ بڑھتا ہوا، دوسری بات یہ کہ میرے
 سیکرٹری کو اس وقت یہاں سے ہتھکڑیوں لگا کر لے جاؤ لیکن اسے حوالات
 میں کوئی تکلیف نہ ہو، پانے، تیسری بات یہ کہ بولنے کے وقت دونوں کو ہدایت
 کرو کہ جیسے بولنے سے نہ نکالیں اور میرے لیے اب پابندی نہیں رہے گی کہ میں
 بولوں گا، کیا تو ڈر کر محسوس ہو رہا ہے؟“

فیاض صفحہ کی طرف دیکھ کر سوجا رہا پھر بولا، ”جو منظور ہے۔“
 ”آؤ، ابھی، وہ لیکن تم ابھی اس کی وجہ نہیں پوچھو گے،“
 ”یہ بھی منظور ہے۔“

”گڑھ، عمران سر ہلا کر بولا، تو میرا کھیل شروع ہو جانا چاہیے۔“

پھر وہ پورٹا جھنگ ہاں میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا کیوں کہ
 فیاض صفحہ کے ہتھکڑیاں لگا کر لے جا رہا تھا اور عمران ایک میز پر کھڑا دوڑوں
 ہاتھ ہلا کر پہنچ رہا تھا، ”میں نے غلط ہے، اس پر غلط ہے... تم نے تصور میں... تم
 پوچھ نہیں جانتے... لیکن فیاض اسے ساتھ لیے نکلا جلا گیا۔

”دوسرے لوگ عمران کی گڈ انٹھ ہو گئے، روہ اس سے صفحہ کی گرفتاری
 کی وجہ پوچھ رہے تھے، عمران نے سچ کر کہا، ”میں نہیں سمجھتا کہ کبھی ایسا ہی ہو گیا ہو
 والے جراثیم سے متعلق ہے... یہ خوف ہے، جہاں ہے۔“

پھر لوگ پورٹس والوں کو بڑھلا گھنٹے لگے۔
 ”میں تو جانتا تھا کہ یہ کہہ کے گا، اسٹنٹ چو بولا۔
 ”آپ جانتے تھے نا...“ عمران ہاتھ ہلا کر فرمایا، ”میں بھی یہ جانتا

ہوں کہ اس بولنے میں شرطوں کا اثر ناگہان ہے۔“
 ”آپ بولنے کو نہیں پرنا کر سکتے تھے نا۔“
 ”بولنے پر ہم بھوکھٹا لگنے پر نہ تم لوگ کوئی اور دھندا کرتے ہوئے
 نظر آؤ گے۔“

اسٹنٹ چو دوسرے گاؤں سے انصاف طلب کرنے لگا لیکن...
 شہزاد اس وقت کوئی اس کا ساتھ دینے کے ڈول میں نہیں تھا۔
 پھر کچھ روز بعد عمران اپنے کمرے میں جلا آیا۔

اس نے صفحہ کو بتایا کہ گیندیں پھینچنے والیوں میں سے دو کیوں کے
 چہرے سے پچھلی طرح بدلتے، اسے حقیقت سے کہ وہ اس وقت بھی ڈر آؤنگ
 ہاں میں ان، ”ڈول آؤں میں کسی بیکار ہا تھا، نیلے اسکرٹ والی لڑکی انہیں
 دوڑوں کے ساتھ تھی اور عمران نے دیکھنے سے معلوم کر لیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی
 رہتی ہے، ”یہ کی سفینا نام کی لیکن وہ دوڑوں پر بھی رہتی ہے۔“

دوسری صبح عمران نے اسٹنٹ چو کو فون پر طے کیا کہ وہ اس کے
 بولنے سے چارہ ہے۔

”مجھے اتوںس ہے کہ آپ ایسا نہ کریں گے۔“ دوسری طرف سے

آواز آئی

”کیوں؟“ عمران کا بوجھ فیصلہ تھا۔
 ”میں پولیس کی طرف سے یہی ہدایت ملی ہے کہ آپ کو سامان سمیت باہر
 نہ جانے دیں۔“

”تم جھوٹے ہو جیسے کوئی نہیں روک سکتا۔“
 ”اچھی بات ہے، پریشانی کسے کر سکتے۔“

”میں نہیں سمجھتا، گایا کر دینا چاہتا ہوں کہ تم غلطی پر ہو رہے ہو
 یہاں تمہیں کر سکتے۔“

”آپ غلطی نہ کرنا... جاسکتے ہیں... دوسری طرف سے آواز آئی، ”میں

آپ کا مسئلہ قیام نہیں ہے۔“

”ارے واہ، تو کیا میں زندگی بھر یہیں گزارا ہوں گا؟“

”نہیں، صرف اس کیس کے اختتام تک، پولیس ہی چاہتی ہے؟“
 پھر وہ عمران کے بولنے کا پانڈ سے باز نظر آیا، اس نے ایک میسج کی
 اور دیکھ کر اس وقت وہان ہو گیا۔

اسے ڈر لگا کہ اس کی جی جی ایک زبرد کے لیے تھی، تقریباً ڈر لگنے
 تک اسے کال کے لیے منتظر رہنا پڑا، خدا خدا کر کے لائی ملی، دوسری طرف
 سے بیک زبرد کی بول، ہاتھ عمران نے گڑا، دوڑ میں اسے غصہ آسب پکھ
 تیار ہوا، ”ادارت کی کوئی چیز خوار اور سفینٹ چو ہاں کو سردار لگے کے
 ہے، آج ہی طار کر رہے، اس کال کے بعد اسے اس ڈی جی کی ٹکر ہوئی تو گیند
 کے حادثے میں سخی ہو کر زمین توڑ لیا، کوئی جیٹا تھا اور اب ہی سہا کر ہی پتال
 ہی بن گیا، تیار کر رہا، بذات خود اس کے متعلق گفتگو نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ اس

کی دانست میں جرم بہت جلاک تھے اور وہ نہیں جانتا تھا کہ ان کی نظر
 میں جاسے یہی وجہ تھی کہ ان کے آپ تک کے شبہات کو کس کے لیے
 اس نے پھیلی بات صفحہ کو حراست میں آدے ہاتھ، وہ یہ بھی بہت نہیں کرتا
 تھا، فیاض میں اس کے گلے کے ذریعے گفتگو کرانے سے اس میں کوئی فرق
 نہیں آتی لیکن یہی ضروری نہیں تھا کہ اس کے سبب ہفت روزہ
 وہ پھر بولنے میں آگیا، اب اس کے چہرے پر نظر آنے
 اپنی حماقت میں اداسی کا جی، امان بڑھ گیا تھا۔

”یعنی لوگ اسے بھاری اور تر تم سے دیکھ رہے تھے، اس کے چہرے
 پر باریسی اور اس کی بددیالی جھان رہیں، پھر شرم ہو گئی اور بولنے پر تھرتھ
 بارون نظر آنے لگا۔

آج ڈر آؤنگ ہاں کی ایک ہی فرخانی نہیں تھی کیوں کہ آج یہاں
 کھیرے کا پیکر گرام تھا، عمران کو ان فریڈ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی... اسے
 تو بہ حال ڈر آؤنگ ہاں میں بیٹھا تھا لیکن آج وہ اپنی نیز پر تھنا تھا۔

بولنے کی کوئی چیز ڈر آؤں اس کی حماقت آسیر اداسی پر توڑ لگنے
 لگی تھیں لیکن نہ جاننے کیوں ان میں سے کسی نے بھی توجہ اس کے بھاری ہوا
 نہیں کی تھی۔

آج نیلے اسکرٹ والی بھی تھنا تھی، اس کے دونوں سامنے جو پورٹری
 تھے عمران نے ان کے نام معلوم کر لیے تھے، ایک کا نام والٹن تھا اور دوسرے
 ڈی ڈی، دونوں دوسری عید الی تھے، ڈی کی صبح قریب نہیں معلوم ہو سکتی تھی
 نہیں، وہ غیر ملکی تھی اور اس کا نام لاری تھا، آج برلا کی تاریکی دمک کے
 اسٹنٹ میں تھی۔

جب عمران نے غصے سے کہا کہ وہ جی اسے تر فرما، نیز غلوں سے لگے
 کی پھر تو اس نے اپنے چہرے پر لاڈ زیادہ ہوگ طاری کر لیا اور اس طرح
 اسے آنکھوں پر ہاتھ پھر لے گا جیسے آنسو پونچھ رہا ہو اور اس کی پرور بھی

ہو گا جو کہ کہیں کوئی دیکھ دے۔

ایک بیکہ روٹی یا پنیر سے منگنی اور میری اس کے پاس بیٹھی آئی۔ تم بہت غم ہو۔ اس نے بیٹھے ہوئے کہا میں تمہارے بیٹے رنجیدہ ہوں۔ میری بھوش نہیں، انکار کیا کروں۔ عمران عمران ہونے آواز میں بولا۔ کیا وہ اسے حالات میں کھانا دیتے ہوں گے میرے بھائی کو کہ اس کی کھانوں سے دو سال دھاریاں کا دل بڑھ چکا آئیں۔

دوسرے قسم کی فکر کو روحوالات میں لوگ میرے کہتے نہیں رکھتے، روٹی کھا۔

اب وہ حالات سے کیسے نکلے گا؟

کیا تم کسی سے ضمانت نہیں لو سکتے؟

میں یہاں کسی کو نہیں جانتا۔

پھر چاؤ ڈن، تمہارے لیے کیا کروں، تم مجھے نختے سے بچنے

معلوم ہوتے ہوئے

عمران پہلے تو لیڈر تار باہر بازوؤں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔ اور شاید یہاں کا مال تو نہیں تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ چلو باہر چلیں۔

وہ لڑکی جلدی سے بولی۔

میں نہیں، میرے دو بیٹوں کا۔ عمران سسکیاں لیتے ہوئے بولا۔ لڑکی کہتی ہے، آج میں پھر اسے جلدی سے اپنے بے روزگاری سے بچنے کے لیے

میں ختم نہیں، آئی اس طرح روتے ہو۔ اس نے کہا۔

و آئی ترے۔ گویں کیا کروں، میرا بھائی، عمران اسی طرح منہ چھپاتا رہتا ہوا بولا۔ اب وہ مجھے کیسے لگا میں کیا کروں؟

اس قسم کی ذہنیت تو تین چار بج کر ہی کھٹے پر چھوڑ کر دے گی۔ لڑکی نے قدم سے جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

تم ہی کوئی تیر تیرتاؤ، اگر میں اسے ساتھ لے کر پھر واپس گیا تو مجھے گھر سے نکال دیں گی۔

مگر وہ تمہارے ساتھ تیریں نہیں آتی تھیں، روٹی نے مسکرا کر بوجھا۔

میرا مذاق نہ اڑاؤ، اب تم بہت غم لوں۔

مگر وہ لوگ نہیں ہی ساتھ کر لیا، میں نے گئے؟ لڑکی نے پوچھا۔

وہ اور ہی منزل پر اپنے منوں میں جا رہے تھے۔ لڑکی بڑبڑاتی کرتی تھی، عمران یہاں تو تھوڑے ہی چھوڑا، مگر پھر وہ اٹھا بڑا کھول کر وہ ان لوگوں پر نظر رکھتا جانتا تھا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور پلاٹنکس کی وہ ناک نکالی جس کے نیچے کچھ موم کیسے ہیں موجود تھیں۔ یہ اس لڑکی کی میڈیکل آپ تھا جو کراہتا ہے، یہی جو جاتا تھا پلاٹنکس کا گل ٹانگ ٹھہرا تھا، اسی طرف موچیں اور ہی ہونٹ پڑھ رہی تھیں، اس نے ہی لڑکی کو اس کی جیب میں ڈال لیا۔

مسئلہ مشکل تھا، اس لیے اسے سڑک چھوڑ کر ہی قدم اٹھانا تھا۔ یہ بھی فزوری نہیں تھا کہ اس کا ہاتھ رات ہی نکلتا، یعنی وہ تیزوں حقیقتاً اس جرم میں قوت ہی تھی۔ ویسے والٹن اور گرور کو اس نے بلا ٹھہرا لینے کی طرف پھیلے دیکھا تھا، اور اسے بڑبڑاتا کہ اس نے جو نعرہ قائم کیا تھا اس میں

اتنی جان تو تھی ہی کہ وہ کوئی لڑکی کا رشتہ کر کے اس پر کچھ وقت صرف کر سکتا وہ کر سکتے تھے۔ ابھی تک وہ اپنی ہی ناک میں تھانے کی معنوی ناک نہیں استعمال کی تھی۔

ڈانٹنگ ہال میں بڑا گرم شروع ہو چکا تھا، ہال کی روشنی ٹھنکی کر دی گئی اور صرف اسٹیج کے حد تک تھا، لیکن ہال میں ہی اندھیرا نہیں تھا، اسٹیج کی روشنی اتنی تیز تھی کہ اس کا اعلان ہال کے ہر ایک کونے سے بچا ہی تھا، مٹن ہال کے بڑے بڑے پڑھنے والے۔

اب وہ انہیں زینیں بٹھانے سے گزر کر وہ الٹن لڑکی اور گرور والائی منزل پر گئے تھے، اب عمران کے چہرے پر ہر قسم کی ناک اور گھٹی موچیں کا اٹھنا ہو چکا تھا، وہ بالکل تشاہیوں کے انداز میں چلا رہا۔ جیسے ہی دوری لڑکی پڑھا اسے وہ بیٹوں نظر آ گئے، عمران پیشاپہ انہوں کی طرف بڑھتا ہوا لڑکیا۔

وہ لوگ خوب ہی کھڑے کھنگو کہہ رہے تھے، شاید کوئی مسئلہ زیر بحث تھا۔ عمران نے پیشاپہ خاستہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

ان میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا، مفضل ہے اس کے متعلق قطعی ذہن سے سوچا ہے، مگر تمہیں جاننا ہے جو اور راستے میں نہیں خیال آتا

جائے کہ اس میں کسی قسم کا بے دخلی پیدا ہو چکا ہے تو تم اس وہم میں مبتلا ہو جاؤ گے کہ اس سے راہ گری تمہارے پاس کے کسی عیب کو دیکھ رہے ہیں، حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہوتی، کوئی تمہاری طرف دھیان تک نہیں دیتا، مگر تم خواہ مخواہ اور ہوتے رہتے ہو، اس طرح اس معاملے میں ہی

تھوپی وہم ہو سکتا ہے کہ لوگ تمہیں بے گناہ سمجھتے ہیں۔

ات... فوہ... وہ بولا، اتنی ہی تقریر، آخر تم کو چاہیے پڑا، تمہی کہ بہت زیادہ اہمیت دیتے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دم سے لاقصد غلطی میں پڑے ہوئے گی۔

یہ متعلق میری بھوش نہیں آئی، لڑکی کی آواز آئی۔

تمہاری بھوش میں نہیں آسکتی، غصیلہ مجھے میں جواب ملا، تم تو وہ سے زیادہ لاپرواہ ہو۔ آخر ایک ایسے آدمی کے ساتھ بیٹھنا کہاں کی عقل بازی تھی، میں نے جانتے ہوئے ہی انہیں کبھی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا، اس تم دونوں دروازہ چھوڑ دو، تمہیں وہ گھنٹے کے اندھیرا ہی چھینا ہے۔

بلکہ وہ رنگ خاموشی ہی پر عمران سے فزوری کی آواز میں نہیں جو ہندو سچ ہو رہی تھی، وہ بھی باہر نکل آیا، اس نے انہیں زینوں کی طرف دھرتے دیکھا۔

بلکہ پھر وہ بڑھ کر ہونٹ کی کیا ڈنڈیں تھا، اور اور لڑکی باہر آئے، شاید انہیں والٹن ہی کی طرف سے کہیں جانے کی ہدایت ملی تھی۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے، عمران نے بھی جلدت ہی میں دوسری ٹیکسی سمجھائی تھی، لیکن اس کی ٹیکسی اس وقت تک حرکت میں نہیں آئی جب تک کہ لڑکی ٹیکسی سے پھر قاصد نہیں ملے کیا۔

تقابلیہ سے ہو رہا تھا، عمران کا ٹیکسی ڈرا پڑ گیا تھا، شاید وہ اس لڑکی کا تقابلیہ کر رہا تھا، اس لیے اس نے موقع نکال کر اسی جھاگ ڈرٹی کھانیاں چھوڑ کر وہ عمران کو دیکھا کہ لڑکی وہاں سے وہاں سے دھا پوری ہے۔

اوسے... فوہ... ٹیکسی ڈرٹی ہو کر کھلا کر بولا، پھر آپ کیا کریں

ابھی وہ چائے کی ڈال میں ہی جاؤں گا۔

صاحب کوئی گڑ بڑ نہیں ہوگی کہ میں خواہ مخواہ دھریا جاؤں،

با... اسے، نہیں تم غلط سمجھو، وہ اپنے خانوہ کے ساتھ جا رہی ہے، پھر آپ نے بے وقوفیوں کہا تھا؟

میں تو تمہیں غلط سمجھتا ہوں، ابھی میں دراصل اسے اس وقت متوجہ کرنا چاہتا ہوں، ابھی ہی ہے کیا ہوں، اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔

اب... ہا... ہا... لطف رہے گا،

مگر ڈرا پڑنا شاید اب بھی زیر مہمیں تھا۔

میں آپ سے سمجھا رہا ہوں جناب، ڈرا پڑنے سے ٹھوپی دیر ہو گیا، پھر اتنا کسی دوسری ٹیکسی کا تقابلیہ نہیں کر سکتے جناب...

ابنیر پرائس کے لیے ہم چھوڑیں۔

پھر فرمایا، میں اتنا جاؤں؟

آپ خود کہتے ہیں جناب۔

بہتر ہے کہ میں اس ٹیکسی کے پیچھے نہیں ہوں، بلکہ وہ ٹیکسی میرے آگے ہے، یعنی کوئی بھوش نہیں آتا، تمہیں کیسے بھانپاؤں؟

دقتاً اس نے ٹیکسی کی ایک عمارت کے کپڑوں میں مڑتے دیکھا، یہ سزاوار گھر کا ایک مشہور ناٹن کلیننگ سٹیشن تھا۔

اچھا بھائی نے آکر دوسرے عمران نے کہا، کان پکڑ لے...

آئندہ پوری تو کیجیو کہ باپ کا بھی تقابلیہ نہیں کریں گے۔

ڈرا پڑنے سے ٹیکسی ٹھوپی کے کان سے نکلا۔

عمران نے نیچے اشارہ کر دیا اور لنگلا، اب اسٹینڈ کی طرف چلنے لگا، اسٹینڈ ایک شاندار ناٹن کلیننگ تھا، ڈور ڈور تک اس کی شہرت تھی، مرن میں خصوصیت سے ذی حیثیت سٹائل سے بھر رہا تھا...

عمران ہال میں داخل ہوا، آکر کٹر ماز بھار ہوا، دو دو صیارنگ کی کوشش سے اسے ہال میں بھگری ہوئی تھی، اس نے گرد اور لڑکی کو دیکھا، دیکھ لیا، مرن پران دولوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، اس پاس کی کئی بیڑیوں بھی خالی تھیں۔

عمران نے ایک مرن منتخب کا اعلان کی طرف پشت کر کے پھر گریڈ دو دونوں خاموش ہی تھے، لڑکی نے کچھ دیر بعد دیکھا کہ لڑکی اور پورٹ طلب کی۔ پھر پورٹ کے جانے کے بعد گرد سے ملی...

والٹن شاید اس بات پر خفا ہو گیا ہے کہ میں اس اتن کھانیاں بھی ہوتی تھی؟

میرا بی خیال ہے کہ تم نے غلطی کی تھی؟

نیکوں، ایک میں روزوں کی دیکھوں کہ میں نے اس سے گفتگو کرتے دیکھا ہے، میرے سبب کہہ رہا، تم دردمند جانتے ہی ہو کہ میں نے آج تک کسی نو پڑھنے میں کیا ہے، تمہاری لڑکی بول گئی ہو، گرد بولا۔

اس لیے کہ میں تم سمجھوں کہ نقل ہوں؟

اس کے باوجود تمہیں معقول پیرم آتے، گویں اسے اتنی نہیں بگھتا، کتنی خوب کر دینی، لیکن مزاج میں زیادہ سے زیادہ لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے حکم کرنا چاہتا ہے۔



www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں نہ دراصل اپنے ایک ہی کپڑے سے سارے لوگوں کو دیکھنا اور اس کی توجی
 کچھ کہیں نہ تھا اور اس وقت تک وہ لوگوں کے لیے عطا کیے جاتے تھے
 وہی کام کے لیے ہم لوگ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ چوہان نے منی خیز
 نظروں سے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "دل کے اصول بجز ہرگز نہ ہوں۔ عمران نے طنز میں ماسٹری
 کیا مطلب؟ خاور نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 "پہلے تمھے گرد کے متعلق جانو۔"
 "لال بنانے کے سوا کسی ننگے میں صرف ایک آدمی رہتا ہے لیکن اس
 کا وہ نہیں ہے جو آپ نے بتایا تھا۔ اور اب اس کا نام بھی گرو نہیں ہے۔
 یہاں تک پیر نام کی توجی۔ چاک اپنی مندم اندو کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔
 "یہ لال سے پیارے کیسا صاحب؟"
 "گولی چڑھ گئی تو پھیں اور بیٹھانی چوٹ کا لال سا داغ۔"
 "ہام لا عمران ہی سانس نہ کرنا کتنا کھینچ لگا۔
 علی گرو کا ہاتھ تھا عمران نے اس ننگے کے پھاگ پر کسی کے نام
 کی توجی بھی نہیں دیکھی تھی عمران نے سوچا کہ وہاں سے کھینچ لگا۔
 "شیر مین سے کہہ دوں اس لیے گاڑنی آئی نہیں ہے جو میں نے
 تمہیں بتایا تھا۔"
 "وہاں اس ننگے میں اس لیے گاڑنی آئی نہیں رہتا پڑوسیوں سے
 اس کی تصدیق کرنا چاہوں؟"
 "یہی سندرگم کیسا آدمی ہے؟"
 "خوش اخلاق نہیں مگر صاحب دوسروں کے کام آنے والا۔"
 "سبحان اللہ۔ عمران بے حد خوش نظر آئے تھے۔ انہاں بائیں ایسا
 ہی تھا جیسے بی سندرگم خاور کا کوئی ہشتہ دار رہا ہو اور عمران نے خاور کا دل
 رکھنے کے لیے اس کی خوشی کا ہرگز نہیں ہوا۔
 پھر اس نے چوہان کی طرف دیکھا کہ چوہان تم کیا جزا۔ پھر؟
 "لائی ایک خوب صورت لڑکی ہے عمران صاحب۔ چوہان نے کہا
 "تمہیں رستہ تو نہیں آئی؟ عمران نے گہرا پرچوہا
 "بہت زیادہ عمران صاحب"
 "بڑا لک۔ عمران نے سر ہر کر بولا۔ اب مجھے تمہاری بی بی گرائی کرنی پڑیگی
 "کیوں...؟"
 "وہ دماغ اور گرو کو بھی پسند ہے۔"
 "میں نہیں کھانا۔"
 "پتا نہیں کیوں لکھی ہو گئی ہے یہ حد تک آتے ہیں جو اسے پسند
 کرتے ہیں۔ میں نے تم لوگوں کو یہ معلوم کرنے کے لیے کہا ہے کہ وہ دونوں
 اسے کیوں پسند کرتے ہیں؟"
 "اگر یہ حقیقت ہے تو کیوں فریضت جیسے کیوں چاہتا ہے چوہان بولا۔

"مزدور بیچارہ۔ عمران سر ہل کر بولا۔ "میں اس کے لیے کا کرتا ہوں۔
 اس لیے اس کی میرے کام آنا چاہیے۔ میں آج کل بہت پریشان ہوں، میں
 مجھے اس کا بھی پتا لگانا ہے کہ خاور میں سے کیوں پسند کرتا ہوں۔"
 چوہان ٹھوڑی دیر تک سوچا رہا پھر سر ہل کر بولا۔ "بہت گہرے
 برسات اور اصل معاملے کی پہچان دیکھو۔ خیر بات میں نے تو دیکھا ہے
 اس کا تعلق نہ ہو گیا تھا۔ وہ تباہی و آفتوں میں اس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ سب
 سے پہلے سولی ہسپتال گئی تھی۔"
 عمران کو وہ باتیں سننا ناگوار لگا جو گیندوں ہی کے سلسلے میں زخمی ہو
 کر سولی ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ وہ ٹھوڑی دیر تک چکر سوچا رہا پھر بولا۔
 "سولی ہسپتال سے وہ کہاں گئی تھی؟"
 "میں جانتا ہوں جا رہا تھا۔ وہ ہفت روزہ "ایک گیندوں" کے ذریعے لڑکی کے
 میں یہ سچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اسی ہسپتال میں جس کے فرائض انجام
 دینی ہوگی۔"
 "کیا وہ عمران کے لیے ہی جرت تھی۔"
 "سب سے پہلے وہ ہسپتال کی عمارت میں گئی تھی اور پھر وہاں سے
 ہسپتال کے ایک رہائشی کو آڑ میں لکھا جب وہاں سے دوبارہ برآمد ہوئی،
 تو اس کے ہر پر سولوں جیسا لباس تھا۔"
 "وہ چوہان ہسپتال کی عمارت میں آئی۔ پھر میں نے اسے جرنل وارڈ
 کے مریضوں کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھا جہاں میں کرنے پر مہم ہوا ہے
 کہ وہ شوقیہ کام کرتی ہے۔ اس کے لیے اسے خود بخود نہیں ہتی چونکہ کوئی لاکھڑا
 پیر پڑی طرح رکھے ہوئے نہیں۔ لہذا اس کے اس شوق کی تکمیل کے لیے اسے
 رہی ہے اور وہ روزانہ تقریباً دو گھنٹے کو فاضلہ کے زیر نگرانی اس کے
 فرائض انجام دیتی ہے۔"
 "دو گھنٹے بعد وہ کہاں گئی تھی؟ عمران نے پوچھا۔
 "دو گھنٹے بعد چوہان نے ایک طویل ماسٹری اور خاور کی طرف
 دیکھنے لگا۔ پھر ٹھوڑی دیر بعد وہ دو گھنٹے بعد پھر بول میں داپس گئی
 تھی۔ تو وہ دراصل یہ ہے کہ آج اس کے لیے نئے نئے ماسٹریوں کی طرف توجہ
 وہ دوبارہ باہر جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی اور اس کے بعد وہ ان ہی اس کے ساتھ
 تھا لیکن اب براہ کرم یہ دیکھ لیں کہ وہ کہاں گئے تھے۔"
 "کیوں؟"
 "وہ وہیں ہی نہیں گئے تھے۔"
 "کیا بات ہوئی؟"
 "وہ وہیں نہیں گئے تھے۔ انہوں نے صرف مردار کا ایک پتلا لگا
 تھا اور اس کے بعد پھر وہاں گئے وہاں رہیں گئے تھے۔"
 "جہاں لا عمران نے اپنے دماغ سے پھینکے اور کچھ ہنسنے لگا پھر بولا۔
 "لائی سولی ہسپتال میں جس کے فرائض میں سے انجام دے رہی ہے؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئے جو وہاں نے کہا۔" عمران نے کہا۔ "میں ایک لمحہ سے
 اُن کو؛ کتنی غلط کرتی ہے وہ لوگوں کے۔"
 "اب دل چاہتا ہے کہ مجھے گھسیٹا ہو جائے۔" عمران نے جبرانی ہولی
 آواز میں کہا۔
 "کیوں...؟"
 "مجھے کسی سے شکر ہوا ہے تمہیں؟" عمران نے ٹھہر کر پوچھا۔
 "مجھے اللہ شکر ہے۔ چوہان ہنس پڑا۔
 "چھو۔ عمران نے مسرت مندانہ انداز میں سر ہلایا۔
 خاور نے سٹیٹمنٹ سچ بولنے سے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ حضرت اسی
 گیندوں کے سولوں کے پاس ہیں۔ آج مجھے یہاں کیسے نہیں فی کس بھی نظر آیا تھا۔"
 عمران نے اسی پر ایک سٹیٹمنٹ لگا کر لائی اور پھر لڑکی کے باہر دیکھنے
 لگا۔ اسے صرف چوہان اور خاور کی گھنگھری اور تباہی و آفتوں میں اس کے
 کے متعلق ایک طویل بحث چھڑ گئی تھی اس کا سلسلہ تقریباً آٹھ گھنٹے تک
 قائم رہے۔ اس کے بعد وہ کوئی نظر نہیں قائم کر سکے، آخر عمران نے خاور سے
 کہا۔ "پہلے اسے اپنا دعویٰ ثابت کرنا پڑے گا۔ اگر وہاں تک پہنچے کہ ایسے
 لوگ ہر اس کے لیے کتنا تباہی کرتے ہوں؟"
 "میں نے ابھی اتنی زیادہ معلومات نہیں حاصل کیں۔"
 "مجھے کم از کم ایسے ایک آدمی کا نام اور پتہ چاہیے۔"
 "میں اس کے لیے مرنے کو تیار ہوں۔"
 خاور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بیٹھنے لگا۔
 "دیکھو۔ یہ خاور ساریا۔ جس وقت وہ اس کے کام لگنے کی کوشش
 کرے وہ اسے تیار کر رہا ہے۔ چوہان نے اسے پتہ چلا جو اس کا اور یہی توجہ تھی کہ وہ
 ہر سب سے پہلے چوہان کی طرف سے پتہ چلا جو اس کا اور یہی توجہ تھی کہ وہ
 "مرنے کو تیار ہوں۔ عمران کا جواب تھا۔
 "دوسری صبح ناشتے کے دوران میں پھر لڑکی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ
 خود ہی عمران کی بی بی پر آئی تھی۔
 پھر دیکھنا وہ خاموش بیٹھی رہی اور عمران بھی بالکل ایسے ہی انداز میں مڑھکا
 بیٹھا۔ اسے وہ اس کے کمزور کی عزت کرنے آئی ہو۔ آخر جب یہ خاموشی
 لڑکی کو شہید کرانے کے لیے آئی تھی تو پوچھا۔
 "تم نے اپنے جہاں کے لیے کیا کیا؟"
 "اب اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں کہ اپنی آگے جان لو اس کے نام
 قتل کر دوں کیوں کہ اسے تو فیضی طور پر چاہیے ہو جائے گی؟"
 "کیا مطلب؟ لڑکی سے کچھ نہیں جرت تھی۔"
 "اب کیا جانو۔ عمران نے طنز میں ماسٹری کی کچھلی رات میں لے

خواب میں دیکھا ہے۔ جیسے میرے بھائی ہی نے اسے پھر ہی دیکھی ہو۔
 "کیا بات ہوئی؟"
 "مطلب یہ کہ اب کیا ہے۔"
 "آخر میں کیا پہلے سے تھی تھی؟"
 "میں بیکار کیسے کہ جسے اس کا داغ چیل گیا ہوگا۔ گیندوں پر
 نظر پڑے ہی وہ بالکل چوہا ہے اور اسے اس شدت سے غصہ آتا ہے کہ وہ اپنے
 قریب کھڑے ہوئے لڑکی کی گردن کا مرکز کرتا ہے۔"
 "تم مجھے یہ وقت بتاؤ۔ پھر۔" لڑکی نے پوچھی۔
 "مجھے کب اور کب چاہیے اس بات سے۔" عمران نے جبرانی ہولی آواز میں
 بولا۔ اسے لوگ تو مجھے بے وقت سمجھتے ہیں۔ میں کیا کسی کو بے وقت لگاؤں
 "تم نے اس کی ضمانت کے لیے کوشش کیوں نہیں کی۔ لڑکی نے کہا۔
 "خیر مزدی ہے اسے پھانسی تو پوری جائے گی پھر خواہ مخواہ وقت
 کیوں بر باد کیا جائے؟"
 "تم عجیب آدمی ہو۔"
 "یہ مجھ پر میرے لیے نیا نہیں ہے۔ پتا نہیں لوگ مجھے پکچین
 ہی سے عجیب کہتے اور کچھ آتے ہیں۔"
 "میں نہیں سمجھتی کہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے کہ میرا اسے پھانسی
 کیسے دی جائے گی۔"
 "ادوہ میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔ مجھے صاف صاف کہنا پڑے
 گا کہ گیندوں کی بہت بڑی کوری ہے۔ اکثر وہ جرنل گیندوں کی جگہ لے کر
 نکل گیا ہے۔"
 "لائی پھر ہنسنے لگی۔ "خدا نے عمران سے عموں کی کہ وہ پکچین میں ہی
 خوار آئے گی ہے لیکن وہ اس کی وجہ تو جو سکا۔ اس نے نکلیوں سے ہانک
 جھانڈھی لیا مگر وہ صرف منسوب تھی، کسی طرف متوجہ نہیں تھی۔ تو پھر وہ
 کوئی خیال ہی رہا۔ گائیس نے اسے خیر متوجہ منسوب کر دیا تھا۔
 وہ اس طرح اٹھی جیسے بے خیالی میں بیٹھی تھی اس سے مراد ہوا جو پھر
 ایک ایک چوٹ کر بولی۔ "میں تم سے پھر بولوں گی۔ مجھے تمہارے بھائی کی زندگی
 پر افسوس ہے۔ ایک طرف ہی تھی اور عمران سوچتا ہی رہا کہ آخر اس سے
 کیا جاتی ہے۔ اس طرح خواہ مخواہ کیا مقصد ہو سکتا ہے۔
 کیا روگ خوار اس کے پاس ہیں؟ اسے کچھ بھی شام ہی شہر بھاگتا تھا
 وقت چوہان نے برپور ہوتی تھی کہ لڑکی اور اللہ نے مراد کو اس کے چلنے
 تھے۔ یہ نئی بلا مقصد جگہ تھی۔ جس کو کسی مقصد کا صلہ خوار ہوا کہ
 اسی طرح وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ کہیں ان کا تعلق تو نہیں ہو رہا؟
 "خیر بات تھی تو چوہان نے فیضی طور پر ان کی نظروں میں آ گیا ہوگا۔ اس
 نکتے پر مزید فز کرنے سے پہلے ہی اسے ایک خطرے کا احساس ہوا اور وہ سوچنے
 لگا کہ کہیں خود بخود اپنی ہی کھڑکی نہ خوار ہو گئی ہو۔"

اس نے ماشہ خیم نامی ایک بکری رکھی جس میں وقت بڑھ کر اسے بعد اپنے گھر سے چلا آیا کہ گھر کے وسط میں چھوٹی گول بڑی بڑی رنگ کا ایک لغاد دیکھ کر اس کے جان بڑھا جب وہ گھر سے گیا تھا تو اس قسم کا کوئی لغاد وہاں موجود تھا۔ عمران نے اسے اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس بکری کی تحریر یہ تھی لیکن اس کے اندر تک اس کا ہوا غدہ موز تھا۔

عمران نے لغاد چاک کر کے کاغذ نکالا کاغذ پر تحریر نظر آئی۔
 "میرزا علی بہ کریم سے کہنی بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ مجھے گھس کر پورہ ہے، جیسے میرا تقاب کی جگہ ہوا جو بان کا ہم کو میں بھی جیلا ہے۔ آپ زندہ ہوشیار رہیں گے۔ لوگ بہت چالاک علوم ہوتے ہیں یا نہ ہوں ان کی کھت زیادہ تر فریب داری کے مقدمات کرتا ہے۔ مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے۔ شاید آپ اس سے صفر کی مضامین کے سلسلے میں گفت و شنید کرنا چاہتے ہیں لیکن گورکھ پر مشابہت تک ہمیں نہیں آسکا۔ ہمیں سادہ حالات سے آگاہی ہوئی چاہیے۔ ورنہ شاید ہم دھوکا کھا جائیں گا کھا بھی جائے۔" عمران نے پڑھتے ہوئے غصہ چاک کر دیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس نے خاور اور جہاں سے ایک آپ میں وصل کر سکتی تھی پھر دیر بعد اس نے ایک طویل سی سائنسی اور فزیکس پر لکھا "چند سوالات اگر تم سے پوچھے تو تو میں تمہیں یا کنگ ہو جائے پھر مجھ کو روک دیا گیا۔"

اس نے ہنس کر تیرلی کیا اور دو روزہ کھول کر اڑھائی میں اور اٹھوڑھ دیکھنے لگا۔ دو دنوں طرف سے تھانہ باہر نکل کر دو روزہ معلق کرنے کے بعد اس نے اپنی تانک پور پناہ شاک کی مصروفی ناک چھائی اور کئی مومچوں پر لپٹا پتھر پڑا تو ان کی طرف بڑھ گیا۔

ہال میں لڑی پھر دکھائی دی۔ اس بازاری کے ساتھ والے ٹیٹھی تھا۔ عمران نے سوچا کہ اگر وہ دران و گول سے میری صحبت رہے تو کیا لڑا ہے ہو سکتا ہے۔ بے خبری کے عالم میں ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل ہی جائے جس پر وہ اپنی گفتگو میں تیار رکھ سکے۔

وہ ان کے قریب ہی کی ایک بکری پر بیٹھ گیا۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اگر وہ آہستہ سے گفتگو کرے تب بھی عمران کچھ نہ کہہ سکتے تھے تو کسی ہی ایسا۔ لڑی والے نے بے خبر ہی تھی۔ میں اس شدت سے بول رہا ہوں۔ یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہیے۔

"سلسلہ ختم کرنا ہمارے کسی میں نہیں ہے۔" والے نے بولا۔
 "پھر تو میں کیا کروں۔ اب میں کچھ دنوں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"
 "یہ کھیل تو اب تم ہی کھو۔" والے نے بولا لیکن کلب یہ مڑوٹ ہو گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ لیکن ایک طویل سائنسی بکری دیکھ کر تک خاموش رہی پھر لپٹی۔ مگر دوسرے سلسلے میں تم خاموش ہو میں نہیں کچھ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔۔۔"

تہذیبی اہمیت میں وہ ناقابل اہم تھا اس لیے تمہارے لئے مانتے سے بنا دینا چاہتا تھا۔ لیکن وہ نکل گیا۔
 "اس کی تلاش جاری ہے وہ اٹھنے لگا۔ اس کا ذکر سے پروردگار مقرر سازنے لگا تھا۔"

عیا تبہیں اس کے متعلق کوئی بیانات تھے؟ تو ہی بولے پھر۔
 "نہیں۔ اتنے امتیازات مجھے کسی میں کریں ایسے معاملات سے خود ہی بحث ہوں۔"

لیکن تم نہیں بٹ سکتے۔ لڑی نے کہا۔ ہو سکتا ہے قہاری غلطی تم پر تباہی نازل کرے۔
 "وہ الٹیں بڑا سائنس دان بن کر رہا۔"

"اچھا اس الحق کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟"
 "تم تو ہم کان کھاری ہو گئے۔"

"اس لیے کہ تمہیں جو بات کہنا چاہتا تھا پھر دو۔"
 "لیکن مطلب یہ الٹیں کی صورتیں ہی نہیں۔"

"میں تم سے بحث کر رہی ہوں۔ بعض اوقات مخالفت بھی کو بیٹھی پڑتی۔ گورکھ بھی ایسی صورت تھا۔"

دقتا واقع مشکوک اور باری باری نکلنے سے اس کی آنکھوں میں کچھنے لگا پھر بولا "جس دن اس کی موت آئی تو تمہارے ہاتھ میں ایک بیڑا لڑا ہے گورکھ کا کہ الٹیں کی جھانکی کا نشانہ لوار کرنا میرا دور۔"

"میں نہیں گھبرائی تمہیں کیا کہہ رہے ہو۔"
 "اس نے ایک دن تم سے انہما مشق کیا تھا اور تم ختم ہو گئی تھیں۔"

"صاف صاف ہو۔ لڑی نے فیصلی آواز میں کہا۔
 "میں اسے پسند نہیں کرتا کہ کوئی تم سے انہما مشق کرے۔"

"کیا تم باگل ہو گئے ہو۔ لڑی غرائی۔ تمہیں میرے ذاتی معاملات سے کیا سروکار اور میں اسے ایک ذیل حرکت سمجھتی ہوں کہ کسی کی لڑی میں جا جائے تب تو اس کے دل میں کچھ کچھ کھلا کر لڑا۔ اسے واہ کسی کی لڑی میں رہنا زیادہ حرکت کیسے ہو سکتی ہے؟"

وہ دو دنوں تک اس کی طرف حواس سے پہلے والٹیں کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی اور ایک بیک وہ پھر گیا۔
 "کیا تمہارا دل خراب ہو گیا ہے۔ اس نے گھٹ کر کہا۔"

"نہیں تو میں تو کسی نے لڑائی ہوگی و عمران کا جواب تھا۔
 "تم پھاری گفتگو میں داخل ہونے والے کون ہو۔"

"میں داخل ہی دینے والا ہوں۔ عمران نے کہا۔
 "ایک تمہارا کہو کہ وہ والٹیں کو ہتھے چھوٹے چھوٹے لگتے۔"

"میں کسی طرح بھی تم سے فخر نہیں کر رہا ہوں گا۔ عمران نے سے چیلنج کیا۔
 "اگر میں تمہارے سزا پر پتھر سے کر دوں تو کیسے رہے گی۔ لڑی نے لڑائی۔"

"اسے باپ سے۔ عمران کو کھلا کر لڑا۔ تب تو یہ مصروفی تک اور مومچوں ایک سیکڑوں میں تباہ ہو کر وہ باہر گیا۔
 "والٹیں کچھ کرکڑا ہو گیا اس کی آنکھوں سے زندگی اور محبت تھا کہ کسی کی تھی۔ دوسرے ہی گڑھ عمران کے سر پر تھا۔"

"میٹھے۔۔۔ میٹھے جناب۔ عمران کو کھلا کر لڑا۔ آپ شاید خفا ہو گئے۔
 "تم کو لڑی بہ۔ والٹیں سانس کی طرح پھینکا اور ساتھ ہی وہ بیٹھ گیا۔
 "دوبی بد نصیبی تمہارے بھائی کو پھینکے سے گئی تھی۔ عمران نے غرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔"

"اس کا مطلب؟ اس نے مومچوں کی طرف اشارہ کیا۔
 "میں لڑی کی لڑی میں رہتا ہوں۔ عمران نے لڑی سادگی سے جواب دیا۔
 "مگر اس وقت ان کی زبان سے یہی کہی گئی کہ کوئی لڑی میں رہنا زیادہ حرکت ہے۔"

"میں پوچھتا ہوں تم کو یہاں رہتے ہو اس کی لڑی میں؟" والٹیں نے سیزر پر ہاتھ مار کر کہا۔
 "لیٹھیں ہی نہیں ہوں۔ اس کام کے لیے دو آدمیوں کو بھاری سے تنہا ہوں۔ ہاں ہوں۔ سو میں ان کی لڑی میں رہتے ہیں۔"

"وہ کچھ دوسرے میرے کوٹ کی جیب میں پتھوں ہے اور اس کا شروع ہمارے سینے کی طرف ہے۔" الٹلی کے کپڑے سے اشارہ سے ہتھارت سینے میں سے سوراخ کو جاسے گا۔ پچھے واقعہ یہ ہیں۔ نہیں دیکھتا کہ اس پاس کتنی بیٹھے۔"

"اسے۔۔۔ باپ سے۔۔۔ عمران کا پتہ لگا۔
 "ماٹھو اور دینے کی طرف چلو۔" والٹیں نے کھانا دیکھتے ہی کہا۔
 "یاد صاف کر دو۔ اب کبھی کسی کی لڑی میں نہیں رہوں گا۔ عمران

تعمیرات
 "ماٹھو اور دینے میں رہا ہوں لڑا بیٹھو۔
 عمران کچھ چاہا تھا۔
 "والٹیں بولا۔ پچھے کرکڑا دیکھنا میں چاہتا ہوں پتلے ہو۔ عمران کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ خورجہ پھر گیا ہو۔ اس نے نہ بے غصہ کیے۔ والٹیں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے کے سامنے اسے رکھ کر کہا اور لڑی سے بولا۔ "کہو کہو لڑی۔"

لڑی اس کے ساتھ ہی آئی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے کہہ کھولا اور والٹیں نے عمران کی لڑی کو لڑا اسے اندر مھلایا دیا۔ عمران نے مزاحمت نہیں کی۔ لڑی نے اندر نہ گئے بعد دو روزہ بند کر دیا۔ والٹیں کی جیب سے پتھوں نکل رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔ یہ وہ پتھوں سے کسی کی طرف اشارہ کر کے عمران نے لڑی پھری دیکھیں پھر بکری تھی۔

دوبی حادثہ

محمد اعظم نے ۲۰۷ خرید جس کی گارنٹی ایک سال کی تھی جب بھی ۲۰۷ بگڑا محمد اعظم نے کہیں مومچوں کیا، میکینک آیا اور درست کر گیا۔
 ایک سال بعد خراب ہوا تو اپنے ملائے کے میکینک سے رجوع کرنا پڑا۔ میکینک نے نہیں روپے نہیں جمع کوئی، ختم کو آیا ۲۰۷ دیکھا، ایٹھینا گھمایا اور بھلا گیا۔

۲۰۷ کام کرنے لگا۔ ہر مہینے میں ایک دو بار ایسا ہوتا رہا کہ ایک روز محمد اعظم نے ایک دوکان پر ۲۰۷ گاڑنے نامی تکی بد کھی دو کھی دو روپے میں خریدی۔ پڑھا تو معلوم ہوا کہ ۲۰۷ 75 کی خرابی صورت انٹینٹی خرابی سے ہوتی ہے۔ آخر میں کاب والا کا چھاپہ ہا کلمہ ۲۰۷ گاڑنے کا بھی اشتہار دیکھا، محمد اعظم نے فکر ۲۰۷ گاڑنے

میں مدد دیتا ہے ستر روپے میں خرید لیا۔ اپنے ۲۰۷ پر ہی بھلا کام کیا اور کامیاب رہا۔ بہت بڑھی۔ بڑوس کے لوگوں کے ۲۰۷ بھی درست کئے اور وہیں بیٹھنے میں خود پر بھروسہ کرنے لگا۔ ایک دن دیکھا۔ محمد اعظم کے گھر پر بورڈ لگا تھا:

گھرو بلیک اینڈ وائٹ ۲۰۷ بریسر باؤس نے اوقات جمع ۸ سے ۹ بجے تک شام چھ بجے کے بعد اس طرح محمد اعظم نے اپنے لیے پارٹ ٹائم ورک حاصل کر کے اپنی آمدنی بھی بڑھائی اور اپنے ۲۰۷ کی مرمت نفیس سے بھی بڑھی۔ ہر وہ انسان جو اردو پڑھنا جانتا ہو اور ۲۰۷ سے ڈیپری رہ سکتا ہو۔ ۲۰۷ گاڑنا اور گزنی وی گاڑنا پڑھ کر کچھ میکینک بن سکتا ہے۔

رام کرشن اگر وہاں

21

عشرت اول کہ تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ والہن نے کہا۔
 پیچھے رہے۔ تیار ہو کر کسی کی ذمہ داری نہ ڈالیں حرکت کیوں ہے؟
 عمران نے لڑی کی طرف دیکھ کر فیصلے پر یقین کیا۔ اسی لمحے نے میرے آگ
 نکالی تھی۔ وہ مجھے کیا بھی لگی کہ خواہ مخواہ تمہاری آنکھوں میں داخل مینا؟

تم کیوں تھے اس کی ذمہ میں۔ والہن نے کراہ کر پوچھا۔
 وہ کیوں نہ ہوتا؟ عمران نے فیصلے پر یقین کیا۔ اس سے بڑھ کر اپنی
 خوبصورت کیوں ہے؟ عمران نے لڑی کی طرف دیکھ کر فیصلے پر یقین کیا۔
 کیا بھائی کی کہ ہے ہو تم۔ لڑی بڑھ گئی۔
 اچھا چلو تم میری بصیرت بڑھانے کے لیے لڑی لگاؤ گی ہی ہو چاہو؟
 لڑی پکڑ لیا، پتا چلتا ہی تھی کہ والہن بول چلا۔ تمہیں یہاں کس نے
 بھیجا ہے؟

تمی اور ڈیڑھی نے عمران نے پڑی سادگی سے کہا۔ عمارت کا خیال
 تھا کہ سردار گرا وہ میں میری لڑی پہن جانے کا کیا
 ہی کہہ سکتے تھے تمہیں خدا کیوں گا۔ والہن دانت میں کھینچ کر بولا۔
 میں ایسی، معلوم ہو گی، ابھی تک عرض نہ ہی ہو۔
 کیا مطلب؟ والہن نے کہا اور منہ میں سے کوشش بند کر کے اسے
 گھورتے گا۔

مطلب یہ کہ میری ہے۔ میں اس کو کبھی ہی سے خواب میں دیکھتا
 آیا ہوں۔ اب میں نے اسے دفن لیا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی
 اسے چاہتا تو نہیں ہے۔
 میں تمہارا سر تو دووں گی یہ لڑی اس کی طرف گھومتی ہی رہی۔
 مگر وہ والہن نے اس کا بازو پکڑ لیا۔
 میں اسے اس کیوں کا بازو چمکاؤں گی؟
 اور ہے جاؤ۔ عمران ہاتھ پکڑ کر بولا۔ تم مجھ سے غلامی ہو گی۔ پیڑھی
 کہہ کر تو دو دو جا رہا تھا۔ اپنی قیمت میں سب جاتا ہے۔
 قیمت کتنے پانچ ماٹریس ہو۔ لڑی دانت میں کھینچ لی۔

تم ایک ہی نہیں ہو؟ وقت والہن نے اس سے نرمی میں پوچھا اور
 بڑا دلدارا لہذا تمہیں مجھے تمہارا۔
 اس نے مجھے۔ ہی کہا تھا کہ ایک آپ میں نہیں کوئی پہچان سکے۔
 حد تک بہت ہو نہیں تو ہی طرح ہی ہیں؟
 مگس نے کہا تھا؟
 اب میں نام تو لڑی ہی جانتا ہوں۔ بہت شریف آدمی ہے بلکہ پڑ
 گھسے کہہ رہا تھا کہ اسے جہاں بھی لگاؤں گا۔
 نام نہیں جانتا تو لڑی ہی جانتا۔ والہن کا لہجہ پستور نرم ہوا۔
 نہیں بتاؤں گا کیوں بتاؤں؟

اچھا یہی بتاؤ کہ اس نے تمہیں اس کام پر کیوں بلوایا تھا؟
 پوچھی نہیں۔ اسے جب شام سے ٹھیک ہوتے ہیں تو سب کچھ ہو
 جاتا ہے۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھا دو رہا تھا کہ وہ ایک دل کا میسر ہے اس
 آیا اور بولا کہ اسے شریف آدمی اس طرح ڈروا تو اسے کوشش کی وہ فخر ہو
 گئے۔ میں نے یہ جانتی کہ ضمانت پر، ہر کاروں کا اور جس کو دل کا بھی کھلے
 گی۔ میں یہی جانتا ہوں کہ کچھ ایک لڑی سے قیمت ہو گی ہے اور تو اسے حاصل کرنا
 چاہتا ہے۔ یہ مگس ہے ایسا ہو سکتا ہے مگر اس وقت جب تو معلوم کر کے کہ وہ
 کسی دوسرے سے قیمت تو نہیں کرتی۔ پھر اس طریقے پر تیار کیا کہ میں اس طرح اس
 کے متعلق معلومات حاصل کر سکوں گا۔ یہ دیکھو۔ عمران نے اپنی معزنی تک
 پوچھ سمیت پیر سے بے شکادی اور پھر بولا۔ اس سے میری شکل ہی بدل جاتی
 ہے اور لڑی کے پیچھے ہوتے جاتا ہوں۔ وہ مجھے کبھی نہیں پہچان سکی، بابا۔
 اس کا نام چڑی نہیں لڑی ہے۔ والہن مسکرایا۔

تم خواہ مخواہ وقت خرید کر رہے ہو۔ لڑی نے فرما سنا نہ کر کہا۔
 تم ہی مجھے جاناؤ۔ میں اس سے پکڑ کر لنگھتا رہتا ہوں۔ یہ بہت
 نیک اور صاف گو آدمی معلوم ہوتے ہیں۔
 لڑی چند لمحے والہن کو گھومتی رہی پھر وہ اسے کی طرف گھوم گئی
 اس کے جانے کے بعد والہن نے دروازہ بند کیا اور عمران سے بولا۔

کیا واقعی تم اسے چاہتے ہو؟
 دل دروان سے جہاں اس صاحب۔ عمران کے دانت نکل پڑے۔
 میں تو جی اس کے لیے کسی اچھے سے شوہر کی تلاش میں تھا۔
 والہن نے جھنجھکی سے کہا۔ ایک خیر ہو گی ہے۔
 اسے... ہاں تمہیں تو نہیں ہی ہوں۔ کس سے جہاں لڑی اور شادی؟
 معلوم۔ ہوں۔ یوں نہیں۔ چھپتے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا لہجہ میری کیلئے؟
 میرا لہجہ ہے۔ ہمارا حکومت میں۔
 بڑس۔ کس چیز کا بڑس؟
 ایک سوٹ... ایک سوٹ؟
 دکنی آمدنی ہو گی؟

میں نے آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ میری خدمت میں نہیں لگتی کیوں کہ میری آمدنی کافی
 ہے۔
 خیر یہ شادی ہو سکتی ہے۔ معلوم کوشش کرو کہ لڑی نہیں پسند کرنے
 لگے۔
 کیسے کوشش کروں؟ عمران نے سیدھی سے کہا۔ میں اب تک
 درجنوں لڑیوں کے لیے کوشش کر چکا ہوں لیکن کسی نے مجھے پسند نہیں کیا؟
 والہن عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ ایسے صلام ہوا تھا جیسے وہ
 اسے کھینچ کر کوشش کر رہا ہو۔ عمران کے چہرے پر سعادت کے آثار اور گہرے
 ہو گئے تھے۔

وہ کیوں دوست؟ اس نے کچھ در پور کہا۔ میں تمہارے لیے بہت
 کچھ کر سکتا ہوں۔ عمران نے سہم کر تجھے پناہ گوارا۔
 مگس نے ہاتھ ہاتھ لیا، اپنے ہونٹ سے جہاں اگر لڑی سے میری شادی
 ہو جائے تو میں اپنا پانچ ہنگ بنا سکتا ہوں۔ عمران نے کوشش کا اظہار کیا۔
 جیسے وہ محض دراصل تیار ہونا چاہتا ہے۔ والہن بولا۔
 مگس...؟

وہ کوشش نہ تمہیں لڑی پر نظر رکھنے کا مشورہ دیا تھا؟
 اسے نہیں وہ تو بڑھا چلا آدمی ہے۔ مجھے کہہ کر تیار کرنے لگا۔
 پھر۔ تو کیا تم اسے بھروسے ہو گیا تھا۔ مگس نے۔
 ار۔۔۔ دیکھو۔ جہاں ہر ایک کی بات لگتی ہے۔ یہ سچی کہ
 پہنچ کر پراچھے اور اپنی جگہ پر رہیں کیوں کچھ نہ۔ یہ سچی کہ۔ اب
 اس طرح کھاؤں۔ بات پڑتی ہے۔ زبان تو نہیں آتی۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے؛ تم ایک اچھے آدمی ہو اس لیے کسی کو
 میں پراچھے نہیں سمجھتے۔ خیر ہے جانے دو۔ اب میں تمہیں ایک خاص بات
 بتاؤں۔ اس لڑی سے کچھ جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور وہ حکومت اور بیرون
 سے اسے اپنی طرف متوجہ کر سکتی کوشش کر سکتے رہتے ہیں۔ انہیں اس کی بھی
 فکر رہتی ہے کہ اسے کھانے والوں کی تعداد معلوم کرے۔ خود نہیں معلوم کر
 سکتے کیوں کہ ہر شے میں ہے۔ اس لیے تم مجھے سیدھے سادے انداز میں
 کا تلاش میں رہتے ہیں۔ اب اس کے کسی پہلے ماننے نہیں جیسا اس
 سے ضمانت تم کہہ کر نہیں شاید فائدہ اسے پہنچ جائے اور تو ہی جانتا ہو۔
 بات پکڑ کر گوشہ آری ہے۔ عمران نے آہستہ سے کہا اور

پکڑ کر سوجا ہوا سر پکڑنے لگا۔
 آہ ہے۔ نہ اسے تمہارے قیمت کے فائدے ہو کہ اسے یہاں
 کام اور طرز زندگی کے۔ تیار تاکہ اس وقت اس کا انتظام کر سکوں۔
 مگر وہ لڑی کا بیرون کے فیصلے پر یقین کہا تو کسی کا یہ مطلب
 ہر اکہہ آدمی مجھے گھبرا رہا ہے۔
 مگس نے گھبراہٹ سے دوست اور تم اس کی دلہن جاننے کے لیے ٹھیک
 فیصلہ کرنا ہو سکتا ہے۔

اسے میں نے منہ منہ ہی کہہ لیا کہ عمران ٹھیک ہی بیچ کر لیا۔
 میں نہیں۔ والہن نے اپنی آنکھوں کو لگا لگا۔ جس میں وہ مگس کو پکڑ
 اس کی طرف توجہ کرتے کہ وہ خواہ مخواہ ہنگامہ کرنے کی کوشش نہ۔
 پھر پھر تاؤں کیا کرے گا؟
 اس کا صبر ہی تھا۔ نام معلوم نہیں۔
 عمران اس اتنا ہی سمجھتا تھا جیسے اس کا حلیہ یاد کرنے کی کوشش کر
 رہا ہو۔ پھر اس نے کہے۔ والہن نے اسے کہہ کر مایوس ہوا۔
 ماہ۔ والہن کی آنکھیں جوت سے پھلکی گئیں۔ وہ ہلکا ہلکا دانت

کو کیا... وہ مردانہ جسم سے غلبہ ہے؟
 ہاں کیوں نہ کہیں مل جائے۔ مردانہ دانت کو میرے سر سے میں
 آتا ہے۔
 تو تم اسے اب تک کی رپورٹ دیتے رہے ہو۔
 چل پھر کیا کرتا۔ خواب اس سے بڑھ کر کون گا؟
 نہیں۔ نہیں۔ جلد بازی سے کام بڑھانے کا۔ تم ابھی اس
 سے اسی طرح منتظر رہو۔
 اسے ابھی تو کب رہتے تھے۔
 تم مجھے نہیں مطلب یہ کہ مناسب موقع پر ہم اس سے بڑھ کر اپنی
 گے۔ ابھی تک تو یہی چلے گا۔
 تمہاری مرضی۔ عمران نے لہجہ باری سے شانوں کو تینش کی دیکھی پھر
 یک ایک معلوم نظر کرنے لگا۔
 کیوں دوست کیا بات ہے؟
 وہ اچھا۔۔۔ وہ ان کی آواز گھونکنے لگی۔

کیا آپ جانتے ہیں

- بڑی کڑی سے پراچھے ہوں۔
- بہتر۔ مگر اس کیلئے بڑی ضرورت ہے۔
- بہت اہم ہے۔ مگر اس کا بے لاشیاب خریدنا ہے۔
- کیوں کہ اسے دنیا کا سب سے بڑا ٹھکانہ ہے۔
- کیوں کہ اسے بڑا شہرہ آفرین ہے۔
- پڑھ کر لڑا لڑا حکومت دار ہے۔



www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی زندگی بڑی خوش گوار گزار سکی۔ مگر کیوں اب تم مجھے اطلاع دینے بیزار
 کہیں، جیسا کہ میں پریشان ہو جاتی ہوں۔
 "ارے میں کیا بتاؤں، عمران نے شمشلی سے سانس لے کر کہا، زیادہ
 دور چلنے کا ارادہ نہیں تو۔ مگر وہ ل گیا، اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک خط دے
 رہا ہوں، تم اسے غور سے پڑھو، وہ تمہارے جہان کی ضمانت کی بات
 لگنے کو کہتا ہے۔
 "زی نے گلاس ہاتھ سے رکھ دیا اور پٹیں پھینکی ہوئی اس کی طرف دیکھنے
 لگی، کوئی دل کا تھکا ہوا اس نے پوچھا۔
 "ارے سہی، عمران نے لاپرواہی سے کہا، "میں نے مجھے تم لوگوں کے
 پیچھے لگا ہوا تھا، اور وہ لال باغ کے ساتویں منزلے میں وہ جو ایک وکیل رہتا ہے
 کیا نام ہے، میرے مندرم۔ یاد دہرم... نام ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔
 "اور... تو اس نے تیس دنوں میں بھیجا تھا، "زی نے کہیں سے جرت تھی۔
 "ہاں، کیا کتا، نام ہی پڑا، اپنے جہان کے یہ جان بوجھ سے کتا بنا
 یہ اس کی ضمانت کا معاملہ تھا۔
 "پھر تم نے اس کی وکیل سے کیا گفتگو کی؟
 "خط پڑھا، میں نے پتہ چلے جا کر اسے دے دیا۔ اس نے خط پڑھ کر
 میری بڑی آذمکت کی، ایک جہل کو لاکو کی بلانی اور میری گریٹ پیش کی۔
 مگر تم جانتی ہو کہ مجھے کیا کوئی پسند نہیں ہے۔"
 "میں لکھتی ہوں اس سے گفتگو کی ہوئی تھی۔"
 "میں بھی کہ آج کل تو تم بڑا چلایا جا رہا ہے، اس موسم میں اگر کوئی
 کھانی جاسے تو چند روز سے میرے پیچھے ہر گز نہیں آتا۔"
 "اور... "زی نے دانت نہیں کھینچ کر بڑھتا رہا کیا، "میں پوچھتی ہوں
 جہان کی ضمانت کے متعلق کیا گفتگو ہوئی تھی؟
 "ارے یہی تو اب میں عرض جا رہا ہوں کہ اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں
 نہیں ہوئی تھی۔
 "تم عجیب آدمی ہو، میں میرا دل دوں گی، "زی جھٹلائی۔
 "نہیں، بتاؤ آخر اس نے اس کے متعلق کوئی گفتگو کیوں نہیں کی
 تھی۔ عمران نے اس کے ہنسنے کو نظر انداز کر دیا۔
 "زی نے گھر سے تڑپتی ہوئی اپنا بیجا خوف بیان کیا۔ ایسا معلوم ہو رہا
 تھا جیسے وہ خطرہ منبہ کرنے کی کوشش کر رہی ہو، عمران نے متعلقہ انداز
 میں اندر اصرار دیکھا، شاید وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے ہر گز
 کرنے کوئی جہان کی ضمانت ہے۔
 "ارے... اور دیکھو، "زی نے اسے مخاطب کیا، "تم نے اس سے
 کیا باتیں کی تھیں؟"
 "میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مندرم میں ہی گھر ڈراؤں سکتا ہوں۔
 اس پر وہ خوب ہنستا تھا، پھر شام اندر کچھ دیر تھا، اسے فون آیا

یاد آیا، عمران خاموش ہو کر بیچ و تاب کھانے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے
 کوئی ایسی بات یاد آئی جو اس پر اس قدر اثر تھا کہ اسے چاہیے تھا۔
 "کیا یاد آیا؟
 "ارے اس آؤ کہ مجھے نے کہا تھا کہ میں تم سے ہر شیئر ہوں تم
 دراصل ایک ایسے آدمی سے محبت کرتی جو جو اپنے چہرے پر سیاہ نقاب
 ڈالے، تب سب مجھے اس پر غصہ کیا اور میں نے اسے بوجھل کہا، بس چہرے
 قبول ہی کیا، اس کے پاس کسی لیے لگا تھا۔
 "پوری کے ہونے تک نصف سے مکمل گئے تھے اور ایک داردار خوں کی
 قہار کا چہرہ، بے دل کش انداز میں جھانکے لگا تھا، آنکھوں سے تیز نگاہ
 مترشح تھی۔
 "میں اسے ملو ہوں گا، عمران نے کہا، "میں تم آنا کر دو کہ اس
 نے مجھ کو کہا تھا۔"
 "میں اسے جانتی ہی نہیں، چنانچہ وہ کون ہے اور اس نے
 کیوں ایسی شہادت کی ہے؟
 "ابھی بات نہیں ہے، اسے دیکھ لوں گا۔
 "چنانچہ میں نے اسے سیدھے آدمیوں سے ملنے پھرتے ہوئے لڑنے
 شہادت آئینہ میں لے کر کہا، "میں کتنی ہوں کہ یہ لوگ میرے اور تمہارے متعلق
 غراب کراؤں گے؟
 "ارے واہ، مرنے لگانے والے... میں گدھا تو نہیں ہوں کہ ان
 کی باتوں میں آ جاؤں گا۔"
 "ابو! مجھ کو، ابھی آئی، زیادہ سے زیادہ اس طرف لگیں گے۔
 میری ایک دوست آنے والی تھی، ذرا دیکھ لو، وہ بلکہ میں تو نہیں ہے۔
 تم یہیں بیٹھا اگر کہیں گئے تو میں خفا ہو جاؤں گی۔ آں..."
 "وہ عمران کا دروازہ سنبھلتی ہوئی آئی تھی۔
 عمران نے آنکھوں کی جنبش سے سارا جھٹ لہائی کو اشارہ کیا، جو
 ہال کے ایک گوشے میں بیٹھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "زی دروازے
 کے قریب پہنچ چکی تھی، شہنائی بھی اٹھا اور وہ بھی اس کے بعد ہی باہر
 چلا گیا۔
 پھر عمران کو قہر سے نہیں منٹ تھا، پھر لڑائی، اس کے بعد لڑائی وہاں
 آئی، وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی، اس نے کہا، "میرے دوست نہیں آئی
 لیکن اس کا نام پرینام ایسا ہے کہ میں خود اس کی کوئی بھی چیز بیچ جاؤں۔
 وہ ان خاص چیزوں سے ہے، کیوں کہ اس نے ایک پیشہ ور شہیدہ باز کو ج
 بات کے لیے ایک بیچ کرے، تم بھی میرے ساتھ چلو۔ چلو گئے؟"
 "میرا چیلوں گا، عمران بچکا، انداز میں خوش ہو کر لڑائی شہیدہ یا
 ... ہاں... مجھے ہزار ڈالیا ہے، یہی گری ہو کر گروڈا لیا، اس نے کہا، "کیوں اس
 وقت شہیدہ کو لڑائی ہے؟

"جلدی کرو، میں بھی ایسا کرنا چاہتا ہوں، "زی نے
 کہا، اندر عمران اپنے کمرے کی طرف دروازہ ہونے پر وہ قہر سے کہنے کے لیے
 جھلکی، شہنائی آگے بڑھ کر داخل ہوئے عمران نے دروازہ بند کیا۔
 "وہ آپ کو کہیں لے جائے گی، شہنائی نے آہستہ سے کہا۔ اس
 نے باہر چلی، ذرا تو میں کسی سے آپ کے متعلق گفتگو کی تھی اور پھر شاید
 دوسری طرف سے کہا گیا تھا کہ وہ آپ کو کہیں لے جائے۔
 "اس نے میرے متعلق گفتگو کی تھی؟"
 "یہی کہ گروڈا آپ کو ملا تھا اور ایک خط دے کر مندرم ہی کسی آدمی کے
 پاس بھیجا تھا۔ شہنائی نے کہا، اندر وہ ایک خط دے کر عمران نے لڑائی
 لے کر کہا تھا۔
 "ابھی بات ہے تو میں جاؤں گا، اس کے ساتھ... اور تم دونوں، نظر رکھنا
 لیکن اسے تاقب کا احساس دہم نہ دے، ہاتھ لہنی اگر کسی ایسے دوران لہنے
 پر جا رہے ہوں، جہاں ٹریفک نہ ہو تو تم قطعی تاقب نہ کرنا کیوں کہ میں ان کے
 ہوشیار رہ جانے کا خوف نہیں ہوں، تمہارا۔"
 "لیکن اگر آپ اتنی ہی عیبیت میں پڑ گئے تو...؟"
 "اس کی پردہ اندر کرو۔"
 "تمہاری سر پر لگا کر گیا۔"
 لڑائی اور عمران طویل راہداری میں کھڑے آہستہ گفتگو کرنے
 لگے، "میرا خیال ہے کہ اس طرح چیخ اور برکت کارنار نا چاہتا ہے، والدین
 لے کہا۔
 "کیسے...؟"
 "مجھے یقین ہے کہ گروڈا اس حق پر ہر وقت نظر رکھتا ہوگا، لہذا ابو
 سکتا ہے کہ وہ جانا تاقب کرے۔"
 "تمہاں سے؟" لڑائی کی سوچتی ہوئی لڑی، "چلو اب میں جلدی
 کرتی جا رہی ہے، وہ ڈانٹنگ ہال میں آئے اور یہاں عمران کو اپنا منظر پایا۔
 "پہنچ... چلو... عمران نے لیکھتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اتنی
 درگزر کی تم لوگوں نے اگر وہ دہرا رشیدہ سے دکھا چکا ہوگا تو مجھے بڑا
 افسوس ہوگا۔"
 پھر گروڈا نے آہستہ سے لڑی سے کہا، "اور وہ دیکھو...
 وہ گاڑی آئی ہے جس کی گاڑی سائڈ ٹیوٹ ہے۔ غالباً ہمیں اسے ساؤنڈ
 بلف سے سمجھنے ہی چھوڑنا پڑے گا۔ گاڑی بھیجے گا تو یہی مقصد ہو سکتا ہے۔
 عمران ان سے کچھ نہ سنے، پھر اس لیے شاید وہ ان کی کوئی گفتگو نہیں
 سمجھ سکتا، پھر وہ دیکھا کہ ایک بڑی سی دین کے قریب پہنچ کر
 ٹھک گئے۔
 والدین نے اس کا پھیلا ہوا کھولا، اندر کھینچی تھی اور وہ ایک۔

چھوڑا سا آرام دہ کمرہ معلوم ہو رہا تھا۔ لڑی نے عمران سے کہا کہ وہ اندر چلے
 جاتے، خود وہ آگے والٹن کے ساتھ بیٹھی گئی۔ عمران نے چل کر اندر چلے
 گیا، والدین نے دروازہ بند کر دیا، پھر وہ دونوں آگے سیٹ پر گھبرا کر
 پاس بیٹھے، ذرا ہی لڑی لیکن دونوں خاموش تھے شاید ڈر ہو گیا ہو جو
 میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔
 تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک دوران راستے پر ٹھکی، جو کچھ دیکھ سکتی
 پر مٹی اس لیے رفتار میں تھکی تھی، سڑک کے دونوں جانب اونچی اونچی چٹانیں
 تھیں، جب کسی اونچی پر ایک ایک ان پڑھا لڑی کے بڑھاپے میں اس کی دستھی پڑتی
 تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اونچتے اونچتے چوڑے ٹکڑے ہوں۔
 پھر وہ لڑائی کی لڑی کے چھوڑے سے مکان کے سامنے رگڑ گئی، یہاں
 بھی گھبرا کر اندر چلا، اب یہ مکان کی چھٹی چھٹی لڑائی کیوں میں تھکی ہوئی
 دکھائی دے رہی تھی، والدین اور لڑی نے اسے اطمینان سے بچھے اتارے اور پھر
 سڑک ان میں سرگوشیاں ہوتی، "میں پھر والدین نے لڑائی کی پشت پر لگا، سلطان
 کھولا لیکن دوسرے لمبے اس کے منہ سے ایک پتھر توڑے آواز نکلی۔
 کیوں کہ گاڑی خالی تھی اور عمران کا پتہ نہ تھا، لڑائی آگے اور وہ بھی والدین
 ہی کی طرح آنکھیں پھیلا کر لڑائی کے اندر دیکھنے لگی، "دفعہ لڑائی کے
 مکان سے کسی کی لڑائی ہوئی آواز سنائی دئی۔
 "کیوں لڑائی ہو رہا ہے؟"
 دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور زمین مٹی سے ہونٹ
 بندھے ہوئے بیٹھے، زمین حرکت کھڑے رہے۔
 لڑائی چڑچڑاہٹ کے ساتھ مکان کا دروازہ کھلا اور دونوں کی
 آواز آئی جو ان سے قریب ہوئی گئی اور پھر انے والوں کے پاس پہنچ کر
 ٹک گئی۔
 "کیا بات ہے؟" آنے والے نے پوچھا۔
 "وہ تو... نن... نن... جناب، "لڑی بھلائی۔
 "کون نہیں ہے؟"
 "مرد ہی اتنی آدمی، اسے مل لائے تھے۔"
 "والدین، "آنے والا فرمایا، "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
 "میں کیا بتاؤں، جین، خود میری گھر میں بھی نہیں آ رہا، میں نے
 خود ہی اسے اندر بھیجا تھا، اور اس کے متعلق یہ مزاح بھی نہیں سکتا تھا کہ
 "وہ راستے میں نہیں اترا جاسے گا، ایک گاڑی تو گاڑی نہیں روکی تھی؟"
 "کیا نہیں یقین ہے کہ تمہارا تاقب دیکھا گیا ہوگا؟"
 "مجھے یقین ہے جین، کیوں کہ میں اس معاملے میں خود سے
 زیادہ متاثر ہوا تھا۔"
 "میرا اندر آؤ، "آنے والا مکان کی طرف متاثر ہوا لڑا، "اگر وہ
 چلا جائے تو شروع ہونے سے لہذا اسے فوراً ہی سی دیں، اسے یہاں آنا

عمران کی باتیں پہلے کے قریب ایک کارڈ میں لکھا ہوا تھا۔ بوڑھی عورت
 جگہ گرا سے لبتا اور نہ بڑھنے لگی۔
 اس شخص کا نام بوٹی نام ہلڑ ہے۔ یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا
 ہے۔ ابھی کبھی اس پر کسی کچھ دور سے بھی پڑتے ہیں، اگر کبھی ایسی
 حالت میں پایا جاتا ہے تو براؤ کو کم اسے سیکر سٹریٹ کے ایئر یاڈ میں
 پھینکا دیکھے۔ یہ صرف ذہنی قوت میں مبتلا ہے۔ ویسے بالکل بے ضرر آدمی
 ہے اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عام حالات میں آپ
 اسے انتہائی شریف اور سیرالمطیع پائیں گے:
 بوڑھی نے سب سے پہلے کو ایک طویل سانس لی اور
 روکیوں کی طرف دیکھنے لگی۔



بے چارہ... ایک روکی نے فریاد کو منہ سے کہا۔
 تعویذ پڑھ کر آکر گیا اور وہ کارڈ سے بھی پڑھنے لگیہے وہ روکیا
 اور... ڈاکٹر کا ڈیوٹی کر رہا تھا تب یہ روکی نہیں کہہ کر جلد ہوئی
 میں آجائے۔ وہ عمران کو خور سے دیکھ رہا تھا۔
 کیا یہ مرین دا کی ہوتا ہے؟ ایک روکی نے پوچھا۔
 وہ حالات پر منحصر ہے، یہ سوشل سائیس ہیں حالت میں رہ سکتا ہے
 اور یادداشت واپس آسکتی ہے۔ اس قسم کے امراض کے دراصل حادثات
 کی بنا پر ہوتے ہیں اور حادثات ہی ان کا خاتمہ کر سکتے ہیں؟
 ڈاکٹر نے اس کا سامنا کیا اور پندرہ منٹ کے وقفے سے دو ٹوک
 دے کر جواب دیا۔ روکیوں کے جیسے یہ منہ تھے اور بوڑھی عورت بھی کوشش
 میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ دیر دیکھا۔
 پتہ نہیں ایئر یاڈ میں کون سا ہوتا ہے؟ اور اس کا فون نمبر
 کیا ہے؟
 میرے خیال سے اسے ہوش میں آجائے دیکھئے۔ ایک
 روکی نے کہا۔
 ہاں... آں؟ بوڑھی کو سوتی ہوئی بولی۔

یہ عرصے کے سنے فونی آواز کی ڈھنگ ٹھنک کی کوئی تھی۔ ریا اور ریا
 اسکی بیٹیاں تھیں اور بوڑھی سڑک پر ٹک تھی یہ تینوں ماں بیٹیاں بوٹی
 تنہی سے عمران کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔ بار بار ان کی نظریں کلاک کی
 طرف اٹھتیں۔ لیکن شاید اس وقت اس کی سوتیوں نے بھی گرو مشین
 کوڑے کی قسم کھا کر رکھی تھی۔ بار بار جیسا سے عین بڑھی تھی، چھوڑ کر
 سانس لیتی، کیا بہت ہے جیسی تھی، اس نے آج تک کوئی ایسا آدمی
 نہیں دیکھا تھا جیسا کہ یادداشت کھو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایسے
 آدمیوں کے متعلق کئی زومانی کہا، کیاں ضرور جیسی تھیں۔ شاید ایک
 آدھ فلم بھی دیکھی تھی جس میں ایسے ہی کسی آدمی کو ہر و بنا کر پیش کیا
 گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ آدمی بھی اس قسم کے ہر و کی طرح نہ ہو گیا۔

تم خود پاگل؟ عمران اس پر اٹ پڑا۔ تمہاری سات پشتیں
 پاگل؟
 سات تیری کی... ایک آدمی اس پر جھپٹا۔ عمران کا ہاتھ بھی
 گھوم گیا اور پھر اٹھا ہاتھ ہٹا کر رہا ہوا تھا۔ وہ سب عمران پر
 چڑھ دوڑے عمران کسی کسی طرح ان کے زٹنے سے نکلا اور اس
 کو طے کی کیا ڈنٹیں جاگھٹیں اس کے سامنے یہ نہنگا رہا تھا...
 برآمدے میں ایک بوٹی عورت دو روکیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔
 مہی... مجھے پتا چاہتا ہے عمران جیسا کہ لوگ پاگل ہوتے ہیں۔ مجھے
 مارتا لیں گے۔
 اور پھر وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے گئے
 کہ بے ہوش ہو گیا، لوگ کچھ اٹھنے میں داخل ہو جائے کی کوشش کر
 رہے تھے لیکن بوڑھی عورت کی ڈانٹ سن کر کچھ ایک ہی بڑک گئے۔
 "سہاگ... جیسا ڈ... وہ ہاتھ ہا کر چینی؟ بوٹیں کو بھر کر یگانہ
 بوٹیں کا نام سن کر وہ ایک ایک کر کے کھینکے گئے۔
 بوڑھا باہر سے چنچ رہا تھا۔ ہم صاحب! یہ پاگل ہے؟
 سہاگ... تو تم کھ پاگل ہے! ہم بوٹیں کو خون کر یگانہ...
 بوڑھا بھی سائیکل اٹھا کر کھنک لیا۔
 عمران اب بھی بوٹوں کے نیچے بے ہوش پڑا تھا اور دونوں
 روکیاں اس پر تکی ہوئی تھیں، ایک روکی نے سر اٹھا کر کہا: مہی
 یہ بے چارہ کوئی شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔
 کو طے کے دہلی لازم تھا ہی وہاں پہنچے گئے تھے بوڑھی عورت
 کے شانے پر وہ بے ہوش عمران کو اٹھا کر آگے کمرے میں لائے۔
 بوڑھی عورت اس کے کونے کونے لگی ایک روکی نے ٹاکٹر
 کو فون کیا۔
 پتہ نہیں کون ہے؟ بوڑھی عورت تشویش آیز لہجے میں
 بڑھائی! بھر کیک، بیک چوک پڑی۔ ہاں... یہ کیا ہے۔



ہاں میں یہاں کی زبان بول سکتا ہوں۔

ستارا ذریعہ دعائیں کیا ہے۔

مکرمش آراشٹ ہوں۔

آراشٹ... اوہ! ایمانے پھر مٹیاں بیچ لیں۔

پھر بار بار اچھی آگئی اور اس نے بتایا کہ بولی کا پتہ تلاش کیا جا رہا ہے۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں اور سوچ جا بڑا رہا، ایسا بار بار کوس کے متعلق بتانے لگی۔ مسز کوشٹ باہر مٹی مٹی لیکن روکیاں وہیں موجود رہیں۔

میں گڑبڑوں کا... عمران نے آنکھیں کھول کر کہا۔

دجی! بار بار نے جو تک کر پوجھا۔

اوہو! معاف کیجئے گا... عمران خواب ناک سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جتنا جیسے ہوائی تہاڑ میں سفر کر رہا ہوں یہ خودوگی بھی بڑی دہشتناک چیز ہے۔

کون بات نہیں... بار بار جیسا مسکرائی! آپ کا گاس کی چیز کی ضرورت ہوتی ہے مٹھی سے طلب کر لیجئے گا۔

مجھے دنیا کی کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں، سوائے رنگ اور برش کے۔ رنگ اور برش کبھی میری زندگی ہے۔ میں زندگی کی عکاسی کرتا تھا مجھے مکرمش آراشٹ بننا ہی پڑا۔

ایسا اور بار بار اچھا خوش رہیں غالباً وہ سوچ رہی تھیں کہ جواب میں کہا جاتا ہے سب ہوگا۔ دفعتاً عمران نے پوچھا: یہ آپ کی مٹی نہیں؟

جی ہاں... ایسا بولی۔

اور پاپا بھی ہوں گے۔

جی ہاں پاپا بھی ہیں۔ لیکن وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ بار بار نے کہا۔ عمران ٹھنکی سانس لے کر ورد ناکہ داز میں بولا: میرے پاپا ہیں۔ اور زنی... پتا نہیں یہ دونوں کہاں چلے گئے۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اور دونوں لوگ کیا ادا دھڑا دھڑکے کہ سونپنے کی کوشش کرنے لگیں۔ وہ سچی اس کے لیے بہت زیادہ مومن ہوتی تھیں۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ان کے سامنے کوئی خفا سا بے بس شیم بچ رہا ہو۔

اوہ... میرا بولی کاچہ! عمران بھڑاٹھ بیٹھا۔

وہ... وہ... دیکھئے! بار بار بھڑائی ہوئی آواز میں بولی: آپ

مٹھن رہے لوگ سے تلاش کر رہے ہیں!

اچھا... عمران نے کسی نتیجے سے بچے کی طرح سر ہلا کر ادر پھر لگا لگا۔

سکڑ سروس کے بلان صفدر انیشٹ چوہان اور جویریہ خردار ٹپ ٹپ ناست کلب میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔

عمران آگ لگ کر چڑھیں ہے۔ وہ صفدر سید نے کہا۔

کیسا پکڑ... جو لیا اُسے مٹھرنے لگی۔

اس نے ٹوٹی ٹام ہلکے سے مسز کوشٹ کے پورٹ بگ میں ایک کمرہ لے لکھا ہے۔ برسوں مجھے راجہ مرطیٹ میں ملا اور کپتے لگا کر میں اپنی یادداشت کو بھیجتا ہوں... مجھے یہاں پہنچا دو... یہ پکڑ کر اس نے اپنے کوشٹ کے بلن کھولے اور ایک کارڈ دکھا جو اس کی قیسیں سے پر نکلیا ہوا تھا۔ کارڈ پر تحریر تھا کہ اس آئی کا نام ٹوٹی ٹام ہلک ہے... یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے، اس پر مٹی کے ڈور سے بھی پڑے تھے، اگر یہ کسی ایسی حالت میں پایا جائے تو اسے براہ کرم بلکن اس مرطیٹ کے ایمر آڈی میں پہنچا دیجئے۔

مجھے علم نہیں تھا... جو لیا نے حیرت سے کہا... پھر تم نے کیا کیا؟

وہی جو اس نے کہا تھا۔ مسز کوشٹ نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بڑی محبت سے اس کا نشانہ تعجب پتلا لگی۔ وہ اسے مٹی کہتا ہے۔

چوہان ہنس پڑا۔ لیکن جو لیا کی تشویش میں کمی نہیں ہوتی وہ دجائے کیوں اس تذکرے پر مستزگ رہی تھی۔

صفدر بھڑولا۔ اس آئی کو سمجھنے کے لیے افلاطون کا دماغ چاہیے۔

افلاطون ہیں اس کے سامنے رخ کی بولی بول جانا۔ آئی کو آئی کا کھانا ہے مگر میں تو اسے آئی ہی تسلیم کرتے پر تیار نہیں۔ چوہان نے کہا اور پاپا کا گلاس اٹھا کر پوٹوں سے لگا لیا۔

وہ آواز ایسا کیوں کر رہا ہے۔ جو لیا تشویشناک آواز میں بڑبڑائی۔ آؤف... کر رہا ہوگا۔ چوہان گلاس نکھتا ہوا بولا: ہو سکتا ہے یہ اس کا کوئی کام ہو اور پاپا کی مٹی بھی تو لیتا رہتا ہے، اکثر حکم مسراغرافی کے لیے بھیجا کرتا ہے۔

اس پر پھر جو لیا کی تشویش بڑھتی۔ شکرانہ والی ہم کے بعد سے وہ عمران سے متعلق بہت بات خیر و بد سناچا تھا۔ مٹی اسے یقین کامل تھا کہ اس کا چیف آفیسر کبھی عمران ہی ہے اور تاویہ ایک ٹوٹے سے جو اسے گلاؤ تھا، ہر بے اہلہ اس کے دوسرے سامنے عمران کو بیکس تو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے۔ ان کا بلی بھی خیال تھا کہ عمران جیسا کہ یک اور شہر سپیڈ آئی آئی نے دار پوسٹ نہیں ہولڈ کر سکتا، وہ اب بھی فون پر ایکس ٹوٹی بھڑائی ہوتی آواز سنتے تھے اور اس طرح متوجہ ہو جاتے تھے جیسے وہ ان کے سامنے ہی موجود ہو۔

جو لیا کی انہیں بڑھتی رہی، آخر کار کھانے کے بعد طبیعت کی گرانی کا سہارا کر کے وہ اٹھ گئی۔ وہ اس وقت ایمر ٹاؤز جانا چاہتی تھی اس نے ایک لمحے کیوں دیکھ کر مرطیٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ ایمر ٹاؤز

لمبت ہو گا۔ عمران کے خدو خدال اسے بہت پسند آئے تھے۔

تھرینا پڑھ گئے بعد عمران کے پوٹوں میں حرکت ہوئی اور وہ تھنوں اس پر جھک پڑیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ہلی کے بچے... پیار سے ہلی کے بچے... عمران نے کوشٹ سے کر فرانسسی زبان میں کہا۔

میری فرانسسی ہے۔ پورٹوں نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

اؤہ... ایما کی آنکھیں کھینچنے لگیں اور وہ مٹھیاں صبح کر رہی تھی۔

فرانسسیسی! بار بار نے ڈھیرا اور اس کی کونپنی پہلے سے بھی زیادہ پڑھ گئی۔

دفعتاً عمران اٹھ بیٹھا، اور آنکھیں سمجھاڑ سمجھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

تم نیلے سر ہو رہے ہو۔ پورٹوں نے فرانسسی میں کہا۔ میں کہاں ہوں۔ عمران نے کراہ کر پوچھا

مٹھن روٹو دم دستوں میں ہوا... تمہیں چند بد معاشوں نے گھیر لیا تھا، اور تم جھاک کر کہاں آئے تھے۔

مٹھرنے... چوہان آنکھیں بند کر کے پیشانی پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ مجھے سوچنے دیجئے۔

آپ لیٹ کر سوچئے تو بہتر ہے۔ بار بار بولی۔

اؤہ... عمران چونک کر بولا اور چند لمبے بار بار کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد کہا: جی ہاں مجھے لیٹ جانا چاہیے۔ میرا سر بہت شدت سے چکرا رہا ہے۔

عمران لیٹ گیا اور اس کی آنکھیں بند رہیں کچھ قیر بعد اس نے کہا: میں بہت نفاہت محسوس کر رہا ہوں۔

آپ کھڑی مٹھری بار بار نے پوچھا۔

میک ٹھاس ٹھٹٹا پانی۔

مٹھری تر تھوڑی برائی تو۔ نفاہت دور ہو جائے گی۔

شکر ہے جی... میں شراب نہیں پیتا۔ ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے۔ بار بار نے فٹھن بجائی، ایک ٹوک کر سے میں داخل ہوا اور اس سے پانی لے کر کھیا۔

میرے ساتھ میرا بلی کا بچہ بھی تھا۔ عمران پھر اچھل کر بیٹھ گیا اور دوشے اس طرح کی آوازیں نکالنے لگا جیسے ہلی کے بچے کو لہلاہا ہو۔

تین تہا کے ساتھ ہلی کا بچہ نہیں تھا کھن ہے وہ مٹھری ہی بد رہ گیا ہو۔ مسز کوشٹ لنگ لنگ کر کہا۔

اؤہ... تب تو میں وہیں جا کر اُسے تلاش کروں گا... نہیں تم لیٹو میں نو کروں سے تلاش کروں گی۔

شکر ہے جی... عمران نے پھر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن اس وقت لازم پاپا کا گلاس لے آیا۔

یہ... یہ... پاپا... ایما سکاٹی وہ اچھی طرح فرانسسی نہیں بولی سکتی تھی۔ عمران اٹھ بیٹھا... پاپا نے بے کے بعد وہ پھر لیٹنے لگا لیکن پھر اس طرح بیڑھا جیسے کوئی بات بتا رہا ہو۔

ایم ایمر آڈی میں رہتے ہو... پورٹوں نے پوچھا۔

جی ہاں۔

کیا کہو تم ہو؟

دن بھر ہی سوچا کرتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

تم فرانسسیسی ہو۔

میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ ویسے کئی زبانیں بول سکتا ہوں۔ لیکن فرانسسی مجھے بہت پسند ہے۔ یہ زبان زیادہ روانی کے ساتھ بول سکتا ہوں۔

مٹھری پھر کھڑکیوں ہوا تھا؟

وہ میرا بلی کا بچہ نہیں ہے۔ جی... مجھے میرا بچہ منگوا دو۔

پورٹوں نے فریڈ بار سے کارڈ لوگوں سے جی کا پتہ تلاش کرنے کو کہا۔

بار بار اچھی آئی اور پورٹوں نے کہا۔

تم پھر بیٹھئے... لیٹ جاؤ!

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ زیادہ لیٹنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔ عمران نے پچوں کے سے انداز میں کہا اور ایما پھر مٹھیاں کھینچنے لگی۔

مٹھیں صحت نہیں خراب ہوں گی۔ تم لیٹ جاؤ!

اچھا... عمران نے سر ہلا کر کہا اور لیٹ گیا۔

تمہارا نام ٹوٹی ٹام ہلک ہے؟ مسز کوشٹ لنگ لنگ نے پوچھا۔

آپ کو کیسے معلوم ہوا... عمران کی آنکھیں حیرت سے کھول رہیں۔

مسز کوشٹ لنگ لنگ نے اسے وہ کارڈ دکھایا جو اس کی قیسیں سے بن لیا تھا۔

اؤہ... یہ مسز کوشٹ بڑی نیک عورت ہے۔ عمران بڑبڑایا۔

مسز کوشٹ کو بلی کا بچہ پوچھا۔

میا میرا دز میں اس کا پورٹنگ ہے نا میں وہیں رہتا ہوں میں جب بھی جا رہا ہوں لگتا ہوں وہ کارڈ میری قیسیں سے بن کر دیتی ہے۔

تم پورٹنگ ہاؤز میں رہتے ہو؟ پورٹوں نے حیرت سے کہا۔

کہا۔ تمہارے والدین کہاں ہیں۔

پتا نہیں۔ عمران نے ماہیوساؤ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

تم پر بھی نہیں بتا سکوے کس لنگے ہاتھ ہے۔

نہیں پتا نہیں... یہی تو میں ہی سوچتا ہوں۔ مٹھری نے مٹھیاں

اس لنگ کا پتا نہیں ہے۔

یہاں کی زبان بول سکتے ہو۔

ایک مشہور عمارت تھی جس میں ایک انگریز عورت منرٹس نے ایک بورڈنگ کھول رکھا تھا عمارت بہت سے تعلیم یافتہ اور ذی حیثیت کنواں سے بڑھے تھے۔ یہاں انہیں پرتم کی ٹھہرا آسا شیش میز تھیں۔ منرٹس کی گھر بیاس اور ساتھ کے درمیان ہی ہوئی وہ ایک ہمہ شمع اور ذی اجنبی عورت تھی اس کو دوسرے دیکھنے والے عوام کی اندازہ لگانے سے کوئی کڑھ تیز زبان اور سخت گیر عورت ہوگی لیکن اس کے بورڈنگ میں اپنے والوں کا خیال متھارہ اپنے پتھر سے ہم کے اندر دل کا جلنے ایک نفسا خوش رنگ گلاب کو کھتا ہے۔ وہ اپنے کرایہ داروں کے لیے اس طرح پرتشیش دیتی تھی جیسے کوئی کثیر الاورمان اس نے بڑی خوش اخلاقی سے جو لیا نافشر وار کا استقبال کیا لیکن ڈنی نام لڑنے کے پرکھ خود کسی ہوشی

۱۰۔۔۔۔۔ منرٹام ہنز۔۔۔۔۔ مجھے علم ہے کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے۔ کیا آپ انہیں قریب سے جانتی ہیں؟

۱۱۔۔۔۔۔ ہاں میرا خیال ہے کہ میں انہیں قریب سے جانتی ہوں۔

۱۲۔۔۔۔۔ تو میرا خیال ہے کہ ان کے متعلق بہت کچھ بتا سکیں گی؟

جولیا بول کھلائی۔ اس نے سوچا پتہ نہیں ہو پڑھی کیا پتہ بیٹھے اور اس کا جواب عمران نے ہنسر سے دیا کہ۔

۱۳۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ جو لیا نے اور دھڑ دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔

۱۴۔۔۔۔۔ یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ منرٹس نے کہا۔ لیکن کیا آپ ان کے والدین یا دوسرے عزیزوں کو جانتی ہیں؟

جولیا نے نفی میں سر ہلادیا۔

۱۵۔۔۔۔۔ میں منرٹام ہنز کے لیے بہت غمزدہ رہتی ہوں۔ منرٹس سن نے ٹھٹھی سا سن لکھ کر کہا۔ اتنا اچھا آدمی اور اس طرح سے بدو علاج جولیا کچھ نہ سولی وہ اس سلسلے میں زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔

دوسرے کسی کو بھی ٹھٹھی نے نہ سوجا ہے اور منرٹس نے کہا۔ تو آپ ان کا انتقال کر سکیں گی؟

۱۶۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ خیال تو یہی ہے۔

۱۷۔۔۔۔۔ مگر وہ اکثر دو دن تک یہاں نہیں آتے پھر کوئی نہ کوئی نہیں پہنچا جاتا ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ان پر شش کے دو سے پڑتے ہیں۔

۱۸۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔

۱۹۔۔۔۔۔ پھر ایسی صورت میں۔۔۔۔۔

۲۰۔۔۔۔۔ میں دس بجے تک انتظار کروں گی۔۔۔۔۔

۲۱۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ آپ کیا پتہ ہیں؟

۲۲۔۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔۔ ہنسر سے اس کی خوشبو نہیں ہے۔

منرٹس کا دفتر تھا جہاں دو دن کے دوران بے گفتگو ہو رہی تھی۔ منرٹس سامنے کھلے ہوئے دروازے پر جھک گئی اور جولیا شام کا انتظار کرنے لگی کہ وہ کیا نظر پڑھیں سا کوئی مسئلہ ہو گیا۔ منرٹس سن سنا یہ اکاؤنٹ دیکھ رہی تھی کہ کوئی ٹھٹھی کی تصویر دیر بعد اس کے ہونٹ چلنے لگتے تھے۔

منرٹس ساڑھے نو بجے ایک ایک دفاتر چلنا کر دفتر میں داخل ہوا وہ ایک منرٹس کا بورڈنگ ٹی ہے۔ اس نے پوچھا۔

ہاں ہاں۔۔۔۔۔ منرٹس نے نرم لہجے میں کہا۔ بڑھاپے۔

منرٹس ڈنی نام لڑ نہیں رہتے ہیں؟

۱۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔

۲۔۔۔۔۔ میں انہیں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

۳۔۔۔۔۔ واہ شکریہ۔۔۔۔۔ براہ کرم انہیں یہاں بھیج دیجئے۔

۴۔۔۔۔۔ وہ آدمی ہلکا اور جولیا سبیل کی بیوی تھی۔ ٹھٹھی دیر بعد عمران آؤوں کی طرح کھلیں جھپکا ناہیا اند آیا۔

۵۔۔۔۔۔ اس نے جولیا کو دیکھ کر پیشی بجانے والے انداز میں اپنے ہونٹ کو ڈسے اور جولیا سے گھوڑنے لگی۔ لیکن قبل اس کے کہ منرٹس ڈسے دو دنوں کے متعلق کوئی عجیب بات منسوس کر سکتی عمران ہلکا پڑا۔۔۔۔۔

۶۔۔۔۔۔ وہ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں اس وقت لڑی ڈرک وارٹ۔ آپ کی تصویر بھی مکل نہیں ہو سکی۔ چلیے چلیے میں آپ کو دکھاؤں۔

جولیا ہنرٹس ہی ہنرٹس میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی آٹھ گئی۔

۷۔۔۔۔۔ جانے لیے چائے پیو اور پتہ لگائیے گا۔

۸۔۔۔۔۔ اس کے پیچھے ہی پڑا بیار تھا۔

۹۔۔۔۔۔ منرٹس نے سکرانی۔ مگر آپ کہاں رہ گئے تھے۔

منرٹام ہنز۔۔۔۔۔

۱۰۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ میں یہاں زیادہ تر باہل بیٹے تھا ایک بوڑھا آدمی زبردستی ایک تہ کا پتہ میرے گئے لگانا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو کسی آدمی نے لڑکے مارا پتہ چھین کر شرف حور توں نے مجھے ان کے مقابل سے نجات دلائی۔ وہ دو دن لڑا لیکن بہت مہراں تھیں؟

۱۱۔۔۔۔۔ کیا نام۔۔۔۔۔؟

عمران خاموش ہو کر سگے لگا۔ بھول لایا ایک ناٹھیا ایماں تھا اور دوسری کا بیٹھو رور۔

۱۲۔۔۔۔۔ سنٹی منرٹس۔۔۔۔۔ منرٹس نے ہنرٹ سے ہرا یا۔

۱۳۔۔۔۔۔ پتہ نہیں۔ پتہ کچھ اور ماہو گا۔ مجھے نام نہیں یاد رہتے تھی۔

۱۴۔۔۔۔۔ آپ نے شاید ان کا نام بھی غلط لیا تھا۔ منرٹس نے جولیا کی طرف اشارہ کر کے ہلکی۔

۱۵۔۔۔۔۔ منرٹس ان کا نام۔۔۔۔۔ ڈنی اور ڈرک وارٹ ہے۔۔۔۔۔

جولیا نافشر وارٹ نے جو لیا نے فیصلے پر میں تصدیق کی۔ منرٹس سننے لگی۔ عمران نے ہنٹے ہوئے کہا۔ آپ بڑھاپے لگے۔

حقیقت ہے منرٹام ہنز کا نام صحیح یاد نہیں رہتے۔

عمران اور جولیا دفتر سے نکل آئے عمران نے اوپر کی منزل کی طرف بے عار ہاتھ اور جولیا خاموشی سے چلتی رہی۔ عمران نے اوپر کھینچ کر ایک سگے کا قافل کھلا۔

۱۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ اس نے اندر داخل ہو کر دو تکی کر دی۔ یہاں ایک ہری ایک میز اور دو کرسیاں تھیں۔۔۔۔۔ یہ حقیقتاً کسی عورت کی کار کو معلوم ہوا تھا چاروں طرف نامکمل اور مکل تصویریں بچھری ہوئی تھیں بڑوں کے کونے کس پر بھی ایک نامکمل تصویر تھی۔

۲۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔؟ جو لیا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

۳۔۔۔۔۔ بیٹھے جانیے بس دو فلانی۔ اور دیکھیے شاید میں پھر آج کا ٹھیک لگتا۔

۴۔۔۔۔۔ مجھے بوردنگ کو۔۔۔۔۔ جو لیا نے بڑا سا متھنا کہا کہ ادر ایک کرسی پر بیٹھی۔

۵۔۔۔۔۔ چورنگ پیش کروں؟

۶۔۔۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

۷۔۔۔۔۔ مصورتی۔ اب یہ دھند شروع کر دیا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ پہلے میں کیا کرتا تھا کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں۔

۸۔۔۔۔۔ یہ تھرا۔۔۔۔۔ جولیا کچھ کہتے رک گئی۔

۹۔۔۔۔۔ وہ کچھ۔۔۔۔۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ کا ایک پورٹریٹ میں بنا رہا تھا اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا اور مجھے یہ بھی نہیں یاد پڑتا کہ تم دو دنوں میں کس طرح کھتی ہو تھی۔

۱۰۔۔۔۔۔ میں یہ معلوم کیے بغیر سگے نہیں جاؤں گی کہ تم کس کونے میں چوتے۔

۱۱۔۔۔۔۔ قبل اس کے کہ عمران جواب میں کہہ سکا اور ادراری سے سس کے ذروں کی آواز آئی۔ دو دنوں ہی خاموشی ہے ایک ملانڈ اندر آیا اور جانے کی لگی کسی میز پر کھڑا گیا۔ عمران خاموشی سے اٹھ کر دو بیجا بول میں چائے ڈالنے لگا۔

۱۲۔۔۔۔۔ تم نہیں بتاؤ گے؟ جو لیا نے فیصلے پر میں پوچھا۔

۱۳۔۔۔۔۔ کیا بتاؤں۔۔۔۔۔ ماماوندیل مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے کیا پوچھا تھا۔

۱۴۔۔۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ جو لیا ایک ایک لفظ پر رور دے کر بولی۔

۱۵۔۔۔۔۔ میں یہاں چائے بنا رہا ہوں۔ بیٹھے۔ اس نے ہنٹے ادب سے چائے پیش کی۔

۱۶۔۔۔۔۔ تم کیا کیشو کے لیے کوئی کام کر رہے ہو۔ جو لیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

ایکیشو۔۔۔۔۔ عمران نے سوچا ہوا بولا۔ میں اس مصورتی کا نام شاید پہلی بار سن رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بڑا عورت نہیں ہے۔

۱۔۔۔۔۔ تم نہیں بتاؤ گے۔۔۔۔۔ جو لیا ادا تہ پینے لگی۔

۲۔۔۔۔۔ آپ کتنا خوب ہوئی ہیں۔ کتنا چہرہ پر ہیں، میں نہیں کچھ سکتا۔ عمران نے عمران انداز میں دیکھا ہوا بولا۔ جولیا خون کے گھونٹ کی کر جانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ کیا یہ تبارا اتفاق میکرٹ سروس سے نہیں رہا۔؟

۳۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ عمران نے اشارہ کر کے کہا۔ چہرہ لے اسے پوز میں رہا پھر حشوک مکل کر بولا۔ آپ شاید کسی اور کے دھوکے میں بھ سے آمل میں۔ میرا اتفاق میکرٹ سروس سے کیوں ہونے لگا میں ایک گریس کرش آرٹسٹ ہوں۔ بڑوں اور رنگ کی کافی پرمیری زندگی کا انحصار ہے۔

۴۔۔۔۔۔ عمران کو یہ نہیں پتا نہ پڑے۔

۵۔۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔۔ دیکھیے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ آپ کو لفظ غلط نہیں ہوتی ہے میرا نام عمران نہیں ڈنی نام ہنز ہے۔ اس سلسلے میں جتنے گواہ آپ چاہیں پیش کر سکتا ہوں۔ براہ کرم مجھے ایمن میں متھنا نہ کیجئے کچھ پر شش کے دوسرے بھی پڑتے ہیں۔

۶۔۔۔۔۔ اگر میں جھانٹا پھوڑ دوں تو۔۔۔۔۔؟

۷۔۔۔۔۔ کیسا جھانٹا۔۔۔۔۔ ماماوندیل۔

۸۔۔۔۔۔ اچھی بات ہے۔ جو لیا نے دھمکانے کے سے انداز میں سر ہلکا کہا۔ میں اس کی اطلاع کبھی نہیں فرمائیں گا۔

۹۔۔۔۔۔ مقرر میں کسی کین بنائیں اور۔۔۔۔۔ کیا نام لیا تھا آپ نے میں جوں لیا۔ میرا حال آپ سے خرابا ہی لیا تھا میرے لیے بالکل نیا ہے۔

۱۰۔۔۔۔۔ دیکھیے آپ کی تصویر مکل پوچھا ہے۔۔۔۔۔ پتھر سے میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ عمران اٹھ کر میز پر بیٹھے ہوئے کاغذات الٹے پلٹے لگا۔

۱۱۔۔۔۔۔ واہ ہاں۔۔۔۔۔ یہ وہی۔۔۔۔۔ اس نے ایک ٹیٹ لگا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ صرف بیک گراؤ پڑا ہی رہ گئی ہے۔

۱۲۔۔۔۔۔ جولیا کے تنوں سے لگی اور سر پر کچھ میکرکے ایک چنگا ڈرنی مکل تصویر تھی۔ وہ اچھی ہوئی ہلکی۔

۱۳۔۔۔۔۔ میں نہیں دیکھ لوں گی۔ میں خواہ مخواہ نہیں اتنی اسیت دیتی ہوں تم میری طرف سے بہتر میں جاؤ۔

۱۴۔۔۔۔۔ لیکن میں وہاں بھی آپ کی تصویر مکل کرنا نہیں چھوڑوں گا چلیے بیٹھے ناٹھڈی پور کی ہے۔

۱۵۔۔۔۔۔ میں جا رہی ہوں۔ لیکن تم کو کچھ ہی لوگ۔

۱۶۔۔۔۔۔ نہیں۔ آپ کے اس طرح جانے کا منظر بڑا دردناک ہوا گا۔

۱۷۔۔۔۔۔ اس لیے میں اپنی آنکھیں بند کروں گی۔

۱۸۔۔۔۔۔ جولیا کچھ کہنے لگی۔ عمران اس طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا

رہا جسے حقیقتاً وہ کوئی ایسا ہی دل ہلا دینے والا منظر جو مجھے دیکھنے کی تاب
 پہنکانا کیجائے۔

عمران یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جو دنیا اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا ہی
 دے گی، لہذا اس سے پہلے نہ تھا نہ غصہ، نہ ایک سبب کیونکہ فیاض دوسرے
 دن صبح ہی صبح وہاں آدھو کا وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا ایلا: یہاں
 کیا ہو رہا ہے؟

• معاف کیجئے گا میں نے آپ کو کچھ بول دیا: • عمران نے تجھ کو
 انداز میں لپکیں چھپکاتے ہوئے کہا۔

• نہیں چلے گی: • فیاض مسکرایا: • اب رات چھ ہے وہاں میں نہیں
 گئے ہو۔ اگر تم نے اڑنے کی کوشش کی تو زندگی برباد ہو جائے گی: •

• میں کیا کوشش کر رہا تھا؟ میں جناب نہ چاہوں اور نہ چاہتا۔
 ویسے میرا خیال ہے کہ یادداشت کھو بیٹھنے کے بعد تو کوئی زندگی برباد
 ہی ہو جاتی ہے؟

• ہاں، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے یادداشت کھو بیٹھنے کا دھوکہ
 دیا ہے لیکن اسے نہ سنبھالو کہ اس حال میں تمہاری دھمکیاں بھی اڑ
 سکتی ہیں: •

عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ فیاض چند لمبے خاموش رہا
 پھر بولا: میرے ایک شاکے پر تم یہاں سے نکلو دینے جاؤ گے؟
 • وہ کس طرح شوہر فیاض: •

• بہت خوب، یادداشت واپس آگئی نا: • فیاض نے قہقہہ
 لگایا عمران کے ہنسنے پر بھی ایک شرارت آمیز مسکراہٹ نظر
 آئی اور اس نے کہا۔

• تم کوشش کر کے دیکھو: •

• تم جی جہنم رسید ہو جاؤ گے عبدالمنان: • فیاض نے قہقہہ
 لگایا اس کی آنکھوں سے بھی مسرت چھوٹی پڑتی تھی۔

• اوہ... • عمران نے بیٹی بجانے کے سے انداز میں ہوسٹ
 سکھوڑ دینے۔

• ہاں برخواستہ ڈاؤن اخبار میں اپنے ساتھ لا گیا ہوں میں کسی
 زمانے میں عبدالمنان کا فوٹو شائع ہوا تھا اور اس کے نیچے یہ اعلان
 تھا کہ یہ شخص عبدالمنان کیور اینڈ پارٹنر کا ملازم تھا جو ہزاروں کا
 ضیق کے خائب ہو گیا۔ تم خود ہی سوچو اگر میں نے یہ تصویر راد
 اعلان منظر میں کو دکھایا تو تم کہاں ہو۔ جگہ۔ •

• بیٹھ جاؤ: • عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ وہ دیکھ پیماس
 وقت چھین گیا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا
 کہ وہ فیاض کی ہر بات مان لیتا۔

• آج ہی تو آئے ہو جہل میں: • ذرا صبر بیٹھا ہوا ایلا: • میں نہیں
 گڑبگڑا ہوں گا: •

• گڑبگڑانے سے پہلے چاہئے فی لوگوں میں رہے۔ • عمران نے کہا۔
 • مجاہد: • فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا: • گھمبابت
 ہے۔ • عمران نے ٹھنڈی لہجہ دیا اور بولا۔
 • میں دراصل اپنا کھلا پیشہ ترک کر چکا ہوں، معاہدہ بھی ٹھیک
 جانا چاہتا ہوں کہ میرا نام عمران ہے۔ • کہو تو تمہاری بھی ایک پورٹریٹ
 تیار کروں؟

• معذور... • عمران مسکریٹ مسکراتا ہوا بولا۔
 • لیکن تم کو مجھ نہیں لینے دو گے۔ • عمران نے بڑا سائنہ بنا کر
 ایک ملازم اندر داخل ہوا۔
 • چاہئے۔ • عمران نے اس کی طرف دیکھے لیکن وہاں اور وہ واپس چلا گیا۔
 • کیا تم اس دور دراز میں کسی عورت سے مل گئے ہو؟ • فیاض نے
 پوچھا۔

• عورت سے؟ • عمران نے حیران سے پوچھا۔
 • ہاں... • مجھے تمہارے متعلق کسی عورت سے ہی نہ فون پر بتایا تھا۔
 • اور تم یہاں دوڑے چلے آئے۔ •
 • ہاں مجھے کئی دنوں سے تمہاری تلاش تھی۔ •
 • کیوں؟ •
 • پہلے مجھے بتاؤ کہ وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے مجھے فون کیا
 تھا۔ •

• بہت نہیں: • عمران کے لیے یہی بڑی خوشی آئی تھی اس کا ذہن
 دراصل جو ایسا کی طرف جھٹک گیا تھا۔ فیاض نے یہ تبدیلی محسوس کرنی اور
 خاموش ہو گیا۔

عمران نے خود ہی کہہ کر دیر لہجہ بول چھان: ہاں نہیں میری تلاش کیوں تھی؟
 • مجھے تمہاری تلاش کیوں ہوتی ہے؟ • فیاض نے مسکراہٹ کیا۔
 • مگر میں آج کل بے حد مصروف ہوں: • عمران بولا۔
 • تم مصروف کب نہیں ہوتے۔ • میں کچھ نہیں سنوں گا تمہیں بہر حال
 میرے لیے وقت نکالنا پڑے گا۔ •
 • اور اگر میں وقت نہ نکال سکتا تو تم وہ اخبار جڑ پھوسنے کے حوالے
 کر دو گے۔ •

• ہاں نہیں بیٹا: • فیاض نے قہقہہ لگایا۔ وہ تو میں اس لیے
 لایا تھا کہ تم اپنی یادداشت کھو بیٹھنے کے لیے یہ حادثات عمر یادداشت
 واپس لے آتے ہیں؟ •

• مجھے افسوس ہے مگر فیاض کی میری یادداشت ابھی تک واپس
 نہیں آئی۔ • دیکھو کیا آپ بنا سکتے ہیں کہ اس سے پہلے ہماری ملاقات

کب اور کہاں ہوتی تھی؟ •

• تو تم... • فیاض کچھ کہنے کی بجائے رک گیا۔
 • ہاں میں آپ کو نہیں بچا سکتا مگر فیاض: •
 • میں نہیں پریشان ہوں عمران، تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ •
 • کیا سمجھنے کی کوشش کروں؟ •
 • یہی کہ تمہارا ایک دوست پریشان ہے؟ •
 • لیکن میں تمہارے لیے دوسری بیوی کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ • عمران نے
 مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

فیاض نے کہہ گئے کہ یہ ہوسٹ کھوے ہی تھے جو اسے آگئی ملازم کے
 چلے جانے سے بولاس نے کہا: • تم کتنی دیر میں تھوہر ہو سکتے گے؟ •
 • سنبھل گیا ہے یہ میں نے، • بیٹھا، اختیار کیا تھا مجھے کون لوگ... •
 فیاض نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا عمران جانے کے لیے رہا تھا لیکن
 اس نے اس سے یہ نہیں بول چھکا کہ وہ دروازہ بند کر رہا ہے۔ • فیاض واپس
 آکر کھانے پینے لگا لیکن اس کے پیچھے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی قسم کی
 الجھن میں مبتلا ہے۔ • دفترا دروازے پر دھک ہوئی اور عمران دروازہ
 کھولنے کے لیے آگئی لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ بڑی طرح بھٹکا یا ہوا
 نظر آئے لگا لگا کہ وہ دروازے میں کڑی نظر لگائی گیا اور بار بار کھڑکی
 اور... • م... • م... • بار بار بھٹکا: • • ہم دراصل آپ کی غیریت
 دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں: •

• تشریح لائیے۔ • تشریح لائیے۔ • عمران بڑا اچھک کر بولا۔ اور
 دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ • روکیں اندر چلے آؤ لیکن فیاض کی
 موجودگی نے انہیں کس حد تک نروس کر دیا تھا۔ شاید وہ بھی سوچ کر
 آئی تھیں کہ عمران تنہا ہو گا۔ • فیاض اپنی پلکیں چھپکانے لگا تھا۔
 • تشریح نہ کیجئے: • عمران نے کہا۔ • فیاض اٹھ کر مہری پر بیٹھ گیا۔
 • روکیوں نے یہ نہیں نہیں کہے بدقت تا اگر میں پر بیٹھا منظور کیا۔
 • اور اصل آپ کی غیریت دریافت کرنے کے لیے تھے: • بار براسے
 چھوڑنا چاہتا ہوں۔ •

• میں ٹھیک ہوں... • یا موزیل... • آپ کا بہت بہت شکریہ •
 • روکیوں نے بیٹھ گئی تھیں لیکن کچھ گھبرائی ہوئی تھی اس میں عمران نے
 بھی اسے محسوس کر لیا تھا کہ فیاض انہیں بڑی طرح گھوڑا ہے شاید اس
 کا اس طرح گھوڑا ناہی ان کی سرسبزگی کا باعث تھا۔

• م... • م... • بار بار بھٹکا: • • میں اپنی ایک پورٹریٹ بنوانا
 چاہتی ہیں کیا آپ آج شام کی چاہے ہمارے ساتھ بیٹھیں گے؟ •
 • معذور... • عمران نے جگانہ انداز میں کہا: • آپ کی تو
 مجھے بالکل اپنی ہی من مصلحت ہوتی ہیں، میں کچھ رات ان کے متعلق بہت
 کچھ سوچ رہا تھا۔ •

ایسا کی آنکھیں کھلنے لگیں اور بار بار کے ہنسنے پر بھی تحریف سی
 مسکراہٹ نکلائی، فیاض نے وہ لگا نہیں گھوڑا تھا۔ عمران کو اس پر بہت شدت
 سے حقد آ رہا تھا۔ وہ لڑکیوں کو باور دینا چاہتا ہے کہ کوشش کرنے لگا۔
 اٹھ بھاگ بائیں جن پر وہ لڑکیوں کو سنبھال رہی تھیں اور فیاض متاثر
 دل ہی دل میں محسوس رہا تھا لیکن اس نے ایک بار بھی گھٹنگو میں حصہ
 لینے کی کوشش نہیں کی۔ بندرہ وہاں میں منٹ لہجہ لڑکیوں شام کے لیے
 دوبارہ یاد دہانی کرتی ہوئی آگئی تھیں۔ • اور جب عمران ان کی روانگی کے
 بعد دروازہ بند کر کے واپس آیا تو فیاض کی کپکپاتی ہوتی آواز میں بولا۔
 • تم... • تم... • خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تم کیا بولو؟ •

• میں بس اب جب چاہ چلے جاؤ یہاں سے۔ • فیاض نے لڑکیوں
 کو اس طرح گھوڑے ہوتے شرم نہیں آتی، خدا تمہاری بیوی کو یہ کہے؟ •
 • بیوی کی بیوی سے مجھے سروا کہ نہیں، فیاض نے خوش مزاجی کا مظاہرہ
 کیا: • تم مجھے یہ بتاؤ کہ لڑکیوں سے تمہیں کیا سروا کر؟ •
 • یہ لڑکیوں تک کیا لیا ہے؟ • عمران نے غیرت سے پوچھا۔

• بیٹھیم سے سیرنگا تو رہی آگئی: •
 • تم شرمناک سے اسے ساتھ جھنگ کی گئے ہو۔ اسے یہ تو مولوی افضل
 حسین گورداسیوری کی لڑکیاں تھیں: •

• عمران آڈو نہیں میں بہت پریشان ہوں، اگر یہ کہیں میرے ہاتھ
 سے نکل گیا تو میری ترقی تک جائے گی، تم جانتے ہو کہ میرا اسٹیٹ
 ڈائریکٹری کا چانس ہے۔ •

• کس کی بات کر رہے ہو۔ •

• بیٹھ کر شہزادی نکار سیا والا: •

• یا خدا کس کرک آدمی سے ساتھ پڑا ہے۔ • عمران سر پٹا
 چھوڑا بولا۔ پھر آنکھیں نکال کر کہا: • تم مجھے اتو بنانے کی کوشش کر رہے ہو
 شہزادی چھارسیا۔ • فیاض میں نہیں اٹھا کر نیچے چھینک دوں گا۔
 • میرا وہاں خواب نہ کرو: •

• میں اسے سنبھالنے کو تیار نہیں کہ تم اس کیس سے ناواقف
 ہو۔ • ہرگز نہیں... • کبھی نہیں... • ورنہ ڈیوٹرنگ کی لڑکیاں... •

• اب یہاں کچھ ہاں نہیں ہے گا: • عمران اپنے سر کی طرف اشارہ کرتا
 ہوا بولا۔ • فیاض قبل اس کے کہ یہ خیالی ہو جائے تم یہاں سے چلے جاؤ۔
 ورنہ تمہارے کفن و دفن کی ذمہ داری لینا بیوگان بھی نہ دے سکے •

• تم سنبھالو نہیں اختیار کرو گے: • دفترا فیاض نے غصیلی آواز
 میں کہا۔

• نہیں... • تم چلے جہتے نظر آؤ: •

• مہربان پڑو غرق کر دوں گا: • فیاض آنکھیں نکال کر گردن جھٹکتا

جو اولاد نہ نکھر سیا ہی کے چوک میں ہو۔ اس معاملے میں کسی غیر نکاری آدمی کی مداخلت اس کی موت کا بیخام ہوگی۔ میں نے بھی جانتا ہوں کہ سر سلطان ہی کی ذہنی تہیں اس کا علم ہوا ہوگا۔ لیکن وہ کسی غیر نکاری آدمی سے اس مسئلے میں کوئی کام نہیں لے سکتے۔ میں آج کل ان کی سرال حال کی تصویریں بنا رہا ہوں۔ عمران نے بڑی مصدومیت سے کہا۔

مگر ڈاکٹر لنگ کے حوالہ میں بھی اپنی ٹوٹی ٹام ہڈیوں کی حیثیت برقرار رکھ سکے گا۔

عمران چند لمبے لمبے سوچا کرتا تھا اور پھر بولا۔ تم جیسے نکاری آدمی میری جیوں میں پڑے رہتے ہو۔ جاؤ میری طرف سے عملی اجازت ہے تم ڈاکٹر لنگ کے یہاں جے قدم نہ مانا اور تم ستر لمبے سن کے خیالات میں میری طرف سے خراب کر سکتے ہو۔

قوم تم جیسے چلے کر رہے ہو۔

تمہیں نہیں بلکہ تمہارے بچے کو... بچے کے بچوں و ماموں کو... تم لڑکی تجھے ہے۔

فیاض نے ہنسنے چھٹکنے لگے، انھیں مزہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے موقع ملنے ہی عمران کو جیرا لڑکر کھا جائے گا لیکن اس نے زبان سے کہہ دیا، جب چاہا اٹھا اور انتہائی فیض کے عالم میں باہر نکل گیا۔ عمران نے بھی باہر نکلنے میں دیر نہیں لگائی وہ دیکھتا جاتا تھا کہ فیاض کی کتاب ہے لیکن عمران آج وہ سیدھا باہر نکلا گیا... عمران سمجھتا تھا کہ مزہ ستر لمبے سے ضرور ملے گا مگر اس نے اس کے دفتر کی طرف توجہ نہ دیا۔

باہر نکل کر فیاض اپنی کتابیں دیکھا اور کاروائی چھٹی عمران چند لمبے لمبے سوچتا رہا پھر ٹرک پارک کے پبلک فیلڈوں پر تھم گیا، کسی کے ٹرک ڈرائیو کے اور ماڈل دیکھیں میں بولا... بیلو... ایک مزہ... ایکسٹوایو بیگ۔

میں سر... دو مری طرف سے آواز آئی۔

مگر سر سزا سنی کے پاپن فیاض بگمیری نظر رکھو۔

بہت بھر جناب۔

وہ بیگ کے بیگے فریجی آنا بھی یا اس کے خاندان والوں سے رابطہ قائم کر کے پائے۔

بہت بھر جناب۔

میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

لاہیک ماتحت شکران میں کام آج کا تھا عمران دراصل ایک ایسے ماتحت کی موجودگی کے بعد ضروری سمجھتا تھا جس کی شخصیت کا علم اس کے لقمہ ماتحتوں کو نہ ہو، دوسرے ماتحت ایک دوسرے سے واقف تھے لیکن بلیک زبرد سے متعلق انہیں کہ علم نہیں تھا یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کے علاوہ کچھ لوگ اور کوئی ماتحت بھی ہے۔

عمران پھر اٹھ کر بیٹھ گیا وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔

یہ سب کچھ سنا دیکھ کر اس کی دلچسپی بڑھ گئی۔ عمران نے سوچا وہ اسے سبھی ضرور دے گا، حیثیت، کمپوزیشن، بلکہ عمران کی حیثیت سے یہ فیاض کی دخل اندازی کیوں بگاڑ دے گا؟ عمران سے اچھے لہجہ اس معاملے کی تعقیب کر رہا تھا تو شاید اسے اس کی پروا بھی نہ ہوگی مگر اب جبکہ ڈاکٹر لنگ کا خاندان میں اس کے پیرچہ بچے تھے فیاض کی مداخلت اسے ناکامی کا منہ بٹھانے دیکھا سکتی تھی... وہ سوچ رہا تھا کہ آج شام کو وہ لازمی طور پر ڈاکٹر لنگ کی کوٹھی میں پہنچنے کی کوشش کرے گا کیونکہ وہ کیوں نہ اس کی موجودگی ہی میں عمران کو شام کی چائے کے لیے مڑھو گیا تھا۔

یہ حقیقت بھی کہ فیاض نے عمران کی موجودگی میں وہاں پہنچ کر اسے ذلیل کیا ہو تاکہ وہ بے جا لہجہ اسے فضا کر دے تاکہ اسے اسے نہیں کاڑھکا۔

شام کے پانچ بجے تھے عمران ڈاکٹر لنگ کی کوٹھی میں پہنچ چکا تھا، فیاض کی کار بھی کیا ڈھکے چھلک رہی تھی، چائیک ہنڈھتا اور زور دیا اور جی لپٹا چلا گیا ہوتا، چائیک کی ذیل کوٹھی کھل چکی تھی وہ کلاسے اتر کر چائیک کاٹھن پر بٹھا اور چائیک کھڑکے سے گزرنے کو کوشش کی لیکن ٹھیک اس وقت کوئی چیز اس کی پشت سے ٹوٹتی آئی اور چل پڑا، ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک لہجی چیخ بھی نکلی کیونکہ اچھلنے وقت اس کا سر ٹھکڑی کے اوپری حصے سے ٹکرایا تھا اور پھر رشت سے ٹکرانے والی چیز پر نظر پڑے۔

جی وہ سر کی جوتھی کھول گیا۔ قبل اس کے وہ ادھر ادھر نظر دوڑاتا، دین میں مزہ گندے انڈے اس کے جسم پر ٹوٹ گئے۔ ایک ٹوکال ہی پر پڑا تھا جس نے کاروائی مٹائی تھی پلید کر دی۔

فیاض بڑی طرف بولا کھلا لباس برباد ہو چکا تھا اس کی نظر ان راہ گیروں پر پڑی جو چلتے چلتے کر کے اسے حیرت سے دیکھنے لگے تھے ایک ہی جہت میں وہ اپنی کار کے اندر تھا اور دروازی کے لیے مڑھ رہی تھی۔ اس لیے میں وہ نہ تو کوٹھی ہی میں جا سکتا تھا اور نہ وہیں ٹرک کے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ حرکت کس کی تھی۔ ویسے اور بات ہے کہ ڈھکے ہوئے گندے انڈوں پر نظر پڑے ہی اسے عمران پر درانت پینا پڑا، بڑا بڑا بڑا وہ اچھی طرح سمجھتا تھا اس کی جرات عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

عمران نے چائے کی پیالی رکھ دی اور مزہ ڈاکٹر لنگ سے بولا۔

میں آپ کی اتنی شاندار پورٹریٹ تیار کروں گا کہ آپ دیکھ کر دلگدہ ہائیں لگیں۔

اور ہاری تصویریں...؟ ایمانے بولا۔

آہاں... آپ لوگوں کی بھی ایسی ہی تصویریں بنائے گی۔ عمران نے کہا۔

کیوں...؟ بار بار بول رہا تھا۔

دیکھتے تھے میری زیادہ محبت لگتی ہے... عمران بولا اور پھر ہر لمحہ مزہ ڈاکٹر لنگ کے چہرے پر ہنسنا کا لہجہ چھل گیا۔

لاہیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکائیں عمران کی طرف سے ڈاکٹر لنگ کے متعلق سوچ رہا تھا اس سے نہ بچیں رات کو ملاقات ہوئی تھی اور

نہ اس وقت۔

میں بابا کی بھی تصویر بناؤں گا... عمران سر ہلکا کر بولا... وہ کہاں ہیں۔

وہ... آج کل ایک ضروری کام میں اچھے جوتے ہیں۔ مسز ڈاکٹر لنگ نے کہا۔

اچھا... اچھا... جب بھی انہیں فرصت ہوگی ان کی تصویر ضرور بناؤں گا اگر وہ غصہ نہ کر دیں، انہیں ہیں، مجھے غصہ نہ آ رہا میں سے ڈر گتا ہے۔

تمہیں... بابا بہت ہنس مکھ آدمی ہیں، بار بار بولی۔

جب تو بڑی اچھی بات ہے، میں بھی انہیں بابا کہہ سکتا ہوں۔

اس وقت فون کی گھنٹی بجی اور ستر ڈاکٹر لنگ چائے کی میز سے اٹھ گیا۔

بیلو... بیلو... وہ ماڈل سے سزا سنی رہی: آپ کون ہیں وہ شاید اس خراب ہے کہ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جی... کہ میں نہیں آتا... اس نے سر پر ہنڈھ دیا اور پھر شاید انکو انری کے بھر ڈرائیو کے اور وہاں لائن کی آخری کی ٹکائی ت کے لئے بعد پھر نیر پر واپس آئی... بار بار اور ایسا جانتے جانتے کے الگ جا بیٹھی تھیں

بار بار کے ہاتھ میں عمران کا فائل تھا اور وہ دونوں اس میں تصویریں دیکھ رہی تھیں اور فٹن باہر کے ستر سے ایک ستر زدہ سی آواز کھلی

ایسا فائل پر چھٹی تھی اس سے میں ستر ڈاکٹر لنگ نے چونکتے دیکھا

عمران سر جھکا کر ستر ڈاکٹر لنگ سے کہہ لکھ رہا تھا ایسا معلوم ہونا تھا جیسے وہ سمجھ لیا ہو کہ کمرے میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔

وہی... بار بار نے آواز دی اور ستر ڈاکٹر لنگ بھی اٹھ کر ان کے پاس پہنچ گیا۔

میرے خندا... اس نے بے ساختہ کہا اور عمران چونک کر

ان کی طرف دیکھنے لگا۔

مستر لنگ... مسز ڈاکٹر لنگ کی بیانی ہوتی آواز میں بولی۔

کیونکہ آج کے کچھ نہ کچھ سنی فائل اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا، اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ جلد سے جلد کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔

ہاں جی... عمران نے بڑے سعادت مند انداز میں کہا۔

بلکہ... کہہ نہیں... جم واقعی بہت اچھے آرٹسٹ ہے۔

بھنگے تھے۔

ماں بیٹیوں نے بے پرواہی سے کی طرف دیکھا۔ ماں نے باہر کو کھڑا اشارہ کیا اور وہ وہاں سے اٹھ گئی اور پھر وہ بھی ایسا کو وہیں

گھومنے کا اشارہ کرتی ہوئی چلی گئی عمران کا فائل وہ اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی عمران نے ایسا کی طرف دیکھ کر بولا۔

تم بڑھتی ہو۔

میں نانا کی تعظیم کا کورس مکمل کروں گی... اگلے سال یونیورسٹی میں داخلہ لوں گی۔

تمہیں متوری سے دلچسپی ہے؟

بہت زیادہ... مگر آپ نے یہ نہیں کہاں لکھا تھا؟

شاید پیرس میں۔

نہیں... آپ اچھے وطن کا نام نہیں بتا سکتے۔

سر وہ جگہ میرا وطن ہے جہاں میں رہتا ہوں تمہارے بابا اور جی

میرے بابا اور جی ہیں... میرے کوئی باپ نہیں ہیں، میرے بابا ہوتے تو

میں ان سے کتنا کہ ایک لڑا سیکھ لادوں۔

آپ لائے بڑے ہیں... ایسا ہنس کر بولی، لڑا سیکھ کر پڑھیں گے۔

اور... عمران کے چہرے پر ستر لنگ کے آثار نظر آئے... میں

مصلیٰ گیا تھا۔ پھر اس کی آواز دہراؤ ہو گئی... بات دراصل یہ ہے کہ بعض واقعات میں خود کو ایک خاصا پرتھوڑا کرنے لگتا ہوں اور... جملہ پورا ہونے سے قبل ہی بار بار اور اس کی ماں والیں آگئیں لیکن اب

مسز ڈاکٹر لنگ کے ہاتھ میں عمران کا فائل تھیں تھلہ بار بار بھی سنا لی ہاتھ تھی۔

پھر وہ تقریباً اسی دھن سے عمران کو ادھر ادھر کی باتوں میں

آگھائے رہیں اور اس دوران میں عمران بالکل بکھرا ہوا سا نظر آ رہا۔

اس نے ایک بار عمران سے اپنے فائل کے متعلق نہیں پوچھا تھا اور نہ

کابوہ دیکھا اور ایک طرف قامت آدمی کرے میں داخل ہوا۔ اس کی

موت نہیں تھی اور وہ پڑھ رہی تھی تب سے پڑھ رہا تھا وہ سب

کھڑے ہو گئے اور عمران کے خوف زدہ سا نظر آنے لگا۔ ایمانے اس کی

طرف دیکھا اور ہنس پڑی۔

جواب دیا ڈاکٹر لنگ نے بھانگے کا قتل ٹولا اور پھر سلاخوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔
 "ہیں سلاخوں پر چڑھ کر دوسری طرف جانا پڑے گا" اس نے کہا جیسا تم میرا ساتھ دو گے؟

وہ اس طرح سنجیدہ نظر آنے لگا جیسے اس کے ہونٹوں نے برسوں سے مسکاکرٹ کی شکل بننے لگی ہو۔

نشست کے کمرے میں دو الماریاں تھیں اور ایک کھینے کی میز بھی نظر آ رہی تھی، یہاں ڈاکٹر لنگ ایک ہانگ پیسے سے بھی زیادہ طربھ گیا۔ وہ میز پر رکھے ہوئے گاغذات پر لٹ پڑا تھا۔ کچھ دیر تک میز پر بھگا رہا پھر الماریوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عمران کے حلقے سے ایک خوشخبرہ سی آواز نکلی۔ ڈاکٹر لنگ اچھل پڑا اور دائرے میں چار آدمی نظر آ کر تھے، جن کے چہروں پر سیاہ نقاب تھیں، اور ہاتھوں میں ریلوے اور۔۔۔ یہ کہنا فضول ہی ہو گا کہ ریلوے کے فرنگ آن دوڑوں کی طرف تھے ڈاکٹر لنگ نے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔
 "ہاتھ ہاتھ اور ہاتھ ہاتھ ایک نقاب پوش نے گرتے ہوئے کہا۔
 ڈاکٹر لنگ کے ہاتھ اور ہاتھ نے عمران پیسے کی طرح کھٹا
 آکھیں بھلا لڑائی نہیں ٹھوڑا رہا۔
 "کیا تم نے سنا نہیں؟ نقاب پوش نے عمران سے کہا۔
 "میں کیا ہے؟ عمران بڑی سنجیدگی سے سر ہلکا رہا۔
 "اپنے ہاتھ اور ہاتھ دو۔
 عمران نے یہ ہاتھ اور ہاتھ اٹھایا۔

یقیناً... کیا میں پہلے چڑھوں؟ عمران ٹولا۔
 "نہیں پہلے میں جاؤں گا۔ ڈاکٹر لنگ نے کہا اور پھر ایک بڑے چڑھ کر دوسری طرف گیا وہاں میں آ گیا اس کے بعد عمران نے بھی یہی کیا، پھر وہ ایک روشن طے کر کے برآمدے میں آئے، یہاں گہری تاریکی تھی یہاں ہی صدر دروازہ مفل تھا۔ ڈاکٹر لنگ نے کھانہ تم بھانگے پر نظر رکھنا، میں نقل کھولنے جا رہا ہوں۔"
 میری نظر بھانگے پر پڑی ہے یا پاپا لیکن اگر کسی نے چڑھ کر ہمیں گلی مار دی تو مجھے بے حد افسوس ہو گا۔ آپ خود سوچیے؟
 تم ڈرو نہیں... ڈاکٹر لنگ نے کہا لیکن اس کی آواز کا تب رہی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ کسی آواز سے نقل کھولنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔
 "نہیں کھٹا۔ اس نے تھک ہار کر کہا۔
 "اچھا اب یہاں آجائیے میری جگہ پر؟ عمران بولا۔
 "کیا تم کھول سکتے ہو؟
 "مشکل سے آدھا منٹ صرف ہو گا۔"
 "تو آؤ... ڈاکٹر لنگ بولا۔
 یہ حقیقت ہے کہ عمران نے آدھے منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیا۔

وہ دونوں... نقاب پوش پھر گر جا۔
 "پھر میں وہی ٹانگ کیسے صاف کروں گا؟ عمران نے بھولے بندے سے کہا: مجھے "کام ہو گیا ہے۔"
 "میں گولی مار دوں گا... ورنہ دونوں ہاتھ اٹھانوتے"
 "میں تو نہیں! ہتھکڑی کا تم گولی مار دو۔" عمران نے کسی ضدی پتے کے سے انداز میں کہا۔
 "ہاتھ اٹھا دو۔ ڈاکٹر لنگ نے کہا۔
 "اچھی بات ہے یا پاپا؟ عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔
 "آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کروں گا، ورنہ چار کیا چار سو رہا اور وہی میرے ہاتھ اور ہاتھیں سے جا سکتے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا دیے۔
 "تم لوگ لوگ ہو؟" نقاب پوش نے دو چار قدم آگے بڑھا کر کہا۔
 "م... میں... عمران سکھایا: "ٹوٹی نام ہلنڈ۔ ایک کوشش اور ٹٹ اور یہ پاپا۔"
 "بہشت۔ تم خاموش رہو۔ ڈاکٹر لنگ بڑبڑایا، پھر نقاب پوشوں سے بولا: تم لوگ اپنے متعلق تو تو ہوتے ہو کیونکہ تم نے اپنے چہرے بھی چھپا رکھے ہیں۔"
 "کیا تم وصیت کے لیے جی رہنا چاہتے ہو؟ نقاب پوش نے طنز سے لہجے میں کہا۔

جلد چلیوٹ ڈاکٹر لنگ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کچک پاتی ہوئی آواز میں بولا: تم بہت ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو۔
 ریلوے میں پہنچ کر ڈاکٹر لنگ نے ایک چھوٹی سی ٹارگ روشن کر لی اور وہ دونوں آدمی کی روشنی میں آگے بڑھے رہے۔
 "ابھی زیادہ تر گزے خالی ہی نظر آتے پوری عمارت میں صرف دو ایسے کمرے تھے جن میں کچھ سامان دکھائی دیا تھا، ان میں سے ایک تو سولے کا کمرہ معلوم ہوتا تھا اور دوسرا نشست کا۔
 ڈاکٹر لنگ سر سے پہلے خواب گاہ کی طرف متوجہ ہوا اور دروازے کی دیر میں وہاں گسارا سامان انٹ پلٹ ڈالا۔ کسی عورت کی خواب گاہ معلوم ہوتی تھی کیونکہ وہاں انہیں مردانہ ملبوسات نہیں ملے، زنانہ کپڑے البتہ برآمد ہوئے اور وہ کسی یورپین ہی عورت کے ہو سکتے تھے۔
 پھر وہ نشست کے کمرے میں آئے، عمران نے زجانے کیوں مسکرا رہا تھا لیکن جب بھی ڈاکٹر لنگ کی نظر اس کی طرف اٹھتی

"مار ڈالنے کی دھمکیاں میرے لیے کوئی وقت نہیں رکھتیں۔ ڈاکٹر لنگ لاپرواہی سے بولا: "دو پیسے تمہاری بہتری اس میں ہے کہ مجھے نگارسیا کا پتہ بتا دو۔"

"... تم لوگ... نقاب پوش نے ایک طویل سانس لی اور خاموش ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ دفعاً اس نے اپنے ساقیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ آئی سرت سے ہا پر عمل کر ڈاکٹر لنگ کو کہہ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی ملا کہ اسے ہوش اس وقت آیا جب اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور نقل میں کئی ٹھوسے کی آواز نے قہ سے پاگل ہی کر دیا وہ دروازے کی طرف جھینسا اور اسے دوڑوں ہاتھوں سے پھینک گیا... مگر بے فائدہ دروازہ باہر سے قفل کیا جا چکا تھا۔

"ہاتے پاپا... اب کیا ہو گا؟" عمران کرا رہا۔
 نگو پاپا بے چارہ کیا جواب دینا، وہ خود ہی سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔
 "میرے اپنے کہاں لاکر بھینسا دیا؟" عمران نے کھیر کھیر ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے وہ رو رہے گا۔
 "مگر ہرگز! کے۔" مگر ڈاکٹر لنگ مضطربانہ انداز میں بولا: کوئی زندگی موت نکال ہی آئے گی؟

"مکنتی درمیں لنگ آگے لگا؟"
 "خاموشی بھی رہو۔ ڈاکٹر لنگ کھٹکھٹا گیا۔
 "اسے واہ؟ عمران ہاتھ جاکر بولا: "پہلے چروں کی طرح یہاں مجھے پہلے اس طرح جو ہے دان میں پھینس گئے۔"
 "لوگ کے خدا کے لیے خاموش رہو۔ مجھے سوچنے دو۔"
 "سوچو۔ عمران ٹراسا منڈ نہیا کر بولا۔
 "دس منٹ گزر گئے لیکن ڈاکٹر لنگ سوچتا ہی رہا۔
 "اوں ہوں؟ عمران سر ہلکا رہا بولا: "تم نہیں سوچ سکتے پاپا، اب مجھے سوچنے دو؟"

"میں نے کب متنا کیا ہے؟" ڈاکٹر لنگ پھر کھٹکھٹا گیا۔
 "تو میں کچھ سمجھے تو مجھے بغیر کیسے سوچوں گا؟ یہ چارسیا کون ہے؟ جس کے متعلق تم نے ان لوگوں سے پوچھا تھا۔"
 "نگارسیا... ڈاکٹر لنگ نے سمجھنے کی وہی طے ہی جس کی تصویر تمہارے ناکل میں تھی، اس نے تمہیں اپنا نام غلط بتایا تھا۔"
 "ہائیں... بہنیں... عمران نے حیرت ظاہر کی۔
 "سزا لڑنے اس نے نہیں اپنا نام غلط بتایا تھا۔"
 "کیا وہ کوئی چور لڑکی تھی؟"
 "ہائیں... ایسا نہیں ہے۔"
 "مگر اس طرح یہاں کیوں رہتے تھے؟ کیا وہ تمہاری ممبر ہے پاپا؟"

مفقول باقی رکرو۔ وہ لہجے کی تہزادی ہے: اسے ہاپ سے۔ عمران دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام کر فرش بیٹھا گیا۔

"کیوں کیا ہو گا؟"
 "تہزادی تھی... میرے خدا میں نے اُسے گاڑی سے گود میں لے کر ہمارا تھا۔" عمران اس ہی طرح کا بننے کا بھیہ جاؤا دے کر کھار آ گیا۔
 ڈاکٹر لنگ ہنسنے لگا پھر عمران کا شانہ پتھقا کر اُسے فرش سے اٹھا کر ہلا دیا۔ وہ تھجوری تھی غمخیز نہیں، تم اتنے دکھلا سکیں جو ہے۔
 "اب مجھے یاد آیا، نگارسیا... عمران نے تھک چوٹلہ زبان بھر کر بولا: وہ یہاں سرکاری دفتروں پر کئی ایک بک گورنمنٹ آڈٹ سے غائب ہوئی شاید میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا مگر اخبار میں یہ بھی تو تھا کہ تہزادی لوگ کوئی تھجور کرنے کے لیے بد مشاق ہے، لیکن ہے اس نے اس لیے رو پڑا؟ اختیار کیا ہو اور کہ دونوں ہاتھوں پر جو جائے۔"

"ہاں، اخبارات میں یہی خبر آئی تھی... لیکن... لیکن کیا...؟"
 "حقیقت کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔"
 "حقیقت کیسے پاپا... ڈاکٹر...؟"
 "وہ تہزادی تھی، جاسکتی تھی نہیں بتائی جاسکتی۔"
 "پھر... میں کیسے کچھ سوچ سکوں گا؟ پتہ نہیں دوں کہ واپس آکر کس طرح پیش آئیں؟ عمران نے ہلکا سا انداز میں کہا اور ڈاکٹر لنگ کچھ سوچنے لگا۔
 "پاپا، پاپا، پاپا، تہزادی میں ہے میرے اسے تلاش کرنے میں مدد سے سکوں ورنہ تم اس اجنبی ملک میں تنہا کیا کر سکتے؟"
 "تم ہی کیا کر سکتے؟ تم دیوانے لڑکے۔"
 "کچھ نہیں، عمران سر ہلکا رہا بولا: "میں تو اس لیے پیدا ہوا تھا کہ تمہارے ساتھ مار ڈالنا ہوتا ہے، تم کبھی سوچا پاپا، کیا وہ لوگ ہماری دعوت کا انتظار کرنے گئے ہیں۔"

ڈاکٹر لنگ بھر کچھ سوچنے لگا، اس کی آنکھوں میں اُٹھن کے آثار تھے۔ "آؤ... اس نے تمہاری دیر لہو کہا، جو سکتا ہے وہ لوگ مجھے زندہ چھوڑیں اور تم کسی طرح ہی سکوں، اس لیے میں تمہیں مردانوں کا ہمراہ کر کے میرے ملک کے سفر کران حالات سے آگاہ کر دیتا۔"
 "بالکل قفل، تم مظنن رہو پاپا، میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتا ہوں۔"
 "میں یہاں آنے سے قبل بادشاہ کے محافظ سے کا کتا بڈر تھا اور شاہی محل کے مختصر اڑوں کا علم رکھتا تھا۔ میرے ایک ماتحت آفیسر لیٹن راگون کی نگارسیا سے محبت میرے لیے پلڑی تھی وہی تھی خود نگارسیا بھی اس پر جان دیتی تھی۔ میں نے راگون کو بہت کھمایا کردہ اس خط سے باننا چاہئے لیکن اس نے بڑی نہیں گھائی کہ وہ

سب کے غلط ہے اس کا شہزادی نگار سیا سے کوئی تعلق نہیں تھا خواہش ہوگی لیکن میری آنکھیں بہت کم دیکھتی رہی اور شہزادی بھی اس کے لیے پاگل ہو رہی تھی اور شاہی خاندان کے کھانا وغیرہ کو اس کا علم ہو گیا اور اگر کوئی ملک بلکہ کرنا یا گئے شہزادی بہت دھڑکی مگر یہ سنا ہی خاندان کے وقار کا سوال تھا۔ اور میں نہیں بتاؤں۔ جس دن شہزادی یہاں سرکاری دوشے کے لیے پہنچی تھی راگرن گئے دکھائی دیا تھا۔

یہاں۔ ۱۰۔ عزان نے حیرت سے پوچھا۔

یہاں۔ یہاں لیکن میں یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ اتنی بڑی بات بھرتی ہوگی میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا شہزادی شاہی خاندان کا وقار اس طرح خاک میں ملانے لگا۔

مگر پایا۔ ۱۱۔ اپنے ذہن کو اس بات سے کبھی نہیں مطلع کیا ہے

برائی کے خیال سے میں نہیں جانتا کہ ہمارا شاہی خاندان ساری دنیا میں بڑا نام چلتا ہے۔ اسی لیے اسے شہزادی کی اختراع کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ ہم اسے پالنے میں کامیاب ہی ہو جائیں اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اگر کوئی جہاں کہیں بھی لٹو یا اسے بے دردی قتل کر دوں گا تو تم نتیجہ صحیح حالات سے کسی کو بھی آگاہ نہیں کیا گیا۔

نہیں۔ تمہارے یہاں کا حکمران سراسر سانی بڑی ذہین ہے مگر کہہ رہا ہے لیکن اسے بھی صحیح حالات کا علم نہیں ہے اور اسے میں تم پر اعتماد کرتا ہوں تم میرے ملک کے شہر کے علاوہ اندر کسی جہاں اس کا تذکرہ کرنا وہ جو کچھ مناسب سمجھے گا کہ ہے۔

بہت ممکن ہے کہ وہ یہاں سے چلے گئے ہوں۔ عزان نے کہا۔

نہیں یہ ممکن ہے وہ ایسے وقت میں اس شہر سے بھی نکلنے کی ہمت نہیں کریں گے جب کہ ان کے لیے اتنا سنگھم ہر با ہو گیا ہے

سارے ملک کی تحفہ پسند حرکت میں آگئی ہے اور پھر راگرن کو اس طرح کھانے کی ضرورت ہی رہا ہے۔ وہ میک آپ کا ماہر ہے۔ شہزادی کی صورت بدلنے کا اور اپنی بھی جب سنگھم فرود ہو جائے گا تو دونوں چپ چاپ کسی طرف نکل جائیں گے۔

شہزادی کی تصویر تو ہے میرے پاس۔ عزان کے سوچتا ہوا بولا۔

لیکن راگرن کی تصویر بھی میرے پاس ہے۔

ہاں میرے پاس ایک گروپ فوٹو ہے جس میں وہ بھی جوڑے ہے۔

چھوٹا پایا آپ مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

کیا مطلب ہے ڈاکٹر تک جو تک کر کے ٹھونکنے لگا۔

اور۔۔۔ مطلب یہ کہ یہاں سے نکلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

کیسے؟ کیا کوئی ممکن ہے باہر زیادہ آدی موجود ہوں؟

بہر حال مت کمر۔ پایا میں اپنے وقت کا ہرگز نہیں ہوں۔ اس دروازے سے جا کر اگلے کھانے تک دوں گا۔

وڑکے۔۔۔ سب اب خاموش رہے۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔ میں تو جہاں کی طرح مرنا پسند نہیں کروں گا۔

سوچو۔۔۔ عزان کا نام شروع کرنے جا رہا ہوں۔ عزان دلیار پر ہاتھ دیکر کہہ رہا ہوں کہ شروع نہ لگا۔ پھر دیکھتے دیکھتے وہ دروازے کی طرف مڑا اور اس وقت ڈاکٹر تک کی حیرت خالی دید وہ تھیں جب عمران کی ایک ہی طرف سے وہاں جو کچھ سمیت اچھل کر راہ داری میں جا چلا۔ عزان نے بھی راہ داری میں چھلانگ لگانے کی۔

پایا۔ ڈیرے اس نے راہ داری سے ڈاکٹر تک کو آواز دی۔

موتوچ کے ہوتو تو۔۔۔ کرنا ڈاکٹر تک کو آواز دینا ہر گنا۔

میلو۔ چپ چاپ نکل چلا۔ ڈاکٹر تک نے مسکرائی۔

نہیں۔ میں تو یہاں کھڑا ہوں ایک گیت گاؤں گا۔ پایا میں بیسیویں صدی کا ہر کوئی نہیں ہوں۔

چلو۔ ڈاکٹر تک کا بازو کچھ کھڑکھڑا کر اسے والی دلیاری کی طرف کھینچ لگا۔ عزان نے اسے خلاف چہرہ دہم نہیں کی۔ صدر دروازہ بھی باہر سے بند ملا لیکن وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آگئے۔ شاید وہ ہمارے متعلق کسی کو اطلاع دینے گئے ہیں۔ ڈاکٹر تک بولا۔

ہو سکتا ہے کیا ہم ان کا انتظار کریں گے؟ عزان نے پوچھا۔

تم طاقت و رموز پر موقوف ہو جانے والے؟ ڈاکٹر تک نے کہا۔

چلو اب یہاں مظہر موت ہی کو دعوت دینا ہوگا۔

اچھا تو ہو۔ میں تو وہی کروں گا جو تم کہو گے۔

دو دن چھانک سے گزرتے ہیں آج اسے اور متوڑی ہی دیر بعد ان کی کاپی بڑی ڈاکٹر تک عمران کو اپنی کاپی کے طرف سے جا رہا تھا

تقریباً گیا۔ وہ بچے شب کو عمران اپنے فلیٹ میں پہنچا اس نے مین اسٹریٹ کے الٹرا ڈیوٹی قیام کا کارڈ نہیں کیا تھا۔ اسے فیاض کی طرف سے خدشہ تھا کہ اس نے وہاں کچھ گروپ فوٹو بھی کرائی ہوگی۔

یہ عزان کی کامیاب رات تھی اور وہ کافی مسرور نظر آ رہا تھا اس نے ذہن پر بیگ زبرد کے لمبے کرائی تھی۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

تم بہت اچھے رہے بیگ زبرد۔ تم نے جس خواہش کوئی سے اس دروازے کو کھینچ لیا تھا اس کا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے طاقت زیادہ نہیں لگتی پڑی تھی۔

میں ذرا متاثر تھا کہ کوئی تمہارا نہ رہا ہو۔ بیگ زبرد نے کہا۔

تم بہت اچھے رہے مگر تمہارے ساتھ تین آدمی لوگوں تھے۔

صدر دروازے پر اس لیے وہ تین لوگوں کو بھی معذوری سکھانا چاہتا ہے۔

وہ ہے چاہے مجھے اگلی سبھی ہے بلکہ میں نے اگلی سبھی کی حیثیت سے نہیں فون کر کے اس کا کہہ لیے طلب کیا تھا۔

بہت اچھے ابا نیا نیا کیا کیا ہوا؟

فیاض۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ جب وہ ڈاکٹر تک کی پارٹیشن داخل ہوا تھا اس کے جسم پر کئی گندے اٹلے لٹ گئے۔ پھر شاید وہ مہنگے کرنے کے لیے چپ چاپ والیں جھلائے۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹر تک کو گھسی ایلٹرا ڈیوٹی کے سفارت خانے کی ٹیلفون اسٹیشن خراب کر دی۔

گٹھ۔ میں تمہیں بہت پسند کرنے لگا ہوں بیگ زبرد۔

مہرا نے آپ کی جناب! مگر کیا آپ مجھے اس رات میں شریک رکھیں گے؟

مفروضہ۔۔۔ میں نہیں اس ہم کا پتہ نہ تھا چکا ہوں۔ سنو یہ سب کچھ میں نے ہی کیا تھا کہ نگار سیا کے متعلق ان حقائق سے واقف ہو سکی تھی کامیابی حکومت کو نہیں ہو سکتا۔ مجھ کے سفارت خانے ہی سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ کئی ڈاکٹر تک انرا گٹھ کے سٹیلے میں زنی فیاض بات جانتا ہے لہذا مجھے اسکی زبان کھولنے کے لیے اتنا کھراگ کرنا پڑا۔

کیا وہ بات آپ نے معلوم کر لی؟

تھیں۔ عزان نے کہا اور ڈاکٹر تک سے جو کچھ بھی معلوم کر سکا تھا وہ بھرا دیا۔

موتوچ آپ کا کام تھا جناب۔۔۔ اور کسی سے یہ نہ ہو سکتا۔ بیگ زبرد بولا۔

اب ڈاکٹر تک میرے ہنچے سے نہیں نکل سکتا۔

مگر اب وہ اس عمارت کے پچھلے فرور پڑ جائے گا۔

میں نہیں وہ اتنا احمق ہی نہیں ہے۔۔۔ وہ اس حکومتی ہے کہ اس بات کے پھیلنے سے پہلے ہی پینٹیں لگوں تو تلاش کر کے تھکن کرے۔ ہاں دیکھو بیگ زبرد شہزادی اصل شخصیت میرے دوسرے ماتحتوں پر نہ ظاہر ہونے چاہتے۔

نہیں جناب اتنی اسکا ان ایسا نہ ہونے دوں گا۔ معلن رہیں۔

وہی تو تین تمہاری طرف سے معلن ہوں گے۔

ہاں تو کیا اب آپ ایلٹرا ڈیوٹی میں جاؤ گے؟

ایلٹرا ڈیوٹی میں جا کر ان کا مقصد مل ہوگی۔ میں تو اب ڈاکٹر تک کی کوشش ہی میں قیام کروں گا۔

جی۔۔۔ بیگ زبرد کے لیے میں حیرت تھی۔

ہاں یہ ایسی باتیں سن رہے۔ وہ کتنا ہے کہ وہ اسے بھی معذوری سے بے حد دلچسپی ہے اس لیے وہ تین لوگوں کو بھی معذوری سکھانا چاہتا ہے۔

بہر حال تم مجھے معلوم کر کے تاکو فیاض نے اسے اس پر زور نہیں دیا بلکہ اپنی ہی باتوں سے گھٹنے کے اندر اسے اس کے تانا بانوں سے

مظہر۔۔۔ گارڈین اس تک نہ پہنچ سکا ہوا کچھ ہی کسی ایک ٹیلفون بڑھتے سے مطلق کرنا چاہتا ہوں کہ قریب ہے۔

بہت بہتر جواب۔

عزان نے سلسلہ متعلق کر دیا پھر میں منٹ اندر ہی اس نے بیگ زبرد کی کال لے لی کہ وہ کمر ہوا تھا۔

میں جناب! سزا میں تک فیاض نے ان باتوں کو نہیں سمجھا سکا۔

بہت اچھا۔ تم وہ نہیں ڈاکٹر تک بڑھتے ہو بلکہ ایلٹرا ڈیوٹی میں اسکا ان والے سے متعلق ایسا ہی سامان دانش سزا میں لیا تھا وہاں جا کے

بہت بہتر جواب۔

موتوچ میں نے کہا کہ مڑا مڑا کے چلنے سامان مل گیا ہے۔ عزان نے کہا اور سلسلہ متعلق کر دیا پھر اس نے سزا میں اس کے ٹھکانے کی دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ وہ شاید یہاں تک لپٹے آئے ہیں موجود تھی۔

کیا کچھ نہیں۔ عزان بولا۔ میں نے سزا میں اس کے آپ کو تکلیف دی ہے۔ اتنے سے کمرے ایک جیالے گئے ہیں تو انہیں نہیں پہنچاتا لیکن وہ جوتے میں کہیں ہے اور ہمارا تلاش میں ہوں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کم لوگ سمجھتے تھے شاید تم نے کبھی اس میں شریک نہ ہو سکو۔ یہ تھوہ کس دوسری طرف سے ڈاکٹر تک جو کچھ تھا۔ کچھ نہیں۔ میں یہ سب کچھ ایسے یاد کروں آپ ہی بتائیے۔ میں زیادہ کہیں نے باقی سالہ سے میلے سے شریک کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ کچھ میں طرف لٹا ہی تھی۔

آپ کو مبارکباد دیتی ہوں مڑا مڑا ہنرت

اگر اس بات کی مبارکباد دیتی ہوں۔

میں ہی کہہ آؤں آپ اپنے آدمیوں کو بھیجتے گئے۔ مجھے یہ معذرت چاہیے مڑا مڑا ہنرت۔ مگر کیا آپ کبھی نہیں جانتے رہیں گے؟

موتوچ میں آپ کو کبھی نہ کھلا سکوں گا۔ وہ دیکھتے میرے چچا اپنے سیکرٹری کو آپ کے پاس راہ داری میں میرے ذمے آپ کی جو رقم ملتی ہے اس سے وصول کر کے میرا سامان دے دیئے گا۔

اور۔۔۔ رقم بھرا گئے آپ سے کچھ ایسی ہی انیسیت ہوئی تھی،

میں۔۔۔ آپ کو بھروسہ ہے کہ میں بھی خود کو بہت زیادہ منعم محسوس کر رہا ہوں۔ عزان سمجھتی ہوئی آواز میں بولا۔ پتا چنی محبت مجھے سوشل باور ہے گا۔

بہر حال اگر میری ذات سے سمجھ کر ہی تکلیف پہنچی ہو کہ خدا رعا معاف کر دیکھے گا ویسے آپ کو بارگاہ اپنے کئی طرف سے سمجھتی ہیں۔ موتوچ نے کہا اور آواز آئی

میں۔۔۔ تمہیں عزان کی آواز ملتی میں سمجھنے لگا اور ایسا معلوم ہوا

جیسے وہ درازیں مارا کر گرتے نہ لگے۔ اس نے بھی جیڑا آپ بائیں ہاتھ کی گینے
 ندرت سے، پھر واپس آجھاؤں گا آپ کے علاوہ اور کون میری ہی ہوسکتا ہے۔ ویسے
 چپا کچھتے ہیں میری اور دوسرے پاپا پتا راب ٹیکر میں ہیں۔ مصلحتاً بتائیے میں کسے
 بیٹوں کروں۔

• منہ پیٹے، تم جی کے ساتھ آجیں جاؤ، میں تمہارے لیے ہیشہ۔ ما
 کر رہوں گی، خدا تمہاری یادداشت، واپس کرنے۔

پھر سرٹھ سے ہی نے سلسلہ متعلقہ زیادہ عمران کیسے روکر کہ کچھ ہی ہنس
 خشک کہنے لگا۔ یہ کوئی طرح اٹھلکھا کہ نہ، بڑا ساتھ ہی باگوں کا لہر بڑھا
 بھیگا، میر پشہ۔ میں کی کہوں نہ، ہر گز نہیں خدا صاف کہے۔

چھوٹے وہ خاموش نظر آ رہا، پھر اس نے نیانے کھڑا ڈال کیے۔
 ہیلوں۔ دو دوسری طرف سے کچھ درجہ کا ڈانٹا۔

• میری یادداشت واپس آئی ہے، سو بھریاں۔ عمران نے بہت
 زیادہ سرور لیتے ہیں کہا۔

• میں تمہاری بڑا ایک ہیں ڈالوں گا۔
 • پھر لوگ نہیں سو رہا، ان لوگوں کے اور نہیں مرے وہ لایا یادداشت
 واپس آئے کے بعد لہر ہے کہ اپنے فیصلے میں واپس آئی کیوں گا۔

• اور وہی کلیٹ تمہارے لیے تہم جن مانے گا، تمہارے باپ نے
 کہہ دیا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو اسے گولی مارو، سسر کا نام معاملات
 میں کسی بھی مداخلت رہنا نہ تو نہیں کی جا سکتی۔

• میرے خدا، اچھا یہ تو بتاؤ اگر تم نے گولی مار دی تو بڑی ہی تہم تو
 نہ ہر جا میں گئے۔ مجھے یاد نہیں کہ باپ کے مرنے سے بچے تہم ہوتے ہیں یا پھر
 کے مرنے سے باپ۔

• وہ بچوں کا ڈیکھوں گا کہ تم روتا رہے زبان چلا سکتے ہو۔

• زبان سے زیادہ ہاتھوں کا رتنا ہے سو بھریاں، تپ دل چاہے آنا تو
 عمران بولا، آج کیلئے بیگ میں کئی ڈال نام لڑھکا، ٹھیک گیا، دن کا پانچ منٹ پر
 میری یادداشت واپس آئی، اور میرے اچھے طرح یاد آئے، یہ کہ میرا نام دراصل
 میرا ٹھکانہ ہے اور میں ڈاکٹر ٹھکانہ کا بیٹا ہوں، کئی ڈاکٹر ٹھکانہ، تم سمجھتی ہو نا؟
 • خوب سمجھتا ہوں، یہ فیاض کی آواز سے بالکل صاف ظاہر ہوا، ہاتھ کا
 وہ دانت؟ کہہ لیا، اور تم میری ہاتھ رکھ کر رو گئے۔

• مگر پھر سوچیں ہی... یہ بیٹھ کر ہاتھ رکھ کر دوتا ہوں تاکہ دوسرے
 پر کوئی جملہ اثر نہ ڈالے، سہاں سوتھیں کیسے ڈاکٹر ٹھکانہ کی کوئی بھی پر ہوں گا، اس
 بیٹیا مصلحتاً۔

• فری خدے کہہ کیے تیرے دوسری طرف سے سلسلہ متعلقہ کر دیا۔ عمران کے
 یوں نہ ایک شہر سے سسٹما ہٹ سکتی۔

• دوسری صبح کیٹھن فیاض کے لیے شام نہ خوس جس کی کو کہ جیسے ہی اس

نے آتش میں قدم رکھا، اسے ڈاکٹر عزیز صاحب کے خلاف میں اپنی طلبی
 اطلاع ملی لیکن نہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی بنا پر اس صبح کو فیاض نے
 نیے مخصوص خرابی یا جانا۔ بات دوسری ہی تھی جس پر اس کی طرح عمر کی
 ڈاکٹر عزیز کلن صاحب نے کہا: • وزارت خارجہ کی طرف
 مجھے ہدایت ملی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے سلسلے میں میڈیکل قلمی خاموشی اختیار
 کر لے۔

فیاض کی آنکھیں جھرت سے پھول گئیں اور سب سے پہلے
 اپنی شکست کا خیال آیا، پچھلی رات اس نے عمران کو جو دھمکیاں دی تھی
 اب انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکا گے۔

• بہرحال، عمران صاحب پھر بولے: اب کس کو بالکل ختم کر دو
 یہ عالمی سمجھ نہیں آ سکا۔

• میں سمجھتا ہوں، • فیاض تمہاری بولی آواز میں بولا۔
 کیا سمجھتے ہو؟ رات دن صاحب نے گھومنے لگے۔

• عمران...
 کیا کہا اس سے؟ • عمران صاحب نے بڑا سا منہ بنایا، • عمران
 کیا حقیقت ہے۔ یہ فریڈ جارج کا حکم ہے، سسر سلطان کا نہیں پورا شرا
 گدھے سے کام لیتے رہے ہیں۔

• آپ یقین کریں یا نہ کریں جناب، عمران کے علاوہ کسی کی حرکت
 نہیں ہوسکتی، وہ کہہ کر ڈال نام لڑھکا، آج اس کا ہمیشہ ٹھکانہ ہے او
 وہ خود کو کئی ڈاکٹر ٹھکانہ کا بیٹا ظاہر کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ آج صبح سے
 مستقل طور پر بائیں کی کوئی میں شرفت کر گیا ہے۔

• عمران صاحب اس انداز میں اسے گھومنے لگے جیسے اس کی اس
 کپاس پر یقین نہ آیا ہو پھر انہوں نے کہا۔

• تم میرے آتش میں بیٹھ کر فریڈ نے دارا گھنگو کر رہے ہو۔

• اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے نہیں سے فون کروں۔

• کرو، بہرحال صاحب نے غیر ارادوی طور پر کہا۔

• فیاض نے آٹھ نو ڈاکٹر ٹھکانہ کے نمبر ڈال کیے، دوسری طرف سے
 بولنے والی کوئی لڑکی تھی۔

• کیا سٹر فون نام زیادہ ہیں موجود ہیں۔
 • جی ہاں۔

• ذرا انہیں بڑھلا دیجیے۔
 • ہولٹ آگ لیجیے... دوسری طرف سے آواز آئی۔
 • فیاض اٹھا کر تیار ہوا، پھر دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔
 • ہیلو۔

• عمران کی ڈاکٹر عزیز صاحب تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

• غلطی ہے فیاض، تم کو یاد آتی ہے کہ وہ برادری ہے جو کہ مجھے متعلقہ
 ہے، لگتا ہے اس طرح تم ہی نہ رنگ ہیں نہ برادری مصلحتاً
 فیاض نے ریشور رحمان صاحب کی طرف بڑھا، دارا، عمران پرستور
 کہا اس لیے کہا، تمہیں نہیں تھی، یہی کیا کہ ہر ہاتھ رکھ کر نہ رونا پڑے،
 ویسے میں اسے مشورہ دوں گا اگر وہ تمہارے سسر پر ہاتھ رکھ کر نہ
 نوبت ہے۔ تاکہ تمہیں کچھ احساس ہو جائے تہی ہی کیا۔

• کیا یک رہا ہے؟ • عمران صاحب غرا گئے۔
 • اور... رہا ہے، یہی ڈیٹی۔

• وہ ماں تیرے کیا نام؟
 • میں نے ایک چپا کا کسٹن کر لیا ہے ڈیٹی اور وہ بیگہ کا ماشندہ

• ہے، اب بارادہ ہے کہ آگے سال والی رات کا ماش میں بالینڈ جاؤں۔
 ویسے والدین مجھے بالکل بند نہیں ہیں۔

• میڈی ڈیٹی سوا سن ان عمران صاحب نے کہا اور سب سے ایک
 جھٹکے کے ساتھ کڑیل میں ڈال دیا، ان کا چہرہ دھتے سے سرخ ہو رہا تھا

• وہ فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ لاکر بولے: • جاؤ۔
 فیاض بھی... گیا تھا۔ وہ چپ چاپ اٹھا اور باہر نکل آیا۔

• ڈاکٹر ٹھکانہ کے مرنے میں مل رہا تھا اور عمران اتھا، انڈاز میں ایک
 عمر کی ہوشیار آتش دان کو گھوم رہا تھا۔ وہ فضا کو کئی ڈاکٹر ٹھکانہ کے
 بولا۔ • تم جانتے ہو... میں نہیں جانتا کیوں لایا ہوں؟
 • نہیں پایا، • میں کہا جاؤں۔
 • تاکہ تم کسی سے مل نہ سکو۔

• میں ویسے ہی ایک کسی سے فضا ہوں... مجھے اتنا وقت ہی
 نہیں ملتا کہ سن سے سن سکوں۔ • کیا کا ہاتھ بہت اچھا ہے، وہ بہت بولڈ

• ایک جھپٹا ریشٹ بن سکتی ہے، میں دن رات اس کے ساتھ محنت
 کروں گا، آپ مطمئن رہیں۔

• ٹھیک ہے، تم اسے عورتی کی تعلیم دے سکتے ہو لیکن اس
 گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتے۔

• ارے کیوں؟ • عمران تھکے نظر آنے لگا۔
 • تم ایک بہت جلد سے راز سے واقف ہو گئے ہو، غلطی میری ہی تھی۔

• آؤ میں اسے اتنا نہیں کیوں ہوگی؟ • مجھے وہ راز تم پر ظاہر نہ کرنا چاہیے تھا،
 • وہ اب بھلا ہی ہے... پایا، • میں اس سے کہنے جا رہا ہوں، • عمران

نے سعادت مظنا انڈاز میں کہا۔
 • مگر ڈاکٹر ٹھکانہ اس کے جواب پر دھیان دینے لگا، بول لایا، تمہیں

• یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، گھر کا سا آرام محسوس کرو گے، لیکن تم سوقت
 تک یہاں سے نہیں نکل سکو گے، جب تک نگار یا کا سرخ نہ مل جائے:

• جیسے ہی... عمران سسر لاکر دارا اس میں لیکھا نصائح سے میرا ویسے
 میں نہیں جانتا کہ آسان دیکھوں، مگر اس میں مجبوروں کی بنا پر مجبور ہونا ہی پڑتا ہے
 میں ایک کسٹن آڑھٹا ہوں نا۔

• تم دھوکا تو نہیں دو گے؟ • ڈاکٹر ٹھکانہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
 • نہیں... مصلحتاً ہی پایا، دو کھوکھو کا دھوکا نہ گا۔

• تمہاری گھڑائی کے لیے ہر وقت یہاں دو مسلح آدمی موجود ہیں، گم
 باہر نہیں جاسکتے، اور اگر تم نے اس کی کوشش کی تو نتیجے کے ذمے دار خود
 ہو گے۔

• آپ کے کامان وہ فون آؤں گا تو تکلیف دے رہے ہیں؟
 • ڈاکٹر ٹھکانہ کوئی جواب نہیں دینے پھر کمر سے چلا گیا۔

• عمران کے ذہن تار ہا، اس کے خواب رخیال میں ہی ہے بات نہیں تھی... کہ
 ڈاکٹر ٹھکانہ اس طرح پیش آتا تھا، مگر وہ بھی عمران تھا۔ وہ کسی طرح

• بھی خود کو بے بس نہیں محسوس کر سکتا تھا، ماہر کی اس کی شہرت میں عمران
 تھا، وہ فکرمند ہونا گناہ اس نے جب سے بیگم نکالی اور اسے منہ

• میں رکھ کر آہستہ آہستہ جانے لگا، وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر
 نیزہ نکلی ہوئی گھنٹی بجائی، ایک ڈاکٹر کرے میں داخل ہوا۔

• ماہر نیکر، ایسا کیجیو دو، دینا آج ہی، سے سب سے شروع کروں گا:

• عمران نے اس سے کہا۔
 • سلام چلا گیا، کچھ بولنا کچھ نہیں، داخل ہوئی۔

• کیا بات ہے سٹر فون پر؟ • اس نے پوچھا۔
 • سب سے ماہر نیکر، • میں اسے آپ کو بتاؤں گا، لفظ کہتے ہی

• بتاتے ہے، • ایسا مسکراتی ہوئی بیگم تھی اور عمران نے لفظ سے متعلق
 ایک بہت ہی خشک کسم کا ٹیکر پھیر دیا، ایسا بوزو کہ پھر بولتی رہی

• پھر جب عمران نے کہا کہ آج کا سب سے تم ہو گیا تو اس نے ایک طویل سانس
 لی اور اس طرح پیش نظر نہ لگی جیسے رتے مرنے ہی ہو، پھر اس نے

• عمران کو اس رومانوی نمونہ میں لانے کی کوشش کر دی جس میں اسے بیہوش
 لاقات پر دیکھا تھا۔

• اور... ماہر نیکر... • عمران کی آنکھیں خواب ناک ہو گئیں...
 • جب کوئی مجھے میری کھیل نہ رنگا، بالوں کے کی کوشش کر کے تو میرا سر کھرا

• جاتا ہے... مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ اب میرے میں مٹو کر گیا، پھر رہا
 ہوں... کچھ عیب طرح کی خوشبوں میرے ذہن میں اٹھائیاں لگتے تھے، یہ

• پھر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک بیک جا دون طرف چاندنی بھگرتی
 ہو... • عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور اس طرح

• اپنی پینٹائی رکھنے لگا، جب کچھ یادوں کا پتہ ذہن سے نکلتا ہے تب تک
 چاہتا ہے۔

• ایسا چکین جب کچھ نے فون اس کی طرف دیکھی تھی اور عمران کھلی

ڈاکٹر کے کہہ سونے لگا پھر ضروری دیر ہوئی تو ہم پر اعتماد کر لینے کو
 دل نہیں جاتا تھا۔
 کس نے کہا ہے کہ آپ کو برا متھو کریں۔ مخلصان نے بھی جھا ہٹ
 کا مظاہرہ کیا تو آپ سے کہنے لگا تھا کہ اے اے میں عمارت میں سے جاؤں۔
 آپ سے کہنے لگا تھا کہ مجھے لنگھریا کی کہانی سنائیں، آپ نے فخریہ یہ سب
 کہی اور اب مجھے پانسو روپے دینا چاہتے ہیں۔
 ڈاکٹر نے کہہ کر خاموش ہو گیا اور گھر دیر لڑنے لگی کسی کو راہ کے ساتھ
 لیٹا جا رہا اور لڑنا دیکھا تو میں نہیں روکتا نہیں چوں لیکن لنگھریا کی کہانی تمہاری
 زبان پر نہ آئے ہائے۔ اگر تم بیکر کی بھی شرافت ہو تو تم زبان بند رکھنا
 اپنا فرض سمجھنا۔
 میں ہانک کر کہا کہ اب میرا کہاں ٹھکانا ہے۔ ایسا راز تو میں بھی
 شاید بے جگہ نہ کہنے میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں، البتہ یہ خواہش ہے کہ
 مجھ سے پانچیاں ہٹائی جائیں۔
 پشانی جائیں گی، لیکن اپنے اعمال کے تم خود تھے دار ہو گئے ڈاکٹر
 لنگھریا کو کہو۔
 آپ بخیر نہ کیجیے۔

عمران آٹھ بجے کو طلع سے باہر نکلا لیکن ٹھوڑی ہی دیر میں اسے معلوم
 ہو گیا کہ وہ کسی اس کا تعاقب کر رہے ہیں، اسے پہلے ہی سے اس کا فہرستہ
 واضح ہوا تھا۔ ڈاکٹر لنگھریا نے وقف نہیں تھا کہ ان حالات میں عمران کی
 گھڑی زبردانی دے اب عمران کو ڈاکٹر لنگھریا پر اٹھنے نہیں تھی کیونکہ اپنے
 مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا البتہ اس گھڑی کی بنا پر کہ تمنا، لنگھریا پیرا ہو
 جانے کا اندیشہ ضرور تھا، مثال کے طور پر ڈاکٹر لنگھریا کی بڑا بانی
 اور گھڑی کی صورت کا شراہاں مقار ان کی گرفتاری لازمی طور پر بیٹھ کے شاہی
 خانہ کی کبھی کا باؤٹ ہوئی کیونکہ اس کی گرفتاری کے بعد لنگھریا سے شوق کی
 داستان کا موقعت ہوئی، ڈاکٹر لنگھریا نے کسی اور سے اتنی زبرداری برائی تھی
 کہ اپنے سر پر کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی، لہذا لنگھریا کو گنہگار بنا کر لگتے
 ہی وہ اس سے تھکے ہوئے ہو جاتا، مگر عمران صرف اس کی گرفتاری کا خواہاں
 تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گام میں کہ کوئی ملے گا تو نیت کا مظاہرہ کریں
 لیکن یہ صورت میں جبکہ ڈاکٹر لنگھریا کی گرفتاری کر رہے تھے ڈاکٹر
 لنگھریا کو خواہش تھی پوری ہو سکتی تھی، یہی وہ عمران کی آرزو میں اس کی پہلی
 اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔
 عمران حجاز ہوا، دو یا اگر لنگھریا کے لئے اسے دوسری جوتے تو وہ
 ان کی انھوں نے بیچوں بیچوں کو اپنا ہوا لیتا۔ ان کے بیچے بیچے میں
 انہوں نے ایسے ڈانچے دیکھے وہاں کا دروازے کے لیے جھل جھلایا جن
 گیا چھوڑ کر جب اچھل طرح، اطمینان ہو گیا کہ وہ ڈاکٹر لنگھریا کے لئے شکا دی

تھے راہ چھٹک چکے ہی تو اس نے ایک ہلکے ٹھونکنے کو تھکے سے بیک زبرد کے
 بڑا نکل گیا۔
 ایسے مرتے بیک زبرد کی آواز آئی۔
 اس صوبی شکر پر مارا جن کام کا جواز نہیں تم جانتے ہو یا نہیں؟
 اچھا بھلا ہے جانتا ہوں جناب۔
 اچھا آواز تجھ کو آئے گی کہ یہ وہاں ہنگامہ ضرور ہونا چاہئے۔
 ٹارن نام کے جوئے خانے میں ہنگامہ نہ بیک زبرد نے حیرت سے کہا۔
 وہاں کیوں...؟
 وہ جوئے خانے کے لیے لائنوں رکھتا ہے جناب اور وہاں صرف
 شرفاً جڑا کھینچے ہیں، اعلیٰ طبقے کے لوگ۔
 ہنگامہ تو مووی خانوں میں بھی ہو سکتا ہے، بیک زبرد... تم
 کیسی باتیں کر رہے ہو؟
 اچھا، بات ہے جناب میں کوکوش کر رہا ہوں۔
 کوکوش نہیں ایسا ہونا چاہئے۔
 ایقیناً ہو گا جناب۔ تم بیکر کی کہانی سنو۔
 ڈاکٹر... اور اپنے سامنے دیکھو کہ وہاں لگا دو۔۔۔۔۔
 باٹھو۔۔۔ میں گھوڑی اتنی معلق کہ ہاں ہوں۔
 عمران نے سلسلہ متعلق کر کے جوہاں نظر اور نظر کے بڑا نکل گیا۔ وہ
 شاید سوئے جا رہی تھی، دوسری طرف سے اس کی گھڑی ہوتی کلاز شالی دی،
 کی کہانی نہیں ملے کہ تم سے ایک حماقت سرزد ہوئی ہے۔ عمران نے
 کہا، ڈاکٹر لنگھریا کی تھی۔
 سن۔۔۔ جناب۔۔۔
 تم نے عمران سے متعلق پہلی خاص کو کہیں بتایا تھا۔؟
 جو لیا خاموش رہی۔
 بیسیو۔۔۔ کیسٹو دھاؤا۔
 ایسے سر۔۔۔ جو لیا کی آواز گن رہی تھی۔
 تم اس خط میں مبتلا ہو گئی ہو، عمران اور اس کی گھڑی کی شخصیت
 کے دو گروپ ہیں، کسی قسم کا ہم خطبہ ہو رہا تھا، تمہارا جی معاملہ ہے۔۔۔
 لیکن کسی خط کی بنا پر فرائض سے مشغول ہو کر ناروا شدت نہیں کیا جا سکتا
 سمجھیں۔۔۔ میں نہیں ایک ہفتہ قید کی سزا دیتا ہوں۔
 بیج۔۔۔ جناب۔۔۔
 کچھ نہیں۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا، تم ایک ہفتے تک
 گھر سے باہر قدم نہیں رکھو گی۔ اور پھر اس نے جو لیا سے جواب کا
 انتظار کیے بیوی سلسلہ متعلق کر دیا۔ وہ بدتمیز کے بڑے ڈاکٹر کا رہا
 تھا، وہ بھی اتفاق سے گھر پہل گیا۔
 متویر۔۔۔ عمران نے بیکہ شوقی آواز میں کہا، تم جو لیا کے سوا

اپنے سامنے آدھوں کو کے ٹارن نام کے جوئے خانے میں پہنچ جاؤ۔
 وہاں کاروبار میں سٹو کہہ رہے تم جانتے ہی ہو گے۔ جنہیں وہاں ٹھیک ٹھامے
 دس بجے پہنچ جانا چاہئے۔ تم وہاں کسی ہنگامے کا انتظار کرو گے۔۔۔
 جیسے ہی سٹو مشغول ہوا، جلی اور فرنی کی لائن کاٹ دینا، ہنگامے
 کو طویل دینا، چاہئے تیار ہی کام ہو چکا، جوئے خانے کی کوئی چیز بھی متروک
 حالت میں نہ رہنے پاتے، جتنی بھی توڑ پھوس ہو چکے ہو۔ چھاؤ۔
 بہت بہتر جناب۔۔۔ متویر نے کہا۔ پھر اس کے بعد وہیں کیا
 کرنا چاہئے گا۔۔۔
 کچھ نہیں۔۔۔ جنہیں صرف اتنا ہی کرنا ہے۔
 ہمارے ساتھ عمران بھی ہو گا یا نہیں؟ متویر نے پوچھا۔
 نہیں۔۔۔ وہ نکل اپنی یادداشت کھو چکا ہے اور جگہ جگہ بھگا کر
 رہا ہے میرے ہی حکم سے کر رہا ہے۔ تم لوگ اس سے دور رہنے کی کوشش
 کرو۔
 ٹارن نام کا جواز خانہ، مظاہرین شاہراہ پروان تھا، اسے زبرد کا
 بھی پتہ تھے، کہا گیا تھا کہ یہاں لنگھریا کا جواز ہوتا ہے مگر حقیقت
 یہ نہیں تھی، یہاں شرب الیکھوں کا جواز ہوتا تھا، مگر جو کہ یہاں کے
 میرا تو ہے لوگ تھے لہذا قانون بھی یہاں جھانکنے کی بھی ضرورت نہیں
 عموماً سر کا تھا۔
 اس کا ماگ ٹارن نام ایک غیر ملکی تھا جس نے یہاں کے حقوق
 شہریت حاصل کر لیے تھے، لیکن عام طور پر لوگ اسے بڑا سراہتے تھے
 کیونکہ وہ اپنے بہترین تھروں کے لیے صرف ایک نام تھا، انہوں نے اس کی
 ٹھکانا آج تک نہیں دیکھی تھی، اب تک سٹو لنگھریا کی بھی ضرورت نہیں
 ہر وقت مل سکتا تھا۔
 جیسے جیسے رات گزرتی یہاں کی رونق بڑھتی جاتی تو لوگوں کی سرگرمی
 فضا میں چکراتیں کھانسی کھینکتے لیکن اونچی آواز میں نہ تو کوئی ہنسا اور
 زنگٹنگ کرتا، بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ لوگ کوئی بہت بڑا کام انجام
 دینے کے لیے وہاں آئے ہوں۔ عام قمار خانوں کی طرح یہاں بھی ہنگامے
 نہیں ہوتے تھے، آج حسب معمول یہاں بہت رونق تھی، شاید
 یہاں کوئی ایسی چیز رہی ہو جس پر کھینچنے والے نہ ہوں۔
 شرب اور مختلف قسم کے مشروبات کی ملی جلی ہوئی بنا پر فضا کچھ
 بوجھل سی ہو گئی تھی، دروازے کے ہونے کا کہنے کے لیے گیارہ بجائے
 اور ایک بیک ایک گھنٹی ہوئی تھی، کیونکہ اس کا ایک عقیدہ اندازاً آگرا۔۔۔
 دھبے کی آواز پر لوگ جو تک پہنچتے تھے، آدھی آدھی میزوں سے اٹھتے
 تھے۔۔۔ اور ہر ایک ڈیڑھے عقلماندوں کا دیا، وہ قیامت ہی تھی، عقلماند
 سے زبردوں شہر کی مکتبہ تھی، ان میں جھل جھل کیوں اند لوگ پہنچتے
 لاکھ جوتے، ایک دوسرے پر ڈھیر ہونے لگے۔

ایک ٹھوکی پوری ٹھم میں موجود تھی لیکن ان میں سے ہر ایک کے
 ہاتھ پر چھوڑا بھی بھول گئے اور حقیقتاً کچھ، وہ سب بڑی بدتراسی کے
 نام میں باہر نکلے اور پھر اس کے سینگ سامنے بھاگتا چلا گیا۔ کیونکہ
 شہر کی سکتیاں باہر سے آئی تھیں۔
 عمران باہر ایک طرف نظر اٹھا رہا تھا۔ وہ سونے بھی نہیں
 سکتا تھا کہ بیک زبرد اس قسم کا ہنگامہ ہرگز نہ کرے گا، عقلماندی میں د
 کام کیونکہ وہ اس سے لے عمران نے اس کا لوگ کیا تھا، اب بدتراسی
 تھا، زبرد جلی کی لائی خراب کیا تھا اور ڈیڑھ میٹروں کی، عمران اس طرح پیٹ
 دیا ہے کھڑا تھا جیسے بدتراسی ہو، زبرد ہی سی درمیان کلب میں آکر
 بولنے لگے، عمران کا دل جا ہا کہہ رہا تھا کہ باگ دینا شروع کر دے۔
 اب بیک زبرد کا کہیں پتہ تھا اور نہ اس کے دوسرے ماحولوں کا۔
 عمران نے سوچا کہ غلطی خود اس سے ہوئی، اسے چاہیے تھا کہ بیک
 زبرد کو لوہے کے حالات اور اپنی اسٹیج سے آگاہ کر دیتا، اس صورت میں
 بیک زبرد آکر ہنگامے کی ذمیت تو کچھ ہی ہو سکتی تھی۔
 سے جو کچھ بھی ہو گا اس میں اس نے کوئی تباہی نہیں کھنکھن
 عمران کے علاوہ وہاں کچھ راہ گری بھی چلتے چلتے لنگھریا تھے۔
 کچھ دیر بعد کلب کا عملہ باہر نکلا، ان میں کبیر صورت مظہر بھی تھا،
 دفتر عمران جو تک بڑا کیونکہ وہاں اسے اپنی ایک پرانی سا گھڑی
 بھی نظر آئی، وہ کلب کے محلے کے ساتھ تھا، باہر آئی تھی۔
 عمران سوچنے لگا کہ یہ وہاں پہنچنے کے لیے بیٹھنے میں داخل ہوئی ہے
 اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس کلب میں کیوں نظر آتی، عمران کو اس خیال سے
 بڑا ڈکھ پہنچا، وہ اسے دوبارہ اس زندگی میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا جس
 سے تک بارہ خود ہی نکل آئی تھی۔
 اتفاقاً روشنی کی لنگھریا عمران پر پڑی اور عمران نے اسے چہرے
 بدتراسی کے آثار دیکھے، چہرہ بڑی تیزی سے چلی ہوئی عمران کے
 قریب آئی۔
 تم۔۔۔ اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔
 ام۔۔۔ میں۔۔۔ عمران ہلکا ہوا، میں آپ کو نہیں پہچان سکتا۔
 اور عموماً مجھ سے ساتھ۔۔۔ روشنی اس کا ہاتھ چمکے کر ایک طرف
 لے جاتی ہوئی ہوئی، تم مجھ سے نہیں پہچانتے ہو۔
 غلطے کا اچھل طرح پہچانتا ہوں، وہی انہوں کی چونچ سٹرن
 رنگ کی ہوتی ہے اور وہ عقلماندوں کی یادوں کی تار ہوتا ہے، لیکن سٹرن
 سے تمہارا رنگ ایسا عجیب کیونکہ تمہارا پہلی زندگی میں چلی گئی ہو۔
 تم تو چھپنا کیوں نہیں، کہاں کا تو نہیں لوگ ہوں۔۔۔ روشنی نے
 غصے سے پوچھی کہا۔
 ۔۔۔۔۔ تب تو مجھ سے بڑی غلطی ہوئی، عمران ہلکی سی بولا۔

کہا تم مجھے ممان کر لو گی۔

یہ کیا ہے حرکت تمہاری تھی۔

میں نے حرکت نہ کی تھی۔ میں تو یہاں کی جھگڑا دیکھ کر کرک گیا تھا۔

جھگڑا تو کون ہوتی تھی۔ روشنی نے سوال کیا۔

اسے میں کیا جانوں۔ اور یہ کہ مجھے نہ ممان نے راہ گروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ میں ان سے جھگڑا تو وہ معلوم کرنا چاہتا تھا مگر یہ کہ بتاتے ہی نہیں۔

میں نہیں ممان سمجھ کر ایسے موقع پر تمہارا یہاں موجود لگا ہے جو ہے۔ جھگڑا تو ہی سب سے بڑا اور ہے۔ روشنی ڈیرے۔ تمہارے ہونے آوی گئے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا یہاں اس وقت تمہاری موجودگی ضرور ہے۔

میں میں اپنا کام ختم کر چکی ہوں۔ ویسے میں ہوں دن کی ڈیڑھ میں ہوں۔ کچھ ٹھہرا۔ پھر کلام باقی تھا اس لیے دو دن سے اس وقت بھی آجاتی ہوں۔ پھر آتا تو آدھے سے ساتھ۔ عمران نے کہا اور ایک طرف چل پڑا۔ روشنی اسے بہت پسند کرتی تھی لیکن اس کی حرکتوں سے نا لاں تھی۔ پیچھے کسی وہ روزوں ساتھ ہی رہتے تھے لیکن روشنی اس کی دائمی موجودگی سے تنگ آ کر لگ رہے تھے۔ عمران اسے بھی ساتھ لے کر ایک ریسٹوران میں لایا۔ کافی فائر ڈینے کے بعد اس نے کہا۔ بہت دنوں بعد سے ملاقات۔ ہوتی ہے۔

اور بے دیکھ کر روشنی پوچھا ہے کہ تم کسی حرکت سنجیدہ ہو گئے ہو نہ روشنی ابلی۔

یہ کیا نقد تھا! جھگڑا کیوں ہوئی تھی۔

میں نے ایک تھپا اندر جھپکا تھا جس میں شہد کی کھچیاں تھری ہوتی تھیں۔

اور... تو ان لوگوں کے کسی دشمن ہی کی حرکت ہو سکتی ہے کسی ایسے آدمی کی جسے اس قمار خانے سے نقصان پہنچ رہا ہو۔

اور نہ۔ مجھ میں جائے۔ مجھے اس سے کوئی ڈبھی نہیں ہے۔ تم اپنی گور۔ آج کل کسی نئے خط میں مبتلا ہو یا نہ کسی پرانے ڈھنڈے پر چل رہی ہے۔

آج کل میں بہت ڈراں رہتا ہوں۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

میںوں۔ روشنی مسکرائی۔

میں اتنی سخت کرتا ہوں۔ لیکن پھر میری مالی حالت بہت بہتر نہیں ہوتی۔ مارن نام اپنی جگہ سے بے خبر میری روزانہ ہزاروں کمانا ہے۔

و اتنی کہ تمہارے ذہن میں نہیں لگے کہ تمہیں اپنے جہان کے لیے روشنی نے لگا۔ وہ طارن نام بہت جگہاں ہے۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

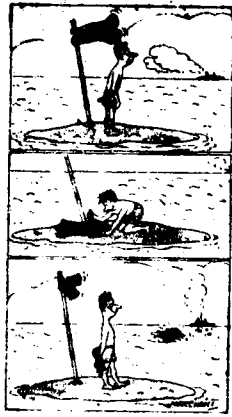
میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

میںوں۔ روشنی نے کہا۔ اسے مجھ سے لگتی۔

روٹی ڈیڑھ... اور یہ تیار اٹھائیں۔ ایک بہت بڑا خرچہ ہے۔
 دیکھا وہ ٹارنن ہام ہی تھا۔۔۔ روشنی نے ہیرت سے کہا۔ میں نے کسے
 پہلی بار دیکھا ہے۔
 دلہن باقی احوال اس سے زیادہ نہیں بتاؤں گا۔ یہ ایک بہت اہم گیس
 ہے۔

یہ ڈکٹر لنگ کو ہے جس کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔
 ابھی یہ بھی نہ پوچھا تم سے میں نے کبھی کوئی بات پوچھی نہیں رکھی
 حتیٰ کہ تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں میکسٹروس کا بیٹا آفسیسر ہوں یہ بات
 کہا ہے علاوہ اوس کی کوئی نہیں معلوم۔
 کیا آج کل تم جیجی میں کسی دستور کار دل اور کسے سے ہوا؟
 کسی کچھ نہ پوچھا ہے، روشنی ڈیڑھ۔
 روشنی نے پھر کچھ نہیں پوچھا اس وقت ایک دن رہا تھا اس نے
 روشنی سے کہا۔۔۔ اب تم ذرا ٹارنن ہام پر نظر رکھنا میں اس کی قیام گاہ کا پتہ معلوم
 کرنا چاہتا ہوں۔
 میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ آج کل یہیں کیسے آ گیا میں چھ ماہ سے یہاں
 ٹھاکر رہی ہوں لیکن اس سے پہلے کبھی اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔
 ہاں۔۔۔ وہ کافی بڑا سردار ہے۔
 ڈکٹر لنگ کی کوٹھی کے قریب عمران آ گیا اور روشنی جلد ہی ہلے
 لادھو کر کے آگے چلے گئی۔



بہت ہے۔
 میری نگر نہ کیجیے میں۔ میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے
 جو سکتا ہے کہ یہ میں کسی قسم کا دوروی ہوا۔ جہاں تک مجھ پر اور گون اور گارگرا
 کا عجوبت سوار ہے۔
 ڈکٹر لنگ اُسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگا جیسے کچھ دیر بعد بولا یہ تو
 یہ کسی قسم کا ہے۔
 سو فیصدی یا پامانی ڈیڑھ آہستہ آہستہ اتر کر نلے والا زہر اور مزہ لیا
 ہے شاید لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں اس کا ذکر بھی نہ لے۔ بیڑے
 ایسے زہریلے ہیں کہ اثرات انسانی جسم میں ڈھونڈ لگانا انتہائی مشکل کام
 ہوتا ہے۔
 ٹھیک ہے، اگر تو بے اس میرے لیے زہریلا گلی سے علاوہ اور کیا
 ہوگا۔ ڈکٹر لنگ بہت زیادہ متفکر نظر آنے لگا تھا۔ ویسے ہی رات کے نرم
 نے اسے بڑی سوچ بچار دکھا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے اس
 سے متعلق اپنے خاندان والوں کو بلا ہی رکھا۔ وہ خود بھی نرم کی ڈیڑھ لینگ بھی
 کرتا تھا۔

تین دن تک عمران اسی جہی کے بیچے پر اس سیٹیاں کا تجربہ کرتا رہا۔ جو
 اُسے ڈکٹر لنگ کے لیے ٹارنن ہام سے ملتا تھا جو جسے دن بھر کا پتہ کسی بھی
 نمبر اور طریقہ سے ایک ایسا نمبر کے پتہ پر دیا جہاں سے رپورٹ دی
 کو جہاں کے بیچے موت ڈال کاغذ انھیں ہوجانے کی بنا پر ہوتی تھی۔ رپورٹ
 میں نہ ہرگز ایک قسم نہیں تھا۔ اس دوران میں عمران ایک زہر کو ٹارنن ہام
 کے پیچھے لگا رہا۔ روشنی سے بھی اسے مختلف اوقات میں گفتگو ہو رہی
 تھی۔ بہر حال وہ دنوں کی رپورٹوں کا ماحول یہ تھا کہ ٹارنن ہام کو کئی
 ایک مخصوص قیام گاہ نہیں ہے۔ شہر میں اس کے تقریباً نصف درجن ٹھکانے
 تھے۔ لیکن ہے اس سے زیادہ بھی رہے ہیں۔ اب جس تک رپورٹوں سے

نصف درجن کا علم ہو چکا تھا۔ روشنی بھی بہت تندی سے کام کر رہی تھی
 اور اسے عمران کی حالت کے مطابق ٹارنن ہام کی قیام گاہوں میں ایک رات کی
 کھانسی تھی۔۔۔
 اور اسی دوران میں ڈکٹر لنگ کی حالت کا بھی حیران ہوا تھا۔ ان
 دنوں شہر کی عجیب حالت تھی کسی سرکاری جہان کا اس طرح غائب ہوجانا معمولی
 بات نہیں تھی جو عموماً سرخسائی کو نکالنے کے لئے اس سے روک دیا گیا تھا
 مگر وہیں جس حالت پر بھی سنبھرتی کسی زور رعایت کے بغیر اس کا تاشی
 لے ڈالنے، جیکو سرخسائی کے لیے استعنا ای کام عمران ہی نے عساری
 کر کے تھے۔ اگرچہ اسے ایک حواقت مزدور ہوتی ہوتی تو اس کی ضرورت
 ہی نہ پڑتی تھی۔ عمران اپنی تائید پر کام کرتا رہتا اور عموماً سرخسائی
 اپنے لئے ہی۔۔۔ دونوں میں ٹھکانا کو تو مکان ہی نہیں تھا غلط ہے کہ سرخسائی
 ڈکٹر لنگ کے لئے معاملے کا علم نہیں تھا لہذا ایسی صورت میں عمران کا راستہ
 صاف ہی تھا۔

مگر جیواں فزاد اور نے فیاض کو عمران کے متعلق اطلاع دے کر رتی
 اٹھیں بیٹا کر دی تھیں۔
 ڈکٹر لنگ نے روشنی کے سر و پی پر آمد سے میں بھرا آنا ترک کر دیا تھا
 اور وہ حقیقتاً ایک بہت زیادہ بیمار آدمی کا دل اور کار تھا۔ خود اس کے
 خاندان والے بھی بھگتے تھے کہ وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے۔ شام
 تک ڈاکٹروں کا کاروبار بند رہتا لیکن سرخسائی کی بھی ہمتیں نہ تھکتا۔
 ڈکٹر لنگ کی بیوی اور اس کا دونوں لڑکیاں نے صدر پریشان تھیں۔
 عمران انہیں بھلانے کی کوشش کرتا۔۔۔ لیکن بے سود۔ ایک شام ڈکٹر لنگ
 سے کہا۔
 آخر یہ سلسلہ کب عساری رہے گا؟
 بہت جلد ختم ہوجائے گا۔
 دفعتاً ڈکٹر لنگ اٹھ بیٹھا۔۔۔ عمران نے ہیرت سے دیکھا کہ
 اس کا ہتھ میں دے ہوئے رپورٹ اور کارڈ اس کی طرف تھا۔ یہ دونوں
 اس وقت خواب گاہ میں تھے اور دروازہ بند تھا۔
 میں نہیں سمجھتا ہی طرح بچھان گیا ہوں۔ ڈکٹر لنگ دانت پیس کر
 بولا۔

مفضل باتیں نہ کرو۔ عمران بڑا سا متنبہ کر بولا۔ رپورٹ اور
 کارڈ اسے اس قسم کی حرکت کی تو نہ بنایا یا کھیل بگڑ جائے گا۔
 اگر راکو ہی کے آدمی ہو۔ ڈکٹر لنگ کسی سانپ کی طرح بھجکا۔
 لیکن اس قسم کے شہدوں میں اٹھ کر راکو ہونے کے لیے موقع فراہم کرنا
 چاہتے ہو کہ وہ لگا رہا اسے کہ یہاں سے نکل جائے۔
 تب پھر راکو ہونے لگا۔ گھر تھا کہ اس نے نہیں گلی سے ہلاک
 کرانے کی کوشش کی۔ اگر میں راکو ہونے کا آدمی ہوں تب مجھے چاہیے تھا

کہ سبھی ہتھیار یا مشینوں کی تھکنوں میں زہرا جھٹ کر دیتا۔ تم حواس
 سے لڑتے جاؤ گے۔۔۔ اور۔۔۔ پاپا۔۔۔ بڑی نہیں ہے کہ بڑھا ہے میں
 میں دماغ اس طرح کام کرتا ہے جسے جوانی میں کرتا ہے۔۔۔ بڑھتی
 ڈکٹر لنگ رپورٹ اور والا ہاتھ کا پتہ کیا لیکن رپورٹ اور کارڈ عمران کی ہلکی
 طرف رہا۔
 تم نہیں مانتے۔۔۔ عمران مسک کر بولا۔ اچھا تو ناس کو کچھ ہیرت
 تم مجھے ہوشیار میں خود کے خیال سے ناس نہ کروں گا۔ ڈکٹر
 لنگ نے زہرے لیے پیسے کہا۔ یہ رپورٹ اور کارڈ ہے۔
 یہ تو بڑی اچھی بات ہے رپورٹ اور کارڈ اسے مجھے احتیاج
 ہونے لگتا ہے۔ جلدی مشین ہوا۔ عمران نے ہنس کر کہا اور ڈکٹر
 لنگ کا ہاتھ چھو گیا۔
 جیٹ۔۔۔ پہلا ناس ہوا۔ اور دوسری ایک ٹیڑھا سا گھٹان شہر پر گیا
 ہاتھ ہیک گیا پاپا۔ عمران سہرا کر بولا۔ پھر کوشش کرو۔

اس بار ڈکٹر لنگ نے جھکا کہ پتہ پتہ ہے میں فائر جیک کر دیتے
 لیکن عمران بڑا ترس گیا۔ اس کا مٹھا ہوا کرتا رہا۔ کوئی گولی اس کے پاس
 کو جس دھجورے کی ڈکٹر لنگ نے کھوئے ہوئے کسی جہاں سے کی طرح ہانپ
 رہا تھا۔
 وہ گولیاں اور باقی ہیں یا ڈیڑھ۔۔۔ ان کی حسرت سے عمل جانے دو۔
 عمران نے عقائد انڈاز میں کیا لیکن رپورٹ اور ڈکٹر لنگ کی گزرت سے عمل
 کر فرس پر جارا۔۔۔ اور وہ خود کسی بھترے کی تبت کھڑے جس دحرکت
 بیٹھا رہا۔ اب تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کی سانس میں رک
 گئی ہوں عمران نے جھک کر رپورٹ اور کارڈ اٹھا اور اس کی طرف بڑھا تا
 تھ ابولا۔ ڈیڑھ کا ہر آدمی ان کھولوں سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ اسے
 ہوش یاد رکھنا پاپا۔ اب تم بتاؤ۔ اگر میں راکو ہونے کا آدمی ہوں تو مجھے
 تہا سے ساتھ کیسا ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ اگر میں لنگھوٹ کشتیوں میں
 تو نہ تہا سے گھروا ہے جو جانتے ہیں کہ تم بعد میں ہوا جس قسم کے رہنا
 چاہتا شروع کروں۔ کیا نہیں عقین تم نے آج کے گا کہ تہا راکو ہونے
 چاہا ہے۔

کرتی ڈکٹر لنگ متحرک عمل کر رہا گیا۔ عمران رپورٹ اور اس کی گود میں
 ڈال کر بولا۔ میں جا رہا ہوں۔۔۔ کسی ایسے آدمی کے قریب رہنا میرے
 لیے ممکن نہیں ہے جو پھر پھر ہمتا کرنا چاہتا ہے۔
 وہ دروازے کی طرف بڑھا ڈکٹر لنگ کی آنکھوں سے ایسا
 معلوم ہوا جیسے وہ اسے روکنا چاہتا ہو لیکن ہونٹ نہ لے کے عمران
 خواب گاہ سے نکل آیا۔ اسے تو قہقہے کی لہر آج ہی ہٹ جانے کا
 لگتا تھا لیکن زہرا اور روشنی کی رپورٹ متفقہ طور پر یہی کہہ رہی تھیں۔ دونوں
 ہی ایک ایسی ہی حالت کا پتہ لگنے ہی کا خیاب ہو گئے تھے جو صرف ٹارنن

تیار کیا کہوں میں سے کسی بلکہ وہاں ایک لڑکی کو موجود ہی ثابت
 ۱۰۔ عمران کو کھلی سے باہر آیا اور پیدل ہی ایک طرف چلا گیا۔ پھر
 ایک دو افروزش کی گانوں سے ٹیک زبرد کو کہہ رہا ہوا وہیں اور تارن نام
 کے قارخانے کے قریب ٹرک اٹل کے... روشی کو فون پر بلوایا۔
 "ہیلو روشی! میں عمران ہوں۔ کیا تارن نام وہاں موجود ہے؟"
 "نہیں وہ یہاں کبھی نہیں آتا۔" جواب ملا۔

منجھے... ۱۱۔
 وہاں وہ موجود ہے۔
 ۱۲۔ اچھا! میں وہیں آ رہا ہوں۔ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
 اس نے تارن نام کے قارخانے تک کے لیے ایک ٹیکسی لی اور پیدل
 نشست پر بیٹھ کر آؤ گھسنے لگا۔
 بلکہ سرائیہ موٹے پر آؤ گھسنا مضحکہ خیز ہی تھا۔ لڑکیاں وہ حقیقتاً
 اڑ گئی رہا تھا، اس کے متعلق تو قے سے کہہنا مشکل ہے۔ ٹیکسی قارخانے کے
 سامنے ٹرک تھی۔ عمران نے اسی میں پہنچ کر ٹیکسی کے متعلق دریافت کیا اور پیدھا
 اس کے کہنے کے طرف مائل ہو گیا۔ منجھے پر بے چارے انداز میں اس کا استقبال
 کرتا ہوا ہوا... نہ فریاد نہ جواب کی خدمت کی جائے؟
 ۱۳۔ مطر تارن نام سے ملتا ہے؟
 وہ تو تفریق نہیں رکھتے۔

میں کبھی نہیں جوں اہیں فن پر اٹا، دیکھ کر لڑکی نام لہو فون ملنا
 چاہتے ہیں۔
 ۱۴۔ اچھا! ٹیکسی میں دیکھتا ہوں؟ منجھے کے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر
 نمونہ اٹل کرنے لگا۔ اس نے کسی سے منجھے کے اعلان دیکر لڑکی نام ہلا
 نام کا ایک آدمی اس سے ملنا چاہتا ہے۔ مجرورہ کہہ دیکر ریسیور کان
 سے لگاتے بیٹھا رہا۔ مجرورہ لاٹ پیلو... جی ہاں! ملنا چاہتا ہے۔ وہ کہہ دیکر
 لیجھکا کان سے لگاتے بیٹھا رہا! مجرورہ پیلو... جی ہاں! لڑکی نام ہلا
 وہ لڑکی تک اس قدر... عمران نے مزید وضاحت کی اور منجھے نے
 سمجھ میں ہی بھی دہرایا۔ پھر ٹھوڑی دیر بعد اس نے لیجھکر لڑکی نام
 سے کہا۔

مطر تارن نام اس وقت مفسرین کی کوٹھی میں ایک دیوان میں بیٹھا کاپ
 وہیں جا کر ان سے مل سکتے ہیں۔
 ۱۵۔ چچا! منجھے... عمران نے کہا اس انداز میں کہہ کر منجھے سے مصافحہ
 کیا جیسے بہت ملکہ میں چڑا ہوا کہ اس نے پھر ٹیکسی کی اور مفسرین کی
 طرف روانہ ہو گیا۔ مفسرین کی کاپ کی کوٹھی کے متعلق اسے معلوم ہوا
 تھا کہ وہاں ایک لڑکی بھی ہے لیکن ایک زبرد اور روشی ہی نہیں بتا سکتے
 کہ اس کی شناخت کیا ہے، ان کا بیان تھا کہ اس کو وہ لڑکیوں جیسا پہنچتی
 ہے لیکن نہ ملتا تو اسے کوئی خبر نہ لڑکی نہیں معلوم ہوتی۔

اس کے باوجود بھی عمران نے سوچا کہ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر
 لڑکی وہ نہ ہوئی تو اس کے ساتھ کسی اور کوئی دوسرا لڑکی کا اختیار
 کرے گا۔ پھر کیا میں منٹ منٹ سے مفسرین میں داخل ہوتی اور پھر
 ایک دو کوٹھی کے سامنے لگتی۔ عمران ان کے چھٹک سے گزرا اور ایک
 روشی کے ساتھ بیٹھ کر اسے میں پہنچ گیا۔ یہاں کمال ہیل کاٹھن ایک
 نمایاں نگہ پر نصب تھا اس لیے عمران کو اندر والوں سے پہلے قائم کرنے
 میں کافی دشواری نہیں ہوتی تھی۔

کہہ رہے وہ عمارت کے شاندار کمرے میں بیٹھا تارن نام کا انتظار
 کر رہا تھا لیکن آستے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس وقت عمارت میں ایک نہیں
 لکھی لڑکیاں موجود تھیں۔ مگر وہ ان سے ایک باہر تھی۔ لیکن وہ نہیں بے حسا
 کیے کہ وہ لڑکیاں تو چھوڑ دے تھیں۔ اور دھڑکتا دھڑکتا آتھیں۔ تو زبرد تارن نام
 کو سے میں داخل ہوا۔ عمران نے اٹھا چھا! لیکن تارن نام نے دوسرے ہی لمحے
 میں جا چھوڑا۔ وہاں لڑکیاں سے کہا: "ابھی مجھے جھوٹا پتہ دیا۔ کیا حکم
 مجھے ہے بتاؤ؟" وہ کہہ کر لڑکی کی حالت بہت زیادہ تراب ہو گئی ہے۔
 ۱۶۔... شایر... میں تمہیں بھی خوشخبری دینے آیا ہوں۔
 بہت جاگناک معلوم ہوتے ہیں۔ وہ عمران کو منجھے سے اور لڑکی کو دیکھتا
 ہوا ہنرٹ کھڑا ہو گیا۔ لیکن کیا تمہیں وہاں سے واپس جا سکتے؟
 نہیں... یہ تو یہاں متعلق قیام کے ارادے سے آیا ہوں۔



مہاراجہ کی خواہش تھی کہ جاکے، تارن نام نے کہا اور منجھے
 اسی وقت دوڑا کہ میں داخل ہوں۔ تارن نام نے ان سے کہا: اس
 کا گلا گھٹا دو۔
 عمران بڑے سکون سے بیٹھا رہا۔ اس کا طرفت بڑھنے والے دو لڑکی آدمی
 ٹرک گئے۔ شاید اس کے اطمینان ہی نے انہیں پچھلے ہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔
 چھوڑ کر گئے۔ تارن نام ہلا۔
 وہ لوگ پھر عمران کی طرف بڑھے لیکن عمران اس طرح بیٹھا رہا۔ استیجاب
 اس میں اتنی تبدیلی پیدا ہوئی تھی کہ اس کے ہاتھ میں لڑکی ایک گلا نظر
 آ رہا تھا۔ جیسے ہی ان لڑکیوں کا نظر لڑکی پر پڑا وہ ٹرک گئے۔ عمران نے
 مانگی اس سے کہ بچے تلخ کر لیا ان کا طرفت بڑھادی۔

... ۱۷۔... پاگل ہے... تارن نام ہلا۔ ان کو مارا گوا۔
 وہ دونوں عمران پر لڑنے لگے لیکن دوسرے ہی لمحے میں لڑکی گوا گیا
 ایک گلا۔ تارن نام کے ساتھ چلے گئے۔ عمران ان سے دور کھڑا اس طرح منجھے
 نام کا تھا جیسے کہ شہر میں بچوں نے اس کا کوئی ٹھکانا توڑ ڈالا ہو۔
 تارن نام ان دونوں کا طرفت متوجہ ہو گیا پھر فریاد بڑھے۔
 بڑی طرح اڑتا اٹھیں۔ رے رے تھے اور جن کی زبانیں کایاں اٹھ رہی تھیں۔
 مجرورہ ایک ایک سہا اور عمران پر ایک فائر توخوبک دیا۔ ایسے
 منجھے پر عمران ناخوش ہوا کہ تھا اس سبب اس طرف چھٹا لگا۔ گولی
 سانسے والے دوران سے باہر نکل گئی۔ مجرورہ دوسرے ہی لمحے میں کمرہ کئی
 آوازوں سے گریختے گئے۔ تارن نام آدمی اندر گھس آئے تھے۔ ان میں عمران تھا
 تھا۔

ایک طرف... تارن نام ہلا۔ مجرورہ دوسری بار بیٹھا باہر کے سامنے
 دروازہ... منجھے...
 پھر تارن نام اور کچھ باہر نکل گئے۔ تارن نام وہیں کھڑا
 رہا۔ عمران ناموشی سے انہیں گھورتا تھا۔ اس وقت تو بالکل ایسا ہی
 نام ہوا تھا جیسے کسی درندے کو بھلی کھانے گھر لیا ہو۔
 ایک عمران کا قسم کی جنگ شروع ہوئی عمران نے ایک آدی بھولنا
 لگا ہی جس نے اس پر مارا کہ اسے لیے چا کر نکال لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے
 چا کر عمران کے ہاتھ میں آ گیا۔ اور ایک رقت و خونیں بندہ ہوئی وہاں
 اچھے ہونے پر مارا سے جا گئے۔

چا تو پھر ایک دو اور لڑکی ماروں گا۔ تارن نام ہلا۔
 مار دو... عمران نے جواب دیا: میں پاگل ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ
 مارا مارا ناکہ کتھتہ ہے۔
 تارن نام نے پھر ایک فائر کیا لیکن خود ہی ایک آدی لڑتا ہوا پھر
 ہلکا۔ اچھے سے دوسرے ماروں سے بھی ترلا ہوا اور جھٹک روٹا کہ آوازوں
 اٹھ گئے۔ عمران نے ایک آدی کو تارن نام پر دھکا دیا۔ تارن نام شاید اس کے



اپنے صفحے



بھی دیکھ لیتا تھا۔ دفعہ اس نے گیس بھرا چھوٹا سیارہ چھوڑا اور وہ تیری طرح اوپر غبار میں چمکتا گیا۔ دوسرے رنگ سے بچوں کی ایک قطار آ رہی تھی۔ چھوٹا سیارہ چھوڑ کر غور آ رہی وہاں سے بہت آیا۔ اب وہ پھر آ رہی تھی۔ چل رہا تھا جس سے پہنچا تھا۔

بچوں پر مسلمان لدا چھوٹا تھا اور ان کی تعداد چالیس سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ ہر بچہ پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اگلے چھوٹے کی نظر غبار میں بندھ جاتے تھے۔ بچوں سے پریشانی انداز میں کھانچنے سے بچنے کی باگ چھوڑ گئی۔ چھوٹے سنبھلا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں جھنڈا نہ اتارنا نہیں بلاتے تھے۔ ایک بچہ ایک کپڑے سے قافلے میں آہٹری اور بڑی بھولتی ہوئی گئی۔ وہ لوگ جہر سے آئے تھے اور ہر بچہ کھانچنے لگے۔ بچوں کی قطار دردم بزم ہو گئی۔ سڑک میں گھسی کر وہ دوسری طرف جھانکے۔ بچہ جھانکتے رہے۔ ایک ایک بچہ جیب سامنے آئی دکھائی دی۔ اس پر ایک چھوٹا سا چھوٹا اہل ہاتھ تھا۔ بچہ والوں میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔ "بچہ جھانچ رہا ہے۔ بچوں کو روکا جا سکا۔ جیب کار ان کے قریب آ کر کھنک گئی۔ ایک کپڑا آگ تم کا اٹھاؤ اور پھر آ رہا تھا اور تباہ تھا۔ اپنی ہیبت کے اعتبار سے وہ کوئی چھوٹا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے جہر سے پرست گھری کے آثار تھے۔ بھاری بھر کم بیڑا ان آثار کو کچھ اور زیادہ تقویت سی دیتا معلوم ہوتا تھا۔

"کیوں یہ کیس ہے؟ وہ فضیلی آواز میں چینا۔ "مادھو تم کہاں مر گئے؟" دفعہ ایک آدمی نے اپنا حق آگے بڑھایا اور صیبا کے قریب پہنچ کر بولا۔ "لال غبار نہ" "لال غبار؟ جیب والے کے جیسے ہی حیرت تھی۔ "لال غبار؟ جیب؟ مادھو نے پھر کہا۔ "آج چنگ ایسا نہیں چھوڑا۔" "تمہیں وہم نہیں ہوگا۔ جیب والا بولا۔" مادھو نے ٹھکر آسمان کی طرف دیکھا جیب والے کی نظر بھی اٹھ گئی۔ سرخ غبار آہستہ آہستہ تارہ بھرا جا رہا تھا۔ "یہ کیا مصیبت ہے؟" جیب والا بڑبڑایا اور ٹھیک اسی وقت چاروں طرف سے غبار بھونے لگا۔ لیکن شاید یہ بھائی ہاتھ اور قافلے والوں کو صرف آتا تھا۔ بچے کیسے کھتے کھتے کہ وہ چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہیں۔

کیسے بچوں نے کارروائی اور بچے اتر کر ادرہ ادرہ دیکھنے لگا۔ چاروں طرف۔ اور کبھی چٹانوں کے سلسلے دور تک پھیلے بڑے تھے۔ وہ چھوٹے بڑی کھرا بھر کار سے رکا ایک غبار نکلا جس میں گیس بھری ہوئی تھی۔ بھارے کار تک سرخ تھا۔ کار اس نے سڑک سے اتار کر دو چٹانوں کے درمیان کھڑی کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جگہ سے ہی سے بنا کر تیار رکھی کی ہوگی۔ کھریاں زمین بہا تھی اور اس کے آگے کی ڈھلان تین چار بڑے بڑے بچوں سے بند کر دی گئی تھی۔ وہ غبار لیے سڑک پر آیا اور پھر بڑی بڑی سڑک پار کی، دوسرے لمحے وہ دوسری جانب ڈھلان میں اتر رہا تھا۔ اس کے جہر ہر فلکی قیاس اور فلکی جیومی تھے اور بچوں میں گھنٹوں تک پھینکنے والے مانیہ تک بوٹ سر پر براؤن چمڑے کا فود منڈھا ہوا تھا جس میں چمڑے کی تھوں کے درمیان غولادی ٹوپی تھی۔ وہ اس طرح چٹانوں کی اوٹ لیا بڑا ڈھلان میں اتر رہا تھا۔ جیسے دیکھ لیے جانے کا کھڑے ہو۔ سڑک میں سب میں کھنکے لگا تھا اور صوب کی رنگت نارنجی ہوا تھی۔ آگست کی بڑی ہی اتنی فنی منور تھی کہ عید محنت کر رہا ہوتا تھا اس کے دانت بچنے لگتے۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ بائیں جانب کھنک گیا۔ یہ ایک تنگ سادہ تھا۔ دونوں چٹانوں کا درمیانی فاصلہ دو فٹ سے زیادہ نہ رہا ہوا تھا۔ لیکن آگے میں کوہ تدریج نکلا۔ وہ بڑا بڑا تھا۔ اقتسام پر دونوں چٹانوں کا فاصلہ تین فٹ سے بھی زیادہ نہ تھا اور یہ ایک ایسی چٹان پر تھا جس کی اونچائی راستے کی سطح سے تقریباً پانچ فٹ ضروری ہوگی۔ جیسے بہت احتیاط سے دوسری طرف جھانکنے لگا یہاں بھی ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے آگے دیکھ لیے جانے کا اندیشہ لاحق ہو۔ دوسری طرف نشیب ہی نشیب تھا اور اس کے بعد کی چٹانوں پر وہ کسی سڑک کا ایک حصہ نظر آ رہا تھا جس پر سے وہ گزر کر یہاں تک پہنچا تھا۔ اس جگہ سے اس کا نام تین فرلانگ سے زیادہ نہ رہا ہوا لیکن اگرچہ دوبارہ کار پر بڑا بڑا ٹرک کے اس جیسے پر پہنچنے کی کوشش کرتا تو اسے کم از کم چار میل کا پیکر ضرور لگانا پڑتا۔ اس نے غبار دہنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے بائیں ہاتھ سے دوسری طرف لگا لگا جو اس کی جیبوں کی جیب میں موجود تھی۔ سڑک اس کی نظروں میں اور زیادہ واضح ہو گئی۔ وہ دو درجین کافوسک موزوں کرتا رہا۔ وہ وہاں اس سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا جس میں داخل ہو کر سڑک نظروں سے غائب ہو گئی تھی۔ اکثر وہ کھانی پر بندھی بڑی کھڑی کی طرف

جیب والا اٹھ کھڑا کرتے ہیں، وہ چاروں طرف بکھری ہوئی
چٹانوں کو دیکھ کر تڑپاؤں سے ڈھیر رہا تھا لیکن اس کے چہرے
پر سراسیمگی کے آثار نہیں تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اشارے
سے قافلے والوں کو وقف و مضائقہ کرنے کو کہا اور پھر چاروں طرف
دیکھنے لگا۔ دفعہ چاروں طرف اس سے متوقع شرح لڑکیاں نظر
آئیں اور پھر سب پریس کا کیشیل باقاعدہ طور پر ان کے سامنے
آگئے۔ ان کی رانگھوں کا مزاج قافلے کی جانب تھا۔ سبوں نے
اپنا ہاتھ اٹھ کر اشارے کیسے کیا۔ پریس یارٹی کی قیادت کیپٹن جیکر
رہا تھا۔ ذرا سی ہی دیر میں چورانا فخریہ لیا گیا۔ پریس کا کیشیل پھیل
کے قریب پہنچ گئے۔
"تم لوگ فیزول سے سامان آتا کروٹک پر مثال دو"
حمید نے بلند آواز میں کہا۔ ورد کوئی لاش گین بھی بند نہ کرے گا"
"آخر کیرن؟" جیب والا نے اٹھا ہوا بولا۔
"اس وقت کرو۔ تم کون ہو؟"
"اوہ۔ نیسے تو ہی جناب۔۔۔ آخر آپ غافل نہیں ہوتے
ہیں؟ ذرا لگ پلے میں آپ کو سب کچھ سمجھا دوں گا۔ جیب والے
نے مشکرا کر کہا۔
"میں راضی نہیں ہوں۔ لہذا جو کچھ کہہ رہے ہیں کہو۔
حمید نے خشک لہجے میں کہا۔
"ابھی تو آپ جھگڑے ہی کرنے جارہے ہیں اس کے لیے
آپ کو جھپٹانا پڑے گا"
"ہاں۔ آں! ایسی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اس کی پشت
پر کوئی بارش آدی ہوگا۔ حمید نے طنز لہجے میں کہا۔
"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہ چکا؟ جیب والا اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے! حمید نے فیزول کو غیظ کیا، کیا تم نے
سنا نہیں؟ سارا، ان طرف پر اتار دو"
فیزول سے ہڑ سے جیسے گرائے جانے لگے اور
جیب والا اٹھ ادا دانت پیتا رہا۔

مکمل صواب: دوسری طرف سے آواز آئی۔۔۔ ہاں
میں ہی ہوں۔۔۔ میں نے اٹھ کھڑا ہوا جناب؟
"ہاں۔۔۔ کہو۔۔۔ کیا بات ہے؟"
"مکمل صواب کا تہہ ہے۔۔۔ تمہوں نے ان اٹھ کھڑوں
کو پھینکا ہے لیکن وہ خطرے میں ہیں۔
"میں صواب؟"
"اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا جناب، مگر بات یہ ہے کہ
میں نے ان اٹھ کھڑوں کو پھینکا ہے لیکن میں خطرے میں ہوں؟"
"تار کہاں سے آیا ہے؟"
"جیکر گھاسے؟"
"اوہ۔ اچھا۔ دیکھو اٹھ کھڑے تم میرے لیے رات والے
جہاز میں ایک سیٹ ٹیک کر دو، کو شوشر ہی کو کو ایک سیٹ
فوری طور پر ایک ہو جائے؟"
"بہت بہتر جناب؟"
"فیزی نے سلسلہ متعلق کر دیا۔ اس کی پشتانی پر سوشل بھی
ہوئی تھیں اور اٹھ کھڑوں سے گہرا شکر متروغ تھا۔ اس نے فوری
بندر کے جیب میں ڈالی اور اٹھ گیا۔
چیرا نے بہت لگ کر روزہ کھولا شاید اسے
توقع نہیں تھی کہ فیزی اپنی عیسیٰ اٹھ جائے گا۔
"فیر کچھ کر رہی دو سوچ میں ڈوبا رہا۔ تقریباً چھ بجے
جیب وہ اسٹریٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ٹران کی گھنٹی بجی
اور ریسپور اٹھ کھڑی وہ دوسری طرف سے بولنے والے کی
شخصیت سے واقف ہو گیا۔ وہ فخریہ سراغ رسائی کا ڈی آئی
ہی تھا۔ فیزی کو بھی اس ناوقت داخل انداز پر حیرت تھی
لیکن اس نے اپنی حیرت غائب نہیں ہونے دی۔
"کیپٹن حمید کو تیکر گھاسے واپس بلاؤ۔ ڈی آئی
نے کہا۔ یہ کیس دوسروں کے چپڑا کر دیا گیا ہے؟"
"مگر یہ تبدیلی کیوں ہوئی جناب؟"
"تم جانتے ہو کہ اس قسم کی تبدیلیاں عموماً ہی وقت ہوتی ہیں
جیب ان کے لیے اوپر سے احکامات آئیں؟"
"میں جانتا ہوں؟"
"بس تم اسے واپس بلاؤ؟"
"بہتر ہے، میں اس جہاز سے حکم لے کر جا رہا ہوں جو
فوجی رات کو یہاں سے جاتا ہے؟"

"کیوں؟ تم کیوں جارہے ہو؟"
"حمید خطرے میں ہے؟"
"میں نہیں سمجھا۔"
"اس کا تار آیا ہے۔ اس نے ان اٹھ کھڑوں کو پھینکا
ہے لیکن فخریہ میں ہے؟"
"اوہ۔ دیکھو سید خیال ہے کہ تبدیلی محض اسی لیے ہوئی
ہے کہ لوگ اس معاملے میں اختلاف نہ کرو۔"
"تو کیا میں حمید کو مر جانے دوں؟" فیزی نے غصیلی
آواز میں کہا۔
"تم نہیں سمجھے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم حمید کو مارتے کر
خاموشی سے واپس آ جاؤ گے؟"
"بہتر یہ سمجھو خاموش رہنے دیا گیا؟"
"دیکھو سنی، میں تمہارے ہی جیسے کو کہہ رہا ہوں؟"
"مجھے حیرت ہے۔ پہلے بھی آپ نے اس قسم کی
گتہ نہیں کی؟"
"ذرا آئی ہی تھی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا۔
فیزی نے بیک ٹھکے کے ساتھ ریسپور ریڈیل پر ڈال دیا اور
میز کے قریب ہی بیک کر کے سوچنے لگا۔ پھر دیر بعد اس نے
پھر ریسپور اٹھا کر می کے بند ڈال دیے۔
"ہیو! دوسری طرف سے آواز آئی۔
"کیا بات ہے؟"
"درجن۔ تم کون ہو؟"
"فیزی نے کوئی جواب دیے بغیر ریسپور کو دیا باپ
وہ پھر بند ڈال کر رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے ہی اس نے کہا۔
"بہتر تین۔۔۔ بہتر تین؟"
"بس سر! دوسری طرف سے آواز آئی۔
"سانگلی ہاؤز میں درجن نامی آدی پر نظر رکھو۔ وہ علامت
میں موجود ہے؟"
"دیریں دل سر! دوسری طرف سے آواز آئی اور فیزی
نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے ریسپور رکھی تھا کہ ایک بیک
گھنٹی بج اٹھی۔
"ہیلو! فیزی نے ریسپور اٹھا کر کہا۔
"کنٹرل فیزی! دوسری طرف سے آواز آئی۔
"فیزی ہی اسپیکنگ! فیزی نے کہا۔
"لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔"

فیزی نے ریسپور بڑی تیزی سے رکھا اور دوسرے
کمرے میں چلا آیا۔ یہ کہو دراصل اس کا سلسلہ منقطع تھا۔ اس نے
ایک ریلو اور منتخب کیا اور کارگو سون کا ایک بیٹ جیب میں
تھوکتا بجا ہر نکل آیا پھر اس نے دو سامان بھی وہیں پھیر ڈیا
جو ساتھ لے جانے کے لیے اٹھا کیا تھا لیکن وہ اپنی جیب تک
نکلنا نہیں چھوڑا۔ برآمدے میں ڈر ڈر کر آواز دی تھوڑی
ہی دیر بعد اس کی کار بھاگ سے باہر نکلی۔
"اسٹریٹ! فیزی نے ڈرائیور سے کہا۔ رو اوگی سے
پہلے اس نے ملازموں کو ہدایت کر دی کہ اس کی واپس تک سارے
خطرناک قسم کے کٹے مردقت ٹکڑے رکھے جائیں۔ کار تیزی
سے اسٹریٹ کی طرف بڑھتی رہی لیکن فیزی اس سبھی لاعلم
نہیں تھا کہ تعاقب برابری جاری ہے۔ پھلی کار کی ہڈ لاش
صاف نظر آ کر ہی تھیں۔ فیزی نے جیب سے ریلو اور نکال لیا۔
وہ اب بھی پھلی کار پر نظر جانے پڑے تھا۔ دفعہ خود اس کی
کار ایک زبردست دھچکے کے ساتھ ٹک گئی اور پھر اسے
احساس ہوا کہ واقعہ کیا تھا؟ اس کی گاڑی سے ایک دوسری
کار صحت ایک فٹ کے فاصلے پر چھڑی تھی اور اس کا ڈرائیور
بڑی طرح کا لیاں بگ رہا تھا۔ فیزی کا ڈرائیور کچھ گرم جہاڑی
تھا کہ اس کار سے دو تین آدی نپٹے کو دپڑے۔
"کھینچ نوسالے کو! ایک نے کہا۔
"گاڑی بیک کر دو! فیزی نے اپنے ڈرائیور سے کہا لیکن
اب بیک کرنے کی بھی جگہ نہیں رہی تھی کیونکہ تعاقب کرنے والی
کار پیچھے آ کر ٹک گئی تھی اور اس کا فاصلہ بھی فیزی کی کار سے
شاید ایک ہی فٹ تھا۔
فیزی سوچنے لگا۔ کاش وہ خود ہی ڈرائیور کرنا ہوتا
لیکن وہ ڈرائیور بھی فیزی ہی کا تھا۔ اس نے اتنی ہی بگڑی گاڑی
موڑ کر بڑی بے دردی سے ان لوگوں پر چڑھادی جو اگلے کار سے
اترے تھے۔ فیزی کی کار کا اگلا حصہ اگلی کار سے ٹکرایا گاڑی ٹکری
منزل لیکن ٹرک سے پیچھے نہڑ کر گئی وہ بول کھلا کر کئی فٹ
بہت گئے تھے جنہوں نے اگلی کار سے اتر کر ڈرائیور پر حملہ
کرنا چاہا تھا۔ فیزی کے لیے اتنا ہی موقع کافی تھا۔ اس نے
کار سے چھلانگ لگا دی۔ پھلی کار سے بیک وقت کئی فائر
پڑے مگر بالکل ایسا ہی معلوم نہیں جیسے فیزی اندھیرے کے
اتھا ہر سمنہ میں تیرتا ہوا ٹرک کے بائیں جانب والے نشیب
میں اتر گیا ہو۔ ٹرک ششمان پڑی تھی اور قافلہ اس شانے کی

و جسے اسے یہاں گھرا گیا تھا۔ دونوں کاروں سے اترنے والے نشیب میں دوڑنے پلے گئے۔ فریدی کے ڈرائیور کو جب اطمینان ہو گیا کہ اب دونوں کاروں میں ایک بھی ادنیٰ باقی نہیں رہا تو وہ پیچھے آگے اٹھا لگا کر دو کھیل کر پیچھے کی اور اپنی ٹوگنیانہ درہ بہ آسانی اپنی گاڑی کو آگے نکال گئے۔ وہ فریدی کا ڈرائیور تھا اس لیے اسے گوارا نہ تھا۔ اس نے تھوڑے ہی وقت میں دونوں کاروں کا ایک ایک ٹائریکار کے انہیں مزید تعاقب کرنے کے قابل نہ بننے دیا۔ اسے یقین تھا کہ اسی سڑک پر کہیں نہ کہیں فریدی سے لازمی طور پر ملاقات ہوگی لہذا وہ گاڑی آگے بڑھانے لگا۔ اس سے پہلے بھی وہ اکثر معرکوں میں فریدی کا ساتھی رہ چکا تھا۔

اسی رات کی بات ہے۔ کیپٹن حمید ٹیک گڑھ کے ایک ٹائٹ کلب میں رنگ لیاں بنا رہا تھا۔ اس کی رنگ لیاں دوڑا بھی جاری رہتی تھیں جس کا قدم قدم پر موت کا سامنا ہوتا تھا لیکن یہ بتانا دشوار تھا کہ وہ ایسے مواقع پر خود کو فریب دینے لگا تھا یا حقیقتاً وہ اتنی ہی ڈنڈا اور بے وا تھا۔ ان انگلوں کو گزرتا کرنے کے بعد اسے ایک آپریشن سے بڑھنے لگی تھیں حاضر دماغی آڑے آتی تھی اور اس وقت اس کی رُوح عالم ارواح میں چبک مانتی تھی جہر ہوتی۔ اسے ٹیک لڑھکھ میں اس وقت تک نظر نہ تھا جب تک کہ فریدی اسے واپسی کی ہدایت نہ کرتا۔ ان انگلوں کو بڑھنے کے لیے اسے خاصی ذہنی جہنم تک کرنی پڑی تھی۔ اس نے کئی دنوں تک چھب چھب کر ان راستوں کی نگرانی کی تھی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ انگلوں کو بڑھانے سے پہلے ہی فریدی کی سرحد کے محافظانہ دیوہ راستہ ان کی طرف سے مختلف برتنے تھے ان گزرتا ہوں کے سلسلے میں عسکروں والا معاملہ کافی دلچسپ ثابت ہوا تھا۔ حمید کا خیال تھا کہ فریدی اس کا رات بے پردا دیوہ بغیر نہ رہ سکے گا۔ وہ اسل آن عسکروں ہی کی وجہ سے حمید کو اس راستے کا علم ہو سکا تھا جس سے انگلوں کو بڑھانے سے وہ دن دن ان سپاہیوں میں قافلے تو لگے۔ پوری پوری بیٹوں کا ڈھونڈنا کائنات آسمان کا نام نہیں تھا تو کیا وہ انگلوں کو بڑھانے سے خود ہی اپنی گردن میں بھانسی کا بھینڈا ڈالنا چاہتے تھے؟ یہ بات حمید کی سمجھ میں نہ آئی۔ حقیقت یہ تھا کہ ایک دن وہ انہیں انگلوں کی تلاش میں ٹیک گڑھ کے سپاہیوں میں جھٹکتا ہوا ہوا تھا کہ اچانک اسے فضا میں سبز رنگ کا ایک عشارہ اڑتا ہوا نظر آیا۔ پہلے تو اس نے اسے نظر انداز کر دیا لیکن پھر سوچا کہ اس دیرانے میں

غبارہ کس نے اڑایا؟ اس جھٹے میں تو شاید ٹورسٹ بھی نہیں آتے تھے۔ کچھ دیر کے لیے وہ انہیں میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے فضا میں کواں عشارے کے متعلق چھان بین کرنی چاہیے۔ پھر وہی ہی دیر بعد اس نے فخریوں کی گاڑیوں کی آواز سن کر حیرت آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ وہ ایک چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔ فخریوں کا قافلہ اس کے سامنے آچکا تھا اور وہ ایک ایسے آدمی کو دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ میں دو برتن تھے اور وہ اس کے ذریعے غالباً اسی سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ اس نے اپنے برابر چلنے والے سے غالباً اس عشارے کے متعلق کچھ کہا تھا۔ اس نے اسی جگہ سے حمید کا مہیا پائی پر راہ لگا تھا۔ وہ کئی دن تک اس راہ کا جائزہ لیتا رہا جس سے قافلہ گزرتا رہتا۔ اس نے جو چیزیں سمیت سے مار کئی وہ یہی تھی کہ سب سے پہلے فضا میں سبز عشارہ نظر ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد ہی ایک قافلوں سے متوازی ہوتا ہے۔ دن سبز عشارہ نہ دکھائی دیتا اس دن وہ راہ صحیح سے شاہجہاں دریاں ہی پڑی تھی۔ حمید نے اس پر کافی غور کرنے کے بعد بتایا کہ وہ شرح عشارہ دکھانے لگا۔ لہذا اس نے یہی کیا۔ پھر شرح عشارے کو خطے کا نشان سمجھ کر بھاگ نکلے اور انہیں وہ شرح عشارہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا کیونکہ شاید ان کے لیے یہ پہلا شائق تھا۔ اس سے پہلے کبھی انہیں شرح عشارہ نہیں دکھائی دیا تھا۔ بہر حال ان کی گرفتاری کے بعد حمید نے لاکھوں روپے کا ایسا مال برآمد کیا جو فریدی خانواری طور پر کلب سے باہر لے جایا جا رہا تھا لیکن یہ اور بات ہے کہ اسی رات اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس کے بعد ہی انگلوں پر فخری کی جانے لگی کہ وہ اس شخص کا نام ظاہر کر دیں جو اس انگلوں کی پشت پر تھا لیکن انہوں نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ خود حمید ہی ان کی زبانیں نہ کھلا سکا۔ پھر اس نے فخریوں کو فضول سمجھ کر اس نے دوسری راہ اختیار کی۔ ریش اور چند دوسرے سادہ لباس والوں کو اپنی حفاظت پر آمادہ کر کے نکلے۔ انہیں کھانے کا ٹیکن جب سے اس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا تب ہی فخریوں نے انہیں آتی تھی۔

اس وقت بھی وہ ٹیک گڑھ کے ایک بارونٹی ٹائٹ کلب میں بیٹھا تھا کہ ٹیک گڑھ کے جڑوں کو گھور رہا تھا اور اس راؤنڈ کے خاتمے پر اس کا ارادہ تھا کہ کسی خوبصورت سی لڑکی سے بھروسہ کرنے کی درخواست کرے گا لیکن وہ کچھ عجزاً سا بڑھی ہوا تھا کہ یہ وقت قائم نے یہاں ہی اس کا بیٹھا نہیں تھا۔ اتفاقاً سے اس وقت قاسم بھی فریدی کی گاڑی میں موجود تھا جب حمید ٹیک گڑھ کے

یہ روانہ ہونے والا تھا لہذا جس دن حمید ٹیک گڑھ پہنچا اس کے تیسرے ہی دن قاسم بھی ساں موجود تھا۔ تو اسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ حمید کا قیام کس ہوٹل میں ہوگا۔ اس وقت بھی وہ اسی کلب میں موجود تھا لیکن ڈائٹنگ ہال میں۔ اس کا خیال تھا کہ پانچ دنوں پر بھوک اور زیادہ کھل جاتی ہے لہذا اس کی بھوک کھل گئی تھی اور بھوک کھانے کا مطلب کم از کم اس کے لیے قومی ہو سکتا تھا کہ وہ ایک میز پر بٹھوے گئے ہوتے ہوئے بھوک بیکریشن ہال میں ہی کھڑی کھڑی ہی دو کھانے موجود تھے لیکن بھوک کھل جانے پر کس نہ توڑے سے کبھی کے ران کے علاوہ دنیا کی کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں رہ جاتی تھی۔

گر حمید تو فریدی پر ہوا تھا۔ اتنا نہیں وہ کب محسوس کر بیٹھے کہ اس کا پست بھوکا ہے اور پھر وہ عورتانہ مجبوراً کھانا کھینچنا چاہنے بہت زیادہ کھا جانے کے بعد عموماً اس کی حالت شرابہیل کی سی ہو جاتی تھی اور شاید وہ کھو پیڑی کی بجائے معدے سے سوچنے لگتا تھا۔ حمید نہیں چاہتا تھا کہ قاسم کے معدے سے کبھی اس کے ذہن پر چڑھے لہذا اس کی بدینت برتن تھی لگوڑہ نہ تھی کیا؟ یہ جیک گڑھ کا سب سے زیادہ بارونٹی ٹائٹ کلب تھا اور یہاں عموماً اونچے ہی قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ظاہر ہے ان کے ساتھ اتنی ہی اور جی عورتیں بھی آتی سولگی۔ انگریزی کبکد ہے کہ شیطان کا خیال آتے ہی شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔ قاسم کے سلسلے میں بھی یہی ہوا۔ اس کے متعلق سوچا ہی تھا کہ وہ اپنے پہاڑ سے وجود کمیت و بار ہو جاتا۔ "ہائیں۔۔۔ اتم اقیلے بیٹھے ہو میرا سے" اس نے حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

نیکامی سے بھردلی ہے؟ تیز سے بیٹھو۔ حمید اس کا ہاتھ جھٹکتا ہوا ہوا۔

"میں اسے کبھی خوشحال نہیں ہونے دوں گا" قاسم فرمایا۔ "لہذا چلیے پھر تے نظر آؤ۔"

"یعنی میں تم کو یہاں خطے میں پھیر کر چلا جاؤں۔ نہیں حمید صاحبان ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں ان سالوں کا خون پی جاؤں گا۔ کوئی نظریہ تو آوے۔"

"نہیں تمہاری موت مجھے بہت گراں گزرتی ہے۔"

"گزرتی دو سالوں کو میں موت ورت کی پروا نہیں کرتا۔"

"اچھا تو مرنا" حمید نے جھلک کر میز پر دو بھڑکے چلا دیا اور قاسم ہی ہی ہی کرتا ہوا بیٹھ گیا۔

دفعہ مایکرو فون کی موسیقی ایسی معلوم ہونے لگی جیسے بہت سے گتے کے لیے بیچ رہے ہوں۔ رضی تھا کہ اور لوگ اس طرح کھڑے ہونے جیسے کوئی نہایت بڑی مصیبت آنے لگی ہو۔ یہ غور بہت دور جا رہا۔ حالانکہ سارے دنوں نے بھی اپنے ہاتھ روک لیے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ شور کم ہوتا گیا اور کسی نے انگریزی میں کہا کہ "ڈائٹنگ ہال میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔" کچھ انہوں نے کہا کہ آپ کی تقریرات میں غلطی ہوتی ہے اور پھر وہ سارے ٹیک گڑھ کی بڑا ڈائٹنگ میں رخصت ہوا ہے۔ مگر کچھ تھپتھپے ہیں آپ تک اپنے خیالات کیسے پہنچاؤں؟ میں اس کا بچاری ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس شخص کی ترقی انسانی کی فلاح کے لیے کام آئے۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا کے بہترین دماغ تجربہ کاروں سے بہت چاہیں۔ ایک بار سنیے کہ میں کون ہوں؟ آپ کا خادم ڈائٹنگ ہال میں رہتی ہے ان گتے چھٹے سائنس دانوں میں سے ہوں جن پر نازی فوج کی بارجمت کا دار و مدار تھا لیکن آپ یقین کیجیے کہ کبھی جنگ عظیم کی بناہ کاریوں نے مجھے ہرگز پہنچا تھا۔ آج بھی اسے یاد کرتا ہوں تو روٹنے کوڑے ہو جاتے ہیں پھر جب جرمنی کی شکست کے بعد فوجیوں نے جرمنی کی دولت اور زمین کے ساتھ ہی ساتھ آدی بھی ہاتھ خرواع کیے تو میں کسی طرح بچ کر نکل آیا۔ اب میں مشرق کی پڑھ سکون اور اس پر درفتا میں سائنس لے رہا ہوں۔ اگر میں یہاں باقاعدہ طور پر کھٹکھٹا کام کرنا چاہتا تو حکومت مجھے بھی اس کی اجازت نہ دیتی۔ اجازت دینا تو لڑا گیا رہا۔ آپ کی حکومت مجھے قیدی بنا کر اور پوری قوتوں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیتی جنہوں نے جرمنی کو بناٹ لیا ہے۔ بہر حال میں نے تہیہ کیا ہے کہ آپ بنی نوع انسان کے لیے کام کرناں گا۔ میری ایک پیش کش کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گی یعنی ٹیک گڑھ میں آپ اس سے خدمت نہ کھائیں۔ وہ

آپ کا خادم ہو گا لیکن خدارے! یہ بولنے کی کوشش نہ کیجیے گا ورنہ نتیجے کے آپ خود دوسے دار ہوں گے۔ بس آپ اس کی خدمت سے فائدہ اٹھائیے۔

پھر سنا تا چھا گیا۔ سازندوں نے ساز چھیڑ دیے۔ ایک کام کرنے لگا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ آدھرتین ماہ سے اکثر ایسے واقعات زد دنیا ہو رہے تھے سارے ملک میں کی ڈانگڑ برہمن کی آواز گونجنے لگی۔ مقامی بڑا ڈاکستان اسٹیشن بے کار ہو کر رہ گیا۔ ہر ریڈیو پر ڈاکٹر برہمن کی آواز سنائی دیتی۔ غیر ریتیکو کا معاملہ تو بس حد تک معمولی ہی تھا لیکن اس چیز نے عام طور پر ٹیکینشن اور ملکی مساند انوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا کال کی آواز مایکروفون پر بھی سنائی دیتی تھی۔ مثلاً آپ مایکروفون پر کسی لیڈر کی تقریر یا کوئی جھگڑا سنا کر ڈاکٹر برہمن سے یہ کہنا کہ ایک تقریر یا لکھتوں اور لیڈروں کی آواز میں تبدیل ہو جائیں گے اور پھر تھوڑی دیر بعد آپ ڈاکٹر برہمن کی آواز سنیں گے۔

ڈاکٹر برہمن - یہ نام تقریباً ہر ایک کے ذہن سے چمک کر رہ گیا تھا اور پلیس اس پراسرار آواز کی تلاش میں تھی۔ محکمہ افسران کے بہترین دماغ دن رات ای ٹیکس کر رہے تھے کسی طرح ڈاکٹر برہمن کا ٹھکانہ نہ معلوم ہو جائے۔ خود کرل فریدی بھی کانٹا بنے تاک اس کے لیے سرگرداں رہ چکا تھا مگر اب اس نے اس کے سلسلے میں دوڑ دھوپ ترک کر دی تھی اور کسی ایسے موقع کا منتظر تھا جب ڈاکٹر برہمن سے کوئی لغزش ہو جائے۔ اس وقت یہاں اس ٹائم ٹکب میں بیٹھے بیٹھے جمید نے سوچا کہ اس وقت حقیقتاً برہمن سے ایک لغزش ہوگئی ہے۔ آخر اس نے اپنی کسی پیش کش کے سلسلے میں خصوصیت سے ٹیکوٹو صری کا نام کیوں لیا تھا۔ جیم گروہ اور پیراٹیاں۔ جمید نے سوچا۔ اس تم کے کاموں کے لیے بہت موزوں ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں کہیں ہو؟ گلگاں کی وہ پیش کش کیا ہوگی؟

”یہ سالہ برہمن۔۔۔“ قائم برہمن کی ہونئی آواز میں بڑبڑایا۔

”قوی ماڈو مگر معلوم ہوتا ہے قیول جمید بھائی“

”چٹانوں آجمید نے بے پروائی کے اظہار کے لیے اپنے نشانوں کو جنبش دی۔

”اماں۔۔۔ وہ تمہیں یاد ہے۔۔۔ جو ہر بندوں کو نامانی بنا دیتا تھا۔ وہ بھی تو سائنٹیفک تھا“

”سائنٹسٹ۔ جمید نے غرا کر صبح کی۔

”اماں۔ تم کیوں کہتے ہو میری زبان جو میرا دل چاہے

گا کہوں گا۔ ہاں نہیں تو یہ رضی پور شروع ہو گیا تھا۔ جمید کو اس بار بھی سوتق نزل سکا کہ وہ کسی سے رضی کی درخواست کرتا۔

”آج کوئی نصیحاں مار رہے ہو۔ قائم نے کچھ دیر بعد ہنس کر کہا۔

”تمہاری نخوت ہے۔ جمید پر اسامہ بنا کر بولا۔

”تمہارا شکل کبھی اور لڑکیوں کے لیے چمکد ہو کر رہ گیا۔“

”تم خود۔۔۔ جگہ۔۔۔ چمکد۔“

”ابے میں اپنے ہی کو تو کہ رہا تھا۔“

”نہیں تم نے مجھے کہا تھا۔“

”اچھا تمہیں ہی کہا تھا جو کچھ کرنا ہو کر لو جمید نے کہا

اور وہاں سے اٹھ گیا۔ پھر وہ سیدھا رتا مسوں کی بھڑ میں آیا اور اکیلے ہی ناچنے لگا مگر پوزی تھا جسے کوئی لڑکی اس کے یادوں میں ہو۔ بہت سے نتیجے فضا میں لہراتے لیکن جمید کی سمجھائی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

قائم سمیت پکڑے جوئے نتیجے پر قہقہہ لگا رہا تھا پھر جتنے جوڑے بھی رضی کرتے ہوئے جمید کے پاس سے گزرتے اس کی بے چارگی پر افسوس مند نظر ہا کرتے لیکن جیسے اس سے زور ہوتے اس طرح ہنس پڑتے جیسے ڈھکے چھپتے الفاظ میں اسے کوئی گندی ہی گالی دے تھے ہوں۔ ذرا ایک لڑکی نے جمید کا دستہ روک لیا۔ یہ تنہا تھی اور شاید کیلری سے اٹھ کر آئی تھی۔

”مجھے افسوس ہے۔ میں آپ کے لیے معنوم ہوں۔“ اس نے کہا۔

جمید ٹک گیا اور آہستہ سے بولا۔ ”میرا مذاق مت اڑھا لے، یہ میرا آخری رقص ہے۔ اس کے بعد میں خرد گشتی کر لوں گا۔“

”نہیں۔ وہ زبردستی جمید کو دوبارہ رقص کرنے والوں کی پھر میں بھیج لے گی۔“

یہ ایک ستر ستر قدامت مناسب لاف لاف اور لائی تھی۔ رنگت چھپتی تھی اور اس کی آنکھیں بڑی اور پرکشش تھیں۔

”آپ تو بہت اچھا ناچتی ہیں؟ جمید بڑبڑایا۔

”چٹانوں، وہ مسکرائی۔ آپ کے اس طرح اکیلے ناچنے میں کتنی جھلاہٹ تھی۔“

”تو کیا مجھے جھلاہٹ نہیں چاہیے تھا۔“

”قلبی جھلاہٹ چاہیے تھا۔ لڑکی نے جمید کی کہا۔

”شاید کوئی لڑکیوں نے آپ کی درخواست روک دی تھی“

”میں کوئی بھی سے درخواست نہیں کرتا۔“

”بہت معزور ہیں۔۔۔ کیوں؟“ وہ جمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور جمید کے قدم لاکڑاٹنے لگے، اس کی آنکھیں حقیقتاً بہت ہی بحر انگیز تھیں اور ان میں صبح معنی میں زندگی کی چمک پائی مانی تھی۔ جمید نے ایسی آنکھیں بہت کم دیکھی تھیں۔

قائم جو ابھی تک حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ یک یک اپنی کھوپڑی سے باہر ہو گیا۔ اس نے سہا جاکر وہ خود بھی اسی طرح تنہا ناچنا شروع کر دے تو کوئی گھلائی ہی لڑکی لگتی اس پر دم کھائے گی۔ وہ جھوٹا ہنسا اٹھا اور اسے ناچنا تو آتا نہیں تھا۔ بس وہ کسی شہزادی کی طرح رقص گاہ کے فرش پر لڑھکانے لگا۔ دفتر ایک سرکل میں بیٹھنے نے اس کے کانوں کے پردے چھاڑ دیے۔

ایک لڑکی کے پاؤں پر اس کا پاؤں پڑ گیا تھا۔

لڑکی کا پاؤں اس سے پھیر گیا اور لوگ بھی دوڑے لیکن قائم جو بہت اچھے خود میں تھا، وہ بول با تھا اٹھا کر بیٹھا۔

مجاہد کو آپ لوگ دور ہی رہنے۔ ان سے مجھے ابھی طرح پہنچنے دیجیے۔ میں نے ان کی مشورہ کو کلیتاً پہنچائی ہے۔“

لوگوں نے جھجھکاؤ انداز میں اس دلیر زاد کے الفاظ سننے گروہ آدمی بار بار اس پر کھرنے برائے جا رہا تھا۔ آکر کڑھا غاموٹی ہو گیا اور وہاں قاضی پھر بھی قائم آدمیوں کے اس سندھری سب سے آدھی نظر آ رہا تھا۔

ڈرائیور کا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ شاید وہ فرلانگ پہلنے کے بعد ہی فریدی بیچ سڑک پر کھڑا نظر آیا۔ کاری بیڈ لائینس کی روشنی اس پر پڑی اور ڈرائیور کو ایسا معلوم ہوا جیسے ڈگری ڈینا کا کوئی آدمی ہو۔ اس نے کار اس کے قریب روک دی۔

فریدی کی چکی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھا مجاہد بولا۔ ”ٹھیک ہے چلو۔“

وہ فریدی ہی کا ڈرائیور تھا۔ اس لیے اس روپے پر ذرہ برابر بھی حیرت نہ بھری۔ وہ اس طرح خاموشی سے آ بیٹھا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ۔ نہ چہرے پر پراسیمگی کے آثار تھے اور نہ لباس میں بے ترتیبی تھی۔ فلت ہیٹ بھی پہلے ہی کی طرح سر پر موجود تھی۔

ڈرائیور میں اتنی بہت کہاں کہ وہ اس سے کچھ پوچھ سکتا۔ کار لڑنے بھرتی رہی۔ فریدی سوچ رہا تھا شاید انہیں غلط ہو

گیا ہے کہ اب وہ خود بھی ٹیکسٹ چار جا رہا ہے۔ اس لیے ہر سکتا ہے کہ اسٹریٹ پر بھی ٹیکسٹ چار ہو جائے۔ وہ ان کے لیے اپنے ہاتھوں کے ساتھ ہی ساتھ قانون بھی استعمال کر سکتا تھا۔ کہاں تھا؟ وہ تو اس وقت ٹیکسٹ چار جانا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے معاملے کو دل نہیں دیا تھا۔ اسٹریٹ کے پھانگ پر کار لڑی۔ یہ جگہ کافی روشن تھی اور یہاں کسی ترم کے حملے کا امکان نہیں تھا۔ فریدی کی کار سے اڑنا۔ ایک سادہ لباس والے نے اٹکے بڑھ کر اسے سلام کیا۔

”کیوں؟“ فریدی کی رگ گیا۔

”ڈرین۔۔۔ یہاں وینٹک روم میں موجود ہے جناب۔“

”بہت خوب۔“ فریدی کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا۔ ”میں باہر جا رہا ہوں لیکن تم اس پر توجہ نہ رکھنا۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”سیری صدم موجودگی میں اس کے متعلق ساری اطلاعات امر سنگھ کو دینا۔“

”بہتر جناب۔“

فریدی نے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ وہ کار واپس لے جائے اور خود اندر چلا گیا۔ یہاں امر سنگھ سیٹ کے دروازے پر فریدی کی سیرد لیے اس کا منتظر تھا۔ امر سنگھ ابھی حال ہی میں اس کی ماتحتی میں آیا تھا۔ یہ ایک نوجوان، ذہین اور بخلا آدمی تھا۔

”امر یہاں وینٹک روم میں ڈرین موجود ہے۔ میں نے مزید تین کو اس کے متعلق ہدایات دی ہیں۔ اس کی رپورٹ تم دیکھو گئے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”اچھا اب تم جاؤ۔“

”لیکن یہاں ڈرین کی موجودگی۔ جناب! امیر خیال ہے کہ اس سے پہلے بھی وہ ایک بار آپ سے بدتمیزی سے پیش آچکا ہے۔“

”اوہ؟ فریدی مسکرایا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”میرا دل چاہتا ہے کہ کسی دن اسے شارع عام پر بے عزت کروں۔“

”نہیں۔ میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ ہمارا فن ٹھنڈا دماغ مانگتا ہے۔“

امر کچھ نہ بولا۔ فریدی وینٹک روم کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں اس وقت صرف تین آدمی تھے۔ فریدی نے ان پر

گیا ہے کہ اب وہ خود بھی ٹیکسٹ چار جا رہا ہے۔ اس لیے ہر سکتا ہے کہ اسٹریٹ پر بھی ٹیکسٹ چار ہو جائے۔ وہ ان کے لیے اپنے ہاتھوں کے ساتھ ہی ساتھ قانون بھی استعمال کر سکتا تھا۔ کہاں تھا؟ وہ تو اس وقت ٹیکسٹ چار جانا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے معاملے کو دل نہیں دیا تھا۔ اسٹریٹ کے پھانگ پر کار لڑی۔ یہ جگہ کافی روشن تھی اور یہاں کسی ترم کے حملے کا امکان نہیں تھا۔ فریدی کی کار سے اڑنا۔ ایک سادہ لباس والے نے اٹکے بڑھ کر اسے سلام کیا۔

”کیوں؟“ فریدی کی رگ گیا۔

”ڈرین۔۔۔ یہاں وینٹک روم میں موجود ہے جناب۔“

”بہت خوب۔“ فریدی کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا۔ ”میں باہر جا رہا ہوں لیکن تم اس پر توجہ نہ رکھنا۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”سیری صدم موجودگی میں اس کے متعلق ساری اطلاعات امر سنگھ کو دینا۔“

”بہتر جناب۔“

فریدی نے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ وہ کار واپس لے جائے اور خود اندر چلا گیا۔ یہاں امر سنگھ سیٹ کے دروازے پر فریدی کی سیرد لیے اس کا منتظر تھا۔ امر سنگھ ابھی حال ہی میں اس کی ماتحتی میں آیا تھا۔ یہ ایک نوجوان، ذہین اور بخلا آدمی تھا۔

”امر یہاں وینٹک روم میں ڈرین موجود ہے۔ میں نے مزید تین کو اس کے متعلق ہدایات دی ہیں۔ اس کی رپورٹ تم دیکھو گئے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”اچھا اب تم جاؤ۔“

”لیکن یہاں ڈرین کی موجودگی۔ جناب! امیر خیال ہے کہ اس سے پہلے بھی وہ ایک بار آپ سے بدتمیزی سے پیش آچکا ہے۔“

”اوہ؟ فریدی مسکرایا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”میرا دل چاہتا ہے کہ کسی دن اسے شارع عام پر بے عزت کروں۔“

”نہیں۔ میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ ہمارا فن ٹھنڈا دماغ مانگتا ہے۔“

امر کچھ نہ بولا۔ فریدی وینٹک روم کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں اس وقت صرف تین آدمی تھے۔ فریدی نے ان پر

آجیسی نظر قابل توجہ نہیں تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں بھی ڈرہن نظر نہ آیا۔ آخر پھر پتھر توڑا۔ میں اُس سے بڑھ چلا ہوا ہوں۔ یہ ایک قوی سیکل اور بد صورت آدمی تھا۔ چہرے پر سخت کیر طبیعت کا اندازہ کرنا دشوار نہیں تھا۔ اُس کے ہاتھ پر اور دھرتے تھے۔ ہاتھوں کی بناوٹ سے پتا چلتا تھا کہ وہ وزنی چیزیں اٹھانے کے عادی ہیں۔ اگر اُس کے جسم پر تھیس قدم کا بیش قیمت ثبوت نہ ہوتا تو عام طور پر ہی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ کوئی لوہار ہوگا۔ فریدی کو دیکھ کر وہ معنی فریڈمانڈ میں شکرا رہا۔ ویسے اُس کی آنکھیں غلظت ہی کا اظہار کر رہی تھیں۔ فریدی کی شکرا بہت ہی کمی ضرور آدمی کو غصہ دلانے کے لیے کم نہیں تھی۔

”اگر کیسے تو اس اتفاقیہ ملاقات کو کسی جشن کا رنگ دے دیا جائے۔“ اُس نے فریدی کو مخاطب کیا۔

”نہیں جشن تو اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ میں نہ جاؤں لیکن کسی دن ہر گنا ضرور۔“

”کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟“

”ہاں۔ آن۔ فی الحال ٹیک گڑھ تک۔“

”کوئی صاحب! میں ایک بار پھر آپ کو کھانا بھول گیا۔ اس معاملے میں آپ نہ بڑھیں۔“

”کس معاملے میں؟ فریدی نے حیرت سے کہا۔ میں نہیں سمجھا۔ تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟“

”مجھے بے حد افسوس ہوگا اگر آپ کو نقصان پہنچا۔“

”ادھر۔ میں سمجھا تو اس وقت تم کہاں افسوس کرنے ہی کے لیے آئے تھے۔ ٹھیک تو میں مجھے افسوس ہے کہ تم افسوس کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس آدمی رہے ہوں گے، کسی دن ایک ٹھیکری جاہلین نے کراہٹ مٹا دی ہے تو افسوس کرنے کا موقع مل ہی جائے۔“

”میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”ماہی پر کھانا ڈالنا۔ آج ہی کھانا دینا ضرور تم کو ہے۔“

”آپ کی مرضی؟ ڈرہن نے بے پروائی سے شائق کو جھینش دی۔

فریدی دایبے کے لیے مڑا ہی تھا کہ وہ پھر بولنے لگے تو نہی۔ کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟“

”قطعی اور آخری۔ فریدی نے مڑا کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ آپ آپ اُس آدمی کی شخصیت سے

مجی واقف ہیں؟“

”قطعی واقف ہوں اور اسی لیے یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

”تو آپ شاید ویدہ ودانت کو نہیں میں جیسا ہلاک رہے ہیں۔ ڈرہن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”آپ کا پورا حکم لے لیں جو چاہئے گا۔“

”میں بھی جانتا ہوں اور اسی لیے مجھے اس قسم کا فیصلہ کرنا پڑا ہے۔“

”جب آپ کا حکم ہی ہے بس جو چاہئے گا تو آپ کیا کریں گے؟“

”جب میں قانون کو بے بس دیکھتا ہوں تو پھر مجھ پر مجھے ہی قوانین وضع کرنے پڑتے ہیں اور میں اپنی طرح جانتا ہوں تو قوانین کی برتری کس طرح منوانی جاتی ہے؟“ فریدی نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

✦

جب قاسم پر پھٹے برسائے والا ٹھک گیا اور اس کے ہاتھ سست پڑنے لگے تو قاسم نے ہنس کر کہا۔ ”اچھا پیارے آپ ایک ہاتھ میرا لیا تھا۔“

اُس نے اُس کے سر پر ایک دو ہتھوڑا دیا اور وہ کمرہ چھوڑ چھوڑ چلا گیا۔ لوگوں نے ہنسا شروع کر دیا۔ اُس کی ہر طرف بڑی طرف بیچ رہی تھی۔ قاسم کو پتا نہیں کہ کن زبانوں میں کیا لیا گیا۔ سبھی نے قاسم کی بات بول کر لیا۔ یہ کہ وہ اُس کا کوئی پتہ نہ دے رہی تھی۔

”اُمب۔۔۔ اُمب۔۔۔ بس سنیے تو ہی۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں۔۔۔ دیکھیے۔ قاسم نے جھج کر بے ہوش آدمی کو گور میں اٹھایا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے اُس نے کسی نئے سے بچے کو گور میں اٹھایا ہو۔

حمید اور اُس کی ہر طرف ہی اسی ہیرے میں موجود تھے لیکن حمید یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا تھا وہ اب بھی کچھ نہ بولا۔

”تو۔۔۔ تمہاں۔۔۔ لے چلوں۔“ قاسم نے بے ہوش آدمی کی ہر طرف سے پوچھا۔

”پلیس اسٹیشن۔ وہ دہاڑی۔ یہاں اتنے لوگ موجود ہیں لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس بدعاش سے کچھ لے لیں۔ ابھی پلیس کو فون کرتی ہوں۔“

”اپنی ایسی کی ایسی میں جاتے سالا۔ قاسم نے جھینسا کر اُسے پھر فرس پر ڈال دیا اور بولا۔ ”میں نے تو ایک ہی ہاتھ مارا تھا۔“

لوگ بے ہوش پڑے۔ حالات ہی کچھ ایسے ٹھیک نہ تھے کسی کو بھی بے ہوش آدمی سے ہمدردی نہیں تھی۔ اُس کی ہر طرف پھر جھینس گئی اور حمید کے بڑھ کر بولا۔ ”آپ نے ان صاحب کو پتے سے کیوں نہیں روکا تھا؟“

”یہ نئے میں نہیں تھا۔“

”تمہا کوئی نہیں اور اس وقت آپ کہاں تھیں جب یہ میرے قطب مینار پر گرنے پر ہاتھ تھا؟“

”اے۔۔۔ زبان سنبھال کے۔۔۔ تم خود قطب مینار قاسم تک گیا۔

”دیکھا آپ نے۔۔۔ کتنا سادہ لوح اور میرا آدمی ہے حمید نے مجھ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”سادہ لوح کہے کہتے ہیں؟“ قاسم نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

”ختم کرو۔ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم آخر شرا بہوں کے منہ لگتے ہی کیوں ہوا آؤ۔۔۔ ادھر آؤ۔“

”پلیس۔۔۔ پلیس۔۔۔ بے ہوش آدمی کی ہر طرف جھینس۔

”کیا تم اسے جانتے ہو؟“ حمید کی ہر طرف سے قاسم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”ہاں! یہ میرے سوتے دوست کا لڑکا ہے۔ حمید نے کہا اور قاسم کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتا لپٹا چلا گیا۔ بیہوش آدمی کی ہر طرف جھینس لپٹی رہی تھی۔

حمید اسے اپنی مڑ پڑایا اور وہ بیٹھ گئے۔ حمید کی ہر طرف قاسم کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔

”کیا قصہ تھا؟“ حمید نے پوچھا۔

”کچھ نہیں میں نے سوچا جیسے اللہ نے تم پر رحم کیا ہے۔ شاید کچھ پریمی کر دے۔“

”کیا مطلب؟“

”میں بھی اتنی ہی ناچنے مارا تھا۔“

حمید کی ہر طرف ہنس پڑی۔ قاسم کہتا رہا۔ ”اس کی مشورہ کے پیر پر میرا پیر پڑ گیا تھا بس سالا۔ بلکہ گیا تھا۔ میں نے بھی کہا اچھا بیٹا مارا۔ آپ تو پیر کیا۔ میں ایک ہاتھ ہی نہ مارا۔۔۔ واہ مینی“

دوسری طرف کچھ دیر بے ہوش آدمی کو اٹھا رہے تھے اور اُس کی ہر طرف شاید پلیس کو فون کرنے لگی تھی۔

”نہیں! ایک کیا تم دس مار تے گور۔۔۔ اُس نے پلیس کو

سچ کچھ فون کرو تو پھر حمید جھینسا گیا۔

”تو قاسم ہوگا؟“ قاسم نے پیر ہاتھ مار کر بولا۔ ”میں پلیس کے باپ کا چھوڑنا چاہتا ہوں۔ قیوں حمید چاہتا۔ یہی ہے وہ حمید کی ہر طرف کو آنکھوں سے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”اچھا اب بہتر ہے کہ کہاں سے چپ چاپ کھسکے۔“

”یہ کیا ہے سر کتا ہے؟“ قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ”میں نہیں یہاں تنہا پھر کھلا جاؤں۔۔۔ اس میں صیبت میں۔“

”کیوں؟ کچھ کے اس صیبت کا کیا سرکار ہے؟“

”اسے واہ۔ جب سے وہ مجھے کھسکے مار رہا تھا تو اس کے پتھر گرنے مارا تھا؟“

”کو اس صیبت کرو۔“

”اچھی بات ہے۔ قاسم گلو گویا آواز میں بولا۔ تو قاسم تم مجھے ہنسناؤ۔۔۔ غیر۔۔۔ پھر اتوں نے ہی مارا تھا۔“

”پتھر! حمید کی ہر طرف سے حیرت سے ڈھرایا۔

”جی ہاں! قاسم شرات پر آمادہ ہو گیا۔ بڑے بھائی کا ہاتھ بڑا سچا ہے۔ پھر جہاں بھی پتھر مار دیں تو کون پتا نہیں پاسکتا کہسے ہاتھ صاف کیا ہے۔“

”کیوں کو اس کر رہے ہو؟“

”معاف کیجئے۔ حمید کی ہر طرف اٹھی ہوئی بولی۔ ”میں خراخرا آپ کی آنکھوں میں کھلی ہوئی ہوں۔“

”اسے آپ بیٹھے۔۔۔ یہ لوبھی۔۔۔ ب۔۔۔ کیو۔۔۔ اس کی۔۔۔ چلی گی۔ کیوں ایسے تم کو صیبت تو نے کیا کیا؟“

حمید قاسم پر اٹھ بیٹا۔ لڑکی جاہلی تھی۔

قاسم بیٹے دبانے سے حاشا ہنس رہا تھا۔

”میں تمہیں ملاؤں گا۔ حمید دانت میں کر بولا۔

”اچی۔۔۔ اچی۔۔۔ یہی۔۔۔ تو خود ہی ہی۔۔۔ رور ہے ہو پیارے۔۔۔ اچی“

”خاموش ہوا اور نہ بڑی طرح بیٹھ آؤں گا۔“

قاسم ہنستے ہنستے بیٹھ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد کھڑا ہوا اور میں بولا۔ ”میں تمہارا ہی طرح کیا تاکہ تمہاں سے میرے لیے بھی ایک ڈھونڈ لیا کرو۔ کیا کچھ؟“

”تمہارا زہر ہنسنا کمال ہو جائے گا۔“

”ہو جائے۔ واہ کتنا لطف آیا ہے اس وقت۔“

”لطف کے۔۔۔ بچتے ہیں دیکھ لوں گا تمہیں۔“

”دیکھ لینا۔ قاسم ہنس پڑا۔ حمید کا بڑا بڑا چہرہ دیکھ

کر وہ اسے اور زیادہ غصہ دلانا چاہتا۔ حمید قاسم کوئی ہی رہا۔ اس کی نظریں سبھی اسی لڑکی کو تلاشی لڑ رہی تھیں۔ وہ اسے بہت پسند آئی تھی۔ دفعہ سات یا آٹھ آدمی نظر آنے جو جتنے میں بھر سے بچے تھے اس بڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”بیٹے قاسم سنبھلو۔ حمید نے قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔
”یقیناً قاسم جینک پرنا اور اس کی نظر بھی ان لوگوں کی طرف اٹھی۔ وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

ان لوگوں میں سے کسی نے چیخ کر کہا: یہی تھے؟
اور پھر ایک بیک وہ سب ان دونوں پر آ پڑے۔
اور حمید کے ماتحت جو سادہ لباس میں اس کی حفاظت کرتے تھے وہ بھی دوڑ پڑے۔ وہ ہی تعداد میں آ کر پڑے۔ ان کی وجہ سے حمید کو گلا آدمیوں کے زرنے سے نکل جانے میں بڑی مدد ملی اور اس نے ایک سادہ لباس والے کو اپنی طرف بھیج کر راستہ سے کہا۔

”کسی طرح اس لیے ہوش آدمی کو کہاں سے ہٹا لے جاؤ۔
یہ لوگ اسی کے جہانے ہم پر آئے ہیں؟

سادہ لباس والا دوڑتا ہوا ڈائیننگ ہال کی طرف چلا گیا۔
اس کے بعد حمید کو ڈر اور ماتحت متاثر دکھاتا رہا۔ قاسم نے تین کو تھام لیا تھا اور اب وہ لوگ اس سے دور ہی دور رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس جنگ و جدل کی وجہ سے سرگرمی ہال میں ابتری پھیل گئی۔ کچھ لوگ حمید کے گرد کھڑے ہوئے تھے ان میں میجر بھی تھا۔

”کیوں جناب؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے حسیل آواز میں کہا اور کسی کو بھیج کر مخاطب کیا۔ ”پولیس کو فون کرو“
”میں کیا جانوں کیا ہو رہا ہے، میں تو ازراہ ہر دم اس کے موٹے کواچی میز پر لے گیا تھا۔ اگر سبھی اس سے کوئی تعلق نہ ہو تو آپ مجھے بھی وہیں دیکھتے“

اس نے یہ جملہ ٹینڈا آواز میں کہا تھا تاکہ قریب و جوار کے لوگ سن سکیں اور پھر اسے پورے کرکریں۔ کسی بلیک مقام پر اس قسم کے ہنگامے والی جان ہی ہو جاتے ہیں۔ ویسے حمید کا خیال تھا کہ یہ ہنگامہ اس آدمی کی وجہ سے نہیں پورا ہو گا قاسم کا ہاتھ پڑتے ہی بے ہوش ہو گیا تھا بلکہ کھلے دروازے کے علاوہ دروازے سے اس وقت موقع سے فائدہ اٹھا رہا تھا اور اس فکر میں تھے کہ اس کا کام تمام کر کے نکلا جائیں۔ قاسم بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہاتھ کھار تھا لیکن اب اتفاقاً ہی سے وہ کسی کو نشانہ بننے میں

”اس سلسلے میں چند بیٹے بچانے کے لیے اپنی بیٹی کو بھیج کر ٹھکانے کے لیے سوچا۔“
”سبھی لڑکے تمہاری عمر کی تھے؟“ زانیہ نے سچی سے پوچھا۔
”ماڑھے جا رسال“
”اور تم پانچ سال کی کب ہو جاؤ گی؟“
”اس میں سے نیچے اترتے ہی“ بیٹی نے جواب دیا۔

کا سیاب ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ اس کے سلسلے میں کافی محتاط ہو گئے تھے۔ البتہ حمید کے آدمیوں کو اکثر ایک آدھ روٹے کا ٹکٹھ آجاتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کسی طرح قاسم بھی ان میں جڑے۔ ایک ہو جانے تاکہ وہ لوگ علاوہ ان کو قوا بزرگوں میں قاسم انہیں بھی ڈنٹن ہی سمجھ کر اپنے کتب دکھا رہا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ حمید کے آدمی یہاں بھی موجود ہیں۔ کچھ دیر تک اسی قسم کی جھگڑ چلتی رہی پھر کچھ مسلح کانسٹیبل اندر کھس آئے اور انہوں نے لڑنے والوں کے گرد کھیر ڈال دیا۔

حمید کے ساتھیوں نے ہاتھ روک لیے اور حمید کے بڑھا لیا۔
”بھٹکنا یاں؟“ حمید نے سب انہیں کو مخاطب کیا۔
”سات بھٹکنا یاں؟“

”آپ کون ہیں؟“ سب انہیں مخاطب کیا۔
حمید نے اپنا شناخت نامہ نکال کر اسے دکھا لیکن دفعہ

اسی وقت پورا ہال تاریک ہو گیا۔ مختلف قسم کی آوازیں انہرے میں گونجنے لگیں۔ ان میں تینوں بھی تھیں۔ گالیاں بھی تھیں اور فائر کو دینے کی دھمکیاں بھی۔ میجر نارنج کی روشنیوں انہرے میں آڑی ترجمی نکرنے لگیں۔ پولیس والوں کا کھیرا فوج لگا تھا حمید نے سوچا کہ اب علاوہ آدمیوں میں سے کسی کا ہاتھ آنا مشکل ہی ہے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد ہال پھر روشن ہو گیا اور پولیس والوں نے اب قاسم اور حمید کے ساتھیوں کو کھیر لیا جو اب بھی وہیں موجود تھے۔ حمید نے سب انہیں کو تھام لیا کہ وہ اس کے آدمی ہیں۔ قاسم کے گرد بھی اپنی خاص میجر لوگ کئی میسر بلیک پڑے تھے اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہا۔

”بیچارے، یہ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”آپ نے بنیادی علمی مرز دہرائی ہے۔ آپ کو فون پر بکرو سے ہی کی اطلاع ملی ہوگی لیکن آپ نے احتیاط نہیں برتی“
”میں نہیں سمجھا۔ آپ کیسی احتیاط چاہتے ہیں؟“

”آئندہ جب کبھی کسی ہونٹ کا ٹکٹھ میں ہوسکی اطلاع ملے تو موقع واردات پر پہنچنے سے پہلے کہ از کم ایک آدمی میں سوچ بورد کے پاس ضرور چھوڑ دے جیسے گا“
سب انہیں کو کچھ بولا۔

”تھوڑی دیر بعد میدان خالی ہو گیا۔ پولیس والے منایط کی کارروائی کر کے چلے گئے لیکن حمید کا ناظرہ بند ہو گیا۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ اسے واقعے کی تفصیل معلوم ہو جائے۔ لوگوں کو اس پر بھی حیرت تھی کہ پولیس انہیں ہاتھ لگانے لیتری وہاں نہیں چلی گئی۔

میجر سے ایک باہر سامنا ہوا۔
”آپ کون ہیں؟“ اس نے میجر آواز میں پوچھا۔
”میں کوئی بھی نہیں اس سے آپ کو سروکار نہ ہونا چاہیے لیکن آنا ضرور کہوں گا کہ یہ ٹکٹھ کلب لفٹنگ کا اٹھا کر آجے کچھ جناب“

”شروعات تو آپ کے ساتھی ہی نے کی تھی“
”ہاں اور اسی لیے کی تھی کہ یہاں کے لفٹنگ کچھڑے جا سکیں لیکن میں وقت پر میں سوچ آت کر ادینے ڈنٹے داری سرسرا کر پر غاند ہونے چاہتے۔“
”آپ نماغواہ مجھے الزام نہیں دے سکتے“
”میں اب شرفیت نہ جانے، حمید ہاتھ پلا کر بولا۔
میجر بڑا بڑا ہوا زحمت ہو گیا۔

پھر حمید نے اپنے اس آدمی کو اشارے سے مٹا لیا جسے اس نے ڈائیننگ ہال میں بھیجا تھا۔ ”کیوں؟ کیا ہوا؟“ حمید نے پوچھا۔
”سب ٹھیک ہے جناب! وہ اس وقت بھی بے ہوش تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تھا۔ لڑکی موجود تھی۔ میں نے اس سے کہا کچھ آدمی تمہاری حمایت میں ان لوگوں سے لڑ گئے ہیں اور ان کے بھی کچھ مزید آدمیوں کے ایمانے کی وجہ سے اچھا خاصا بوجہ شروع ہو گیا ہے۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ تم اسے لے کر کہاں سے کھس جاؤ اور بڑی مصیبت میں نہیں جاؤ گی۔ وہ زور ہو گی اور خود میں نے ہی اس کے لیے میسر کا انتظام کیا۔ ہر حال پولیس کے آنے سے پہلے ہی میں انہیں کھسکا دینے میں کامیاب ہو گیا“

”اچھا، حمید نے ایک طویل سانس لی۔ میں نے جرح کچھ سوچا تھا وہ نہ ہو سکا۔ ان میں سے ایک بھی میرا نہ جا سکا“
”میرے خیال سے تو اب آپ اس طرح باہر نہ نکلاؤ“
”کسی عورت کا ایک آپ کر کے گھر بیٹھوں۔ کیوں؟“

حمید فرمایا۔
”نہیں۔۔۔ جناب۔۔۔ مطلب۔۔۔“
”غصہ کرو۔“ حمید ہاتھ پلا کر بولا۔ ”میں اس کا کارڈم ایک آدمی چاہتا ہوں۔ صرف ایک ہی ہاتھ آجائے۔“
سادہ لباس والا کچھ نہ بولا۔ حمید نے کچھ دیر لیو کہا۔ اپنی جگہ پر واپس جاؤ۔

پھر وہ قاسم کی طرف متوجہ ہوا جو اس کی میز کے قریب بیٹھا لڑکی کا رخ ہانپ رہا تھا۔
”تمہارا وہو سے مجھے ہمیشہ دھکے کھانے پڑتے ہیں۔“ حمید بھی ہمتا ہوا بولا۔
”قبول کھاتے ہو دھکے۔ میں نے کب کہا تھا؟ ایسے ہی نیش لیتا۔ بساوں سے قاسم اپنا ہاتھ بولا۔ ”میں نا کھ لینے کے بعد مجھ سے لڑائی بھڑائی نہیں ہو سکتی“
”تم آئے کیوں تھے یہاں؟“
”تمہاری ڈم سے بندھ کر آیا تھا۔ اچی واہ۔۔۔ آئے قیوں تھے۔۔۔ اے اللہ کی زمین ہے جہاں چاہیں گے جا سکتے۔ تم خون بے ہوش تھو گے۔۔۔ لڑکے والا۔۔۔ سالانہ۔“
”پھر؟“ حمید انہیں نکال کر بولا۔ ”پھر بیکے کیوں شامت آئی ہے۔ میں تمہیں یہاں تنہا چھوڑ جاؤں گا اور تم کسی کی گولی کا نشانہ بن جاؤ گے۔ جانتے ہو یہ لوگ کون تھے؟“
”اسی سالے کے چچا بیٹھے اور کون؟“ حمید ایک میجر بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

”کیوں۔۔۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس سے پہلے بھی مجھ پر دو بار قاتلانہ حملہ کر چکے ہیں۔“
”ہیں؟“ قاسم حیرت بھرا ہوا بولا۔
”ہاں۔ بڑے بڑے۔ ان کی انگلیاں ریلوے کے فریک پر اسی طرح چلتی ہیں جیسے بچے گولیاں کھینچتے ہیں۔ قاسم نے احمقانہ انداز میں ڈکھرایا اور ٹھیک اسی وقت حمید کی طرف پھر دکھائی دی۔ وہ آہی کی طرف آ رہی تھی۔
”تیز سے بیٹھنا۔“ حمید نے آہستہ کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ لڑکی کا چہرہ وہو سے کٹکٹی سے بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ وہو سے ڈھواں سا تھا اور آنکھوں میں بے بسی جھلکتی تھی۔
”وہ لوگ اس آدمی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔“
اس نے بھڑائی لہرائی آواز میں کہا۔
”آپ کیا جانتے؟“ حمید نے حیرت سے کہا۔

75

"میں دونوں ہی سے واقف ہوں۔" اس کی آواز
 آپ بھی کانپ رہی تھی۔ "وہ جو۔۔۔ وہاں گزرا تھا۔۔۔ جس کے
 آپ نے پتھر مارا تھا؟"
 "مگر یہ۔۔۔ آپ اس کی باتوں میں آگئیں۔ حمید نے
 قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ تو میری بیوی کا رہا تھا۔ اگر میں نے
 چاقو مارا ہوتا تو پولیس مجھے یہاں کیوں چھوڑتی؟"
 "آپ کوئی پولیس آفیسر ہیں؟ لڑکی نے کہا۔ میں نے
 یہی اندازہ لگا یا ہے۔ آپ نے سب اسپیکر کو کوئی کاغذ
 دکھایا تھا؟"
 "مگر یہ۔۔۔ آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ ان لوگوں کو
 پہچانتی ہیں؟"
 "جی ہاں۔ وہ آدمی جو میرے ہوش بھرا تھا ایک شریف
 آدمی ہے۔ ایک مقامی کالج میں ٹیچر ہے۔ ایسے واقعات
 اور لشکے اس کے بٹنے والوں میں سے نہیں ہو سکتے؟"
 "آپ ان لشکروں سے ابھی طرح واقف ہیں؟"
 "آپ پہلے یہ بتائیے کہ آپ پولیس آفیسر ہیں یا نہیں؟"
 "نہیں۔ ویسے میں ایک شریف آدمی ہوں۔ اس
 سب اسپیکر سے جان بچان ہے۔ میں نے اسے کاغذ نہیں
 بلکہ مگر بے پیش کی تھا؟"
 "تب پھر۔۔۔ وہ لڑکی جو لڑی آواز میں بولی۔" میں گھر
 کیسے واپس جاؤں گی۔ یہاں مجھے کوئی نہیں جانتا۔ وہ
 لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے میرے خدا۔"
 "آخر اس پریشانی کی وجہ؟"
 "وہ اس واقعہ سے بہت پہلے یہاں موجود تھے۔ انہوں
 نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھا ہو گا؟"
 "تو اس سے کیا ہو گا؟ سمیٹ کر لو انہوں نے میرے
 ساتھ دیکھا ہو گا؟"
 "نیک آپ کو کس طرح بھانڈوں؟"
 "نہیں سمجھائیے۔ میں آپ سے استعاضا کرتی ہوں۔"
 "وہ اپنے دشمن کے ساتھیوں کو بھی نہیں چھوڑتے؟"
 "مگر تمہارا آپ نے ان کے متعلق اتنی معلومات
 کیسے فراہم کر لیں؟"
 "آہ۔۔۔ نہ۔ دیکھیے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اچھا
 یہی سمجھ لیجئے کہ میں انہیں بہت قریب سے جانتی ہوں۔"
 "آخر آپ ان بڑے آدمیوں کو قریب سے کیسے

جانتی ہیں؟ میں نے تو آپ کے متعلق یہی اندازہ لگا یا تھا کہ
 آپ ایک اچھی لڑکی ہیں۔"
 لڑکی مسکرائی اور اس مسکراہٹ نے اس کے چہرے
 پر پائے جانے والے پریشانی کے آثار اس طرح ختم کر دیے
 جیسے گرد آلود آنسو پر غسل کا گلاب پھیر دیا جائے۔
 "میں شینا ایک اچھی لڑکی ہوں۔ ہاں کپتین کیڑنکو بھی
 میرا مزید فرزند نہیں بھرا۔"
 لفظ کپتین پر حمید چونک پڑا اور لڑکی پھر مسکرائی اور پھر
 بولی۔ "میں ان بڑے آدمیوں کے بچے سے رہائی حاصل کرنا
 چاہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے آج یہاں ہی لے بھیجا تھا کہ
 میں نہیں بھاس کر وہاں لے جاؤں، جہاں وہ لوگ چاہتے ہیں
 لیکن اتفاقاً وہ وقت آٹھ بج رہا تھا اور انہوں نے اپنی انیم مل دی۔
 ان کا خیال تھا کہ وہ اس آدمی کے حامی بن کر نہیں بیس سب کے
 سامنے ختم کر کے نکل جائیں گے۔ اس کا موقع اس وقت ملتا
 جب ال کے مہارے لوگ بڑے والوں کو آگ کرانے کے
 لیے بڑبول دیتے تین کسی نے بھی مداخلت نہیں کی۔ تمہارے
 آدمیوں نے ان کا کیل ختم کر دیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ تمہارے
 ساتھ اور لوگ بھی ہوتے ہیں۔"
 "مگر یہ۔۔۔ حمید نے مسکرا کر کہا۔
 "اب سب جان کی وہی سب انیم برونے کا لانا جائے گی۔
 یعنی میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔"
 "تم نے بڑا کر مکیا اور نہ میں مفت میں مارا جاتا۔"
 "ہاں۔۔۔ جہاں۔۔۔ قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
 "مگر یہ۔۔۔ اپنا اپنا۔"
 "کیا آپ کوئی فریڈی ہیں؟ لڑکی نے قاسم کی طرف
 دیکھ کر کہا۔
 "لا حول ولا قوہ۔۔۔ حمید نے بہت بڑا سا منہ بنایا۔ یہ تو
 ۔۔۔ یہ تو میں کوئی نہیں ہے۔"
 "تم خود ہی کوئی ہو؟ قاسم نے پھر پتھر مار کر بولا۔
 "قاسم خود ہی کوئی ہے؟ اسے ٹھکر کر کے اور قاسم نے جانے
 کیوں قاسم ہی ہو گیا۔ لیکن انداز کسی روتھی ہوئی بیوی کا تھا۔
 "اچھا تو پھر پولیس۔۔۔ حمید نے کھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
 "نہیں مگر یہ۔۔۔ اچھی تو اس ہی بیٹے ہیں۔ ہم سارے
 گیارہ بجے وہاں پہنچیں گے۔"
 "کیوں؟"

"یہی وقت دیا گیا ہے اور ہاں۔۔۔ مگر یہ۔۔۔ مگر
 کہتے کہتے قاسم کو بھی پتھر مارا جاتا ہے۔ لیکن وہ یہاں سے کافی دور
 آدھیوں کو نہیں چھوڑ دیا ہے، لیکن وہ یہاں سے کافی دور
 اچھا دیکھیے۔ جو آپ کے کارڈس گلاب کا چھلکا لگا ہوا ہے
 اسے میرے جوتے میں لگا دیجیے تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے
 اور وہ کھلیں کریں آپ کو تو لڑکی نے کہا۔ "ہاں کپتین کیڑنکو بھی
 "اللہ۔ قاسم نے ٹھنڈی سانس کے ساتھ کہہ کر بے چینی
 سے سپلو بولا اور لڑکی نے ساتھ ہنس پڑی۔
 حمید بھی ہنسنے لگا پھر قاسم کی "ہی ہی ہی" بھی چل پڑی۔
 "رہنچسب آدمی معلوم ہوتے۔ پتھر لڑکی نے کہا۔
 "بہت زیادہ۔۔۔ حمید بولا۔ "لیکن تم نے اس کی بیوی کو
 پرتھین کیسے کر لیا تھا۔ جب مجھے یہ واقعہ تمہیں؟"
 "میں کوئی نہیں تعجباً۔ نہیں لگتا تھی۔ اس وقت تک
 کو اپنی طرف اور زیادہ متوجہ کرنا چاہتی تھی۔ اس وقت تک
 میرا یہی خیال تھا کہ ان کی اس انیم کو ملی جا رہا ہے انہوں نے
 مگر۔۔۔ مجھے وہ ایک سال کی بے بس پٹی یاد آتی جو بارش میں
 سڑک پر پڑی چلتا رہی تھی اور اس کی مال کی پریشانی سے خون
 ابل ابل کر بارش کے پانی میں بہ رہا تھا۔"
 لڑکی قاسم کو بھی دیکھ کر ہنس پڑی اور
 ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ میدان میں کوئی بیسنگ خواب
 دیکھ رہی ہو۔
 "میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"
 "اوہ۔۔۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ عزت منی میں آج
 بھی محفوظ ہے اور اس وقت تک محفوظ رہے گا جب تک
 اس میں ان ناپاک آدمیوں کا خون نہ جاملے جنہوں نے اسے
 زبردست پہنچایا تھا۔ آپ نہیں جانتے کہ اس طرح مرنے والی
 کون تھی؟ وہ میری مال تھی اور بارش میں تھا پڑی چلنے والی
 پٹی میں تھی۔"
 "اوہ۔۔۔ مگر یہ روتھی ہوئی کیسے تھی؟"
 "یہ ایک طویل داستان ہے مگر کچھ بتاؤں گی۔ آپ
 لی حال اپنے آدمیوں کو تیار کیجیے کہ وہ آپ کا تعاقب کریں۔
 ان کی رات آپ دونوں کے لیے بہت خطرناک ہے۔"
 "ہاں۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے؟" قاسم نے جواب دیا۔
 میں ہلا۔
 لڑکی اس طرح چونک پڑی جیسے اسے قاسم کی موجودگی

کروا تھا کہ وہ اسے اپنے نرنے میں نہ لینے پائیں۔ اس سے پہلے
 ہی وہ اس آدمی کو بچے سے دھکیل کر کسی چٹان کی آڑ لٹایا جاتا تھا۔
 ”دیکھئے کیا ہو؟ کسی نے گرج کر کہا۔“ ان دونوں کو
 زبردستی الگ کر دو۔“
 حمید تو چاہتا ہی تھا کہ دو ایک اور تریب آجائیں جیسے ہی
 دو آدمی اس کی طرف بڑھے۔ اس نے اپنے شکار کو ان پر
 دھکیل دیا۔ اس طرح وہ سب کے سب ایک دوسرے سے
 ہٹ کر رہ گئے اور حمید نے بے محتاشانہ شیب میں پھلنگ لگا
 دی۔ یہ سوچے اور دیکھے بغیر کہ وہاں سے زمین کی سطح اتنی نیچی
 ہے۔ شاید وہ ان میں سے کسی کی گولی سے مرنا پسند نہیں کرتا تھا۔
 اس کے پیر زمین سے ٹکرانے اور وہ گرتے گرتے بھاگا، اس
 کے پھلنگ لگتا ہے ہی زمین فارتو ہوتے تھے۔ لیکن اب تو وہ
 ایک چٹان کی آڑ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اطمینان
 سے رولہ لوزنگالا اور نئے حملے کا نظارہ کرنے لگا۔ شاید ان میں
 اپنی بہت نہیں کہ وہ سڑک سے شیب میں آتر سکتے اور غالباً
 انہیں یقین نہیں تھا کہ حمید دور نکل گیا ہو گا۔ کچھ دیر بعد تاروں کی
 جھاڑوں میں حمید کو سڑک پر ایک سایہ نظر آیا لیکن وہ سایہ
 جس میں حرکت کھڑا تھا۔ ایک ایک کار اشارت ہونے کی آواز
 آئی اور چمڑ زمین میں نہ جانے کتنی دور چلی گئی۔ یہ کار در آدھی
 تھی اور اس کا ڈرائیور اپنا کچھ اس واقعہ پر ہلکا لگا تھا لیکن
 حالت بدلتے دیکھ کر اس نے نکل جانے میں کسرتی نہیں دکھائی۔
 حمید سوچ رہا تھا کیا اس لڑائی نے دھوکا دیا کہ خود
 اس کے آدمی کہاں رہ گئے تھے؟ اور وہ کار کیا ہوئی جس پر وہی
 دونوں آدمی موجود تھے جن کے متعلق لڑائی نے ناٹ کلب
 میں بتایا تھا؟ انہوں نے کلب سے روانہ ہونے ہی تعاقب
 شروع کر دیا تھا۔ حمید انہیں راتے پھر دیکھتا آیا تھا۔ گلاب ان
 کی کار کہاں تھی؟ اسے یقین تھا کہ اس کار کے پیچھے اس کے
 آدمیوں کی گاڑی ہوگی۔ دس منٹ گزار گئے، لڑائی اور سے پٹے
 آیا اور نہ فائر ہوا۔ یہ صورت آٹھیں میں ڈانے والی تھی۔ ہر کتا ہے
 کہ وہ اب بھی سڑک پر موجود ہیں اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ چروٹی
 طرح کسی اور جگہ سے شیب میں آترنے کی کوشش کر رہے ہوں
 تاکہ اسے گھیرے میں لے سکیں۔ دوسری صورت یقیناً صبر آزما
 ہوتی۔ حمید فوری طور پر فیصلہ کر سکا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اس
 کے پاس نارنجی تھی جن کی وہ سڑک چھڑا کر کھانیاں اور تارے
 پھلانگنا شروع کر دیتا۔ ایک بار تو تھکنے ساتھ دیا تھا۔ یہ

مزدوری نہیں تھا کہ دوسری حالت بھی زمین ہی پر رکھتی۔ اس کے
 ہاتھ میں رولہ اور بھی تھا، لیکن اس نے جھک کر ایک چمڑا سا پتھر
 اٹھا یا اور ان دونوں کی موجودگی یا عدم موجودگی کا اندازہ کرنے
 کے لیے اسے سڑک پر اچھال دیا۔ پتھر گرنے کی آواز اس نے
 صاف سنی لیکن چمڑ تو اس کو قدموں کی آواز ہی مٹائی لڑائی اور
 نہ دوسری طرف سے اس پر کوئی جوابی کارروائی ہوئی۔ چمڑ ہی وہ
 مطمئن نہیں ہوا۔ آخر کچھ دیر بعد اس نے فیصلہ ہی کیا کہ اسے
 ٹیڈل کو پھینچے ہی آترنا چاہیے۔ ممکن ہے رات بسر کرنے کے
 لیے کوئی مسقول ہی جگہ مل جائے۔ اب اس وقت شہر کی جانب
 رخ کرنا ناممکنات ہی میں سے تھا، اہل کو تو پتا نہیں وہ شہر سے
 کتنی دور نکل آیا تھا۔ دوسرے شیب میں آتر جانے کے بعد
 سب تو کاتعین کرنا چمڑ نے شہر لائے سے کم نہیں تھا اور سب تو
 کاتعین کیے بغیر شیب سے بچنا؟ وہ بہت اطمینان سے پٹے آترنے
 لگا۔ تھوڑی ہی دور چلا سو گاڑی کی سرگوشی پہ چونک پڑا۔
 ”کون ہے؟“
 سرگوشی کے ساتھ ہی خوشبو کی لپیٹوں نے اس کا دماغ
 سمجھ کر دیا، خوشبو اس کے لیے نئی تھیں۔ لچھ ہی دیر پہلے ہی
 جسم کی خوشبو اس کے ذہن میں لگو تھی تھی۔
 ”میں ہوں۔“ حمید نے بھی سرگوشی کی۔
 ”مغربی؟“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”اب کیا ہو گا؟“
 قبل اس کے حمید کچھ کہتا ایک سایہ اس کے قریب پہنچ
 گیا۔ خوشبو کی نیش کچھ اور تیز ہو گئی۔ یہ اس لڑائی کے علاوہ اور
 کون ہو سکتا تھا جو حمید کو یہاں تک لائی تھی۔
 ”کون تھیں؟“
 ”نہیں! اب اس وقت میرا عقیدہ کافی بڑھ گیا ہے اور تم
 مجھے کیپٹن کے بیٹے پتھر کہہ سکتے ہو۔ حالانکہ لفظ پتھر سے کسی
 بہت لمبی داڑھی کا تصور ذہن میں آہتا ہے۔ مگر صرف تم جیسی
 وفادار دوست کے لیے میں یہ بھی برداشت کر سکتا ہوں۔“
 ”اوہ۔“ شاید کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔ لڑائی
 نے کہا، یقین کرو یہ ساری مصیبت محض اس لیے آئی کہ تمہارے
 آدمی وقت پر نہیں پہنچ سکے۔ ”وہ بڑی طرح نا پسند رہی تھی۔“
 ”تم پہلے اپنی سائیس درست کر لو پتھر کھنگو کرنا۔ اتنی دیر
 میں میں یہی وہ دیکھوں گا کہ سڑک پر کتنے آدمی موجود ہیں۔ کیونکہ
 میں مختلف ہیں اور جانا بالکل پسند نہیں کرتا۔“
 ”وہاں اب کوئی نہیں ہے، یہ یقین کرو وہ دم دبا کر

ہٹا گئے۔ تم سے بڑی طرح غار بھی کھاتے ہیں اور حفاظت
 بھی ہیں کیونکہ ان کا چھتھا ناکام علامت۔“
 ”مگر تمہیں ڈر لگی ہو؟ کیا وہ تم سے جواب نہیں
 طلب کریں گے؟“
 ”نہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ جیسی ڈرائیور تھے وہی اپنے
 ساتھ لے گیا لیکن میں جیسی سے اس طرح آتری تھی کہ ڈرائیور کو
 بھی خبر نہیں ہوئی تھی۔“
 ”میں نے پوچھا تھا تم ڈر کیوں نہیں گئے؟“
 ”اس ہنگامے میں پھر اور کیا کرتی؟“
 ”تم ان کے ساتھ بھی جانتی تھیں؟“
 ”میں اس دیرانے میں ان پر اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔“
 ”مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ تم دن رات
 ان کے ساتھ رہتی ہو؟“
 ”یہ قطعی غلط ہے۔ ان میں صرف ایک آدمی ایسا ہے
 جس کے ساتھ میں رہتی ہوں۔ اس نے میری پرورش کی تھی اور
 بیٹی کی طرح عزیز رکھتا ہے۔“
 ”خوب اور تم سے اسی طرح کے کام بھی لیتا ہے؟“
 ”کوئی پناہ لینے کی جگہ تلاش کر دینا میرے کیپٹن طنز پھر
 کرنا۔ لڑائی نے جلد کیے پتھر میں کہا۔ ”ورنہ یہاں آدمی ہی آدمی
 نظر آئیں گے۔ تم یہ دیکھ کر انہوں نے تمہارا کچھ بھڑوایا ہے۔“
 وہ اس وقت تھیں اس دیرانے سے باہر نہیں جاسکتے۔
 ”جب تک پتھر میں آخری سانس باقی ہے گی۔۔۔ وہ مجھ
 پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔“
 ”وقت پر بلا نہ کرو۔ چلو! لڑائی اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف
 گھسیٹنے لگی۔ جیہ چلتا رہا۔ اسے لڑائی کی رفتار پر بھی حیرت ہو رہی
 تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان آگے پٹے نیچے راستوں
 پر چلنے کی عادی ہو۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ تک چلنے رہے
 پھر ایک جگہ لڑائی رک گئی۔
 ”آؤ میں تمہیں ایک پناہ گاہ بتاؤں۔“
 ”چلو! حمید نے تھنڈی سانس لے کر کہا۔
 پھر وہ ایک غار میں آترنے چلے گئے جیسے چاروں طرف
 سے آنے والی لڑائی کی جھانڈوں نے گھیر رکھا تھا۔ لڑائی نے اپنے ذہنی بیگ
 سے ایک چھوٹی سی نارنجی کھال لی تھی۔ غار کی ایک تنگ سا
 راستہ تھا جس میں وہ دونوں برابر سے نہیں چل سکتے تھے۔ آگے
 چلے چلتے ہوئے وہ ایک گنڈا رہی جگہ پہنچ گئے یہاں غار

دقتوں کے سوا اب ہمیں نئے امکلوں سے بڑی نفرت ہو گئی ہے کیونکہ یہ اس فن سے ناواقف ہیں۔
 ”باہن! کیا اسٹونگ بھی فن ہے؟“
 ”کیوں نہیں۔ فن کہے کہتے ہیں، کسی کام کا سلیقہ ہی فن کہلاتا ہے، اب یہ کام سلیقے سے نہیں کیا جاتا اس لیے فن کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔“
 ”تمہارے باپ کی دانست میں اسٹونگ کا فن کے کہتے ہیں؟“

2
 بچوں نے ایک پروفیشنل پادری کو سنیے دیکھا۔ یہ فارگون ہے، ایک بچے نے حسیں سے فرمایا۔
 یہ فارگون نہیں، دوسرے بچے نے اسے سمجھایا۔
 چار بچوں کا باپ ہے۔“

سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟
 ”اوہ تو تمہارے باپ کی تیس دنہ فی اعتبار سے کیسا ہے؟“
 ”انہوں نے، اس کے متعلق کبھی کوئی خیال ظاہر نہیں کیا لیکن میرا خیال سے کردہ بہت زیادہ سائنٹفک ہے۔ اُسے ذرہ برابر بھی حسنت نہیں کرنی پڑتی کیونکہ کاروبار کا سارا سٹانڈرڈ اُسے پہنچتا ہے اور وہ اس کا پتہ دیتا ہے ان لوگوں کے سامنے اس طرح پینک دیتا ہے جسے کئے کو گھوما ڈالا جائے۔“
 وہ خاموش ہو کر کھانی کی گھڑی دیکھنے لگی پھر بولی: دیکھ کر نزل فریدی کی جہاز اسٹریٹ پر پہنچے گا۔ دیکھو ان کا کیا مشر ہوتا ہے؟“

”میں ان کا ایک حقیر ترین شاگرد ہوں میں اسی سے اندازہ کرو۔“
 ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے لیے ذہری تجویز تھی۔“
 ”نہیں، حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔“
 ”اکیم یہ تھی کہ اسٹریٹ سے مسافروں کو لے جانے والی گاڑیوں میں پہلے ہی سے کچھ کچھ نقص پیدا کر دیے جائیں۔ ظاہر ہے مسافروں کو ان کی ذہنی کا انتظار کرنا ہی پڑتا ہے، ایسے موافقے پر مسافروں کو کافی مزدور پیش کی جاتی ہے اور کافی کرنل کا پسندیدہ مشروب ہے۔۔۔ ہاں تو کافی میں زہر۔۔۔ کیا سمجھے؟“

”تم نے وہیں نہیں تیار کیا تھا؟“ حمید صفا پانڈا انداز میں اٹھتا ہوا ابلا۔
 ”تو مجھ کو ارادہ ہے؟ ہاں ڈیرنگ تیار صاحب! لڑکی شکر کر لینی۔ تم یہ مت سمجھا کہ مجھے تم لوگوں سے ہمدردی ہے، میں تو دراصل اس کردہ ہوتا ہوں جانتی ہوں۔“
 ”لیکن ہماری مدد کے بغیر تم بھی کامیاب نہ ہو سکتی۔“

حمید نے کہا۔

”اس لیے تو میں نے اتنا بڑا فضاہ سول کیا ہے۔ اگر انہیں میری اس حرکت کا علم ہو جائے تو شاید میں دوسرے لمحے سانس بھی نہ لے سکوں۔“
 ”سپر حال تمہاری کامیابی کا انحصار صرف کرنل فریدی کی زندگی پر منحصر ہے۔“
 ”تمہاری زندگی پر کیوں نہیں ہے۔۔۔ ہڈیڑ کر پکپکپ کر لئی ماؤس، لڑکی نے ہنس کر لہو کیا۔“

”میں کھو جڑی کا استعمال بہت کر کرتا ہوں۔“
 ”تو کیا وہ کرنل کی کھو جڑی تھی جس نے سرخ غبار اڑایا تھا؟“
 ”نہیں وہ تو سوسفیدہ بیری کی کھو جڑی تھی، دیکھنے کی جلی بھی جاتی ہے۔ دیکھو مجھے، بائبل میں آ لجاؤ۔ مجھے فوراً دار میں جانا چاہیے۔“
 ”اوہ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہاری آخری رات ہی نہ ہو۔“

”سہرات میری آخری رات ہی ہوتی ہے لیکن دوسرے بہ ہون پھر کسی نئی لڑکی سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ میں تو اب تنگ آ گیا ہوں کسی ایسی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں لڑکیاں نہ ہوں۔“
 ”سب سے قریب کی جگہ تو ہے جہاں صاحب ڈیٹا کی سڑی سے سڑی لڑکی بھی تمہاری قبر میں داخل ہونا پسند نہ کرے گی۔“

”حلا کہ قبر کا راستہ بھی مجھے کوئی لڑکی ہی دکھائے گی۔ اے لڑکی خدا کے لیے کوئی تدبیر کر دو کہ میں جہان کے لیزر کرنے سے پہلے ہی اسٹریٹ پر پہنچ جاؤں۔ اچھا تم اتنا ہی بتا دو کہ شہر نیباں سے کتنی ڈر ہو گا؟“

”صرف دس میل۔“
 ”میرے خدا پیدل چل کر تو جس حد بھی پہنچ سکوں گا۔“
 ”مٹھریے! مجھے سوچنے دو، لڑکی کچھ سوچنے لگی۔“
 ”میرا لہو پلوی، میں اس ویرانے میں تمہارے لیے کاٹی گیا کھانسی ہوں اور موٹر سائیکل بھی لیکن میں تمہیں موت کے گمنا میں نہیں چھوڑتی چاہتی۔“

”میں نہیں سمجھا۔“
 ”میرا خیال ہے کہ اب تمہیں نے منظم طور پر تمہاری تلاش شروع کر دی ہوگی۔“
 ”کرنل کی زندگی میری زندگی سے زیادہ قیمتی ہے۔ تم اس

کی پرواہ مت کرو۔“

لڑکی کچھ دیر کے لیے خار سے چلی گئی حمید اس کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے واپس آ کر بتایا کہ ابھی تک چاروں طرف سناٹا ہی محسوس ہو رہا ہے۔ دوسری بار وہ میاں کو بھی خار سے نکال لے گئی پھر وہ تقریباً آدھے لمحے تک پلٹے رہنے کے بعد ایک خار میں داخل ہو گئے اور یہاں پھر حمید کی آنکھیں کھل گئیں، شاید یہ اسٹونگ کا افسانہ تھا۔ یہاں اُسے گیارہ عدد موٹر سائیکل بھی نظر آئیں۔

”میں تمہارا شکر گزار ہوں اور نہیں ہوشیار یاد رکھوں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟“ حمید نے آہستہ سے پوچھا۔
 ”میں۔۔۔ میرا نام۔۔۔ سلیم ہے بس اب چپ چاپ کھسک جاؤ، جلوس میں تمہیں وہ راستہ بھی دکھاؤں جس سے تم بہرمان سڑک پر پہنچ سکو گے لیکن خدا ارادہ کرے پچھلے تو موٹر سائیکل اشارت دیکر ناراض نہ بننے کے تم خود ڈسے دار ہو گئے۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ ان کا کوئی آئی آس پاس موجود نہ ہو۔ خیر تم نے دم دہ کیا ہے تم تم نیم کو یاد رکھو گے۔“

لڑکی کی چیخ نے حمید کو پانچوں طرف متوجہ کر لیا تھا مگر اب تو وہ لڑکی کی لاش تھی۔ نوگ فریدی سے اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور فریدی جلد از جلد نشاطا ہو کر پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ وہ میرا بھی وہیں موجود تھا جس نے کافی میز پر کھانی تھی اس کے چہرے پر پینے کے قطرات نظر آنے لگے تھے لیکن فریدی نے اس کی بات دوبارہ نہیں دیکھی۔ اُس نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ لڑکی کیسے مری تھی؟ پھر وہ اٹھ کر رہا تھا کہ حمید نے کھانا کھا کر اسے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اُس کی نظروں پر لڑکی جس کے قریب ڈر دو کا رتن ابھی تک فرش ہی پر موجود تھا۔

”ویری فائن۔۔۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔“
 فریدی نے اٹھ کر اشارے سے اُسے خاموش رہنے کی تاکید اور اس طرح ہلک کر اُس سے بلا جسے اُس کا ہی انتظار رہا ہو، حقیقت یہی تھی کہ ابھی سارے مسافر اسٹریٹ ہی پر موجود تھے کیونکہ اس وقت سڑک میں صرف دو گاڑیاں تھیں اور دونوں ہی میں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی اور یہ وہی وقت تھا جب بیعت کی طوط سے مسافروں کا غصہ کم کرنے کے لیے کافی تقریب جاری تھی۔
 ”علیے! حمید نے آہستہ سے کہا۔ مجھے علم ہے کہ گاڑیاں

خواب ہو گئی ہیں، میں آپ کو موزا سائیکل پر نشا طے چلوں گا اور بیگ انہیں دے دیجیے۔
 حمید نے سادہ لہ اس دالے کی طرف اشارہ کیا۔
 فریدی اُسے اپنا سفری بیگ دے کر اُٹھ گیا لیکن وہ ویز کو کافی قیمت ادانہ نہیں بھولا تھا۔
 حمید موزا سائیکل چلا رہا تھا اور فریدی کی کچھ سیٹ پر تھا۔
 ”مجھے افسوس ہے کہ زہروالی اسی کا حال مجھے دیر سے معلوم ہوا، حمید بولتا ہے میرے خدا اگر وہ سوار کے پچھنے کا مایاں ہو گئے ہوتے تو۔۔۔“
 ”ایک نالائق آدمی سے تمہارا کیا پھوٹ جاتا، فریدی نے جواب دیا۔
 ”بے کار اور نہ کیجیے۔ میرا دل ہی جاملے کہ اس سازش کا علم ہوئے ہی پھر یہی گوری تو؟ بس زہر کا نام سن کر دم نکل گیا تھا مگر کون فریدی کسی آدمی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک قوت ہے۔“
 ”قوت منقش ہے حمید صاحب۔ اس کو آپ خود ہی جان سکتے دے دیجیے۔ مگر آخر آج کل آپ کن آسمانوں پر ہیں، بے حد تیز بھڑن۔“
 ”ارے۔۔۔ میں بے جا رہا۔“
 ”جہن میں سیدنی ہے تو جو چاہوں تم روز بروز تیز گزرتے جا رہے ہو۔ تمہیں میری آمد کی بھی خبر تھی اور میرے بھی معلوم ہو گیا کہ مجھے زہر دیا جائے والا ہے۔ کچھ تو بتاؤ۔“
 ”مؤثرات، حمید نے تختہ ذی سانس لے کر کہا ایسکن موزا سائیکل کے شور نے فریدی تک وہ تختہ ذی سانس نہ پہنچنے دی۔
 ”اگر تو کیا تم اس گروہ کی کسی عورت پر ہاتھ صاف کرنے میں کامیاب ہو گئے؟“
 ”نہیں، بلکہ ایک عورت پھر ہاتھ صاف کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اب چلیے اطمینان سے بناؤں گا۔ میں نے واقعی بڑے لیے تیز تر باتیں ہیں۔ یہ موزا سائیکل بھی اسی اگلوں کی ہے۔“
 نشا طے پہنچ کر حمید نے اپنے آدھیں کو وہیں موجود پایا جنہیں اپنا تقاب کرنے کو کہا تھا۔ وہ ان پر گرتے برستے لگا۔
 ”صاحب مجھے ہی تو سہی،“ ایک نے کہا۔
 ”مساؤ؟“ وہ آٹھیں نکال کر دکھاؤا۔
 ”مہم نے جڑی کامیابی سے آپ کا تقاب کیا تھا ایسکن

ہمارے درمیان جو تیسری کارواں تھی۔ اُس نے ہمیں بالکل بے کار کر دیا۔ ایک مگر بہت تیار تھی اور دوسری طرف ایک بہت گہری کھائی کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ بس وہیں ہم مات کھائے وہ کجھت زمان اس طرح کاررو کہ فرانس ہو گئے کہ دستہ ہی مسدود ہو گیا۔ واقعی بنا رہا وہ عجیب پھوٹ تھی۔ کافی تیز تک عقل لڑانے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کاررو کھڑے میں گزرتے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔
 ”بیلے ہی کیوں نہیں پہنچتے تھے اس نتیجے پر؟“ حمید نے فریدی کو دیکھا۔
 ”ختم کرو؟“ فریدی ہاتھ دکھا کر بولا۔
 کچھ دیر بعد جب وہ لوگ چلے گئے اور حمید کو جاہاں آنے لگیں تو فریدی نے کہا میں صرف اس لیے آ گیا ہوں کہ مجھے تم پر حملوں کی اطلاع بھی تھی ورنہ کیسے تو اب ہمارے ہاتھ سے لیا جا چکا ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”کسی اور کے خبر دیکھا جائے گا کیونکہ تم نے غلطی سے ان اسمگلروں کو پکڑ لیا،“ فریدی نے شکر کہا۔
 ”کیا مطلب؟“
 ”کیا مطلب؟“ کجھت سوار ہو گیا ہے تم پر اچھا سوار۔“
 صحیح بتاؤں گا؟“
 ”تمہیں میں جاگ رہا ہوں، بات ہی سمجھ میں نہیں آئی۔“
 ”ان اسمگلروں کی کجھت پر کوئی بہت بڑا آدمی ہے جس نے ہمارے حکم کو بھی شیشے کے صندوق میں بند کر دیا ہے۔ صاف صاف یہ نہیں کہا گیا کہ اس کا نال بند کر دیا جائے گا۔ بلکہ ہاری بگڑ دوسرے کام کر لیں گے۔ لہذا اب اس کی مفر نہ مارو۔“
 ”تو کیا آپ ذاتی طور پر ہی باز آ جائیں گے؟“
 ”یہ حالات پر منحصر ہے۔“
 ”تو کوئی نال بھی ہماری داسی ہوگی۔“
 ”نہیں۔ میں ابھی یہاں قیام کروں گا۔ ہر دن کا کیس میرے ہی پاس ہے اور اس کے آج رات کے اعلان سے کچھ مترخ ہوتا ہے کہ وہ کیس کو وہی میں کہیں ہے۔ میں نے یہ اعلان لیا ہے میں سنا تھا۔ کل وہ کوئی چیز پیش کرے گا مگر خیر ہاں، وہ تو میں مفر خوں کا جو تر پھوڑی ہے۔“
 حمید نے اپنی داستان شروع کر دی اور جب سب کچھ کہہ چکا تو فریدی نے کہا: ”بہت ممکن ہے کہ اگلی چمکی کے خلاف تھی

دستے کے کچھ لوگ بھی ان سے مل گئے ہوں اور سب فریادیں ان کی طرف سے چھوڑے جاتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ کچھ دیر سے دستے کو ملانا آسان کام نہیں ہے اور پورا دستہ ہر وقت ڈیوٹی ہی پر رہتا ہے۔ کسی ڈیوٹی کے سپاہیوں کو ملانا ہوگا۔ لہذا میڈیاں اسی وقت صاف ہوتی ہیں، کا صاحب ان کی ڈیوٹی ہوگی، مگر تم نے بھی شرح فریاد کے امکانات پختہ کر کے کمال ہی کر دیا۔“

رات بڑی خوشگوار تھی، میم گروہ کی شہری آبادی میں خوشگوار راتیں بڑی رونق میں لاتی ہیں، وہ بھی حسب معمول وہی ہی ایک رات تھی، اچھی صرفت اس خطہ ہی کیجئے تھے، اسی لیے سبھی مڑکے ہوئے ہی نظر آ رہے تھے، ان میں میں راتوں میں سے جس پر گیا وہ نیچے رات تک ہی کھینے کی کمی کچھ نہیں رہتی، اہل راتوں پر کھینک سوا آٹھ بجے تک کھینک رہے تھے، ایک پر ایک گزرتے گھلنے چلنے کیجئے، کھینکے کھینکے عورتوں کے چوٹیاں آئیں شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، اچانک ایک آواز اس شور سے ابھری اور اس کے آگے اس شور کی تیشیت تھیں کی کچھ نہیں ہٹ سے زیادہ نہ رہی۔ کوئی اس طرح بولا تھا جیسے مائیک میں بولا ہو۔
 ”مٹھ رہے۔ مٹھ جائیے، میں آپ کا دوست ہوں دشمن نہیں، آپ کی خدمت کروں گا۔ مٹھ جائیے۔ خدا کے لیے اس طرح ددوڑیے ورنہ حادثات ہوں گے۔“
 لیکن لوگ سمجھتے ہی رہے۔ پھر بڑی دیر بعد میں روڈ سنسان ہو گئی، صرف مکانات کی کھوکھیاں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں سری سر نظر آ رہے تھے۔ اب چونکہ جیڑا ہے کے ٹریفک کا نہیں چلتا اور نہ ڈیوٹی کا شیشوں کا چھوڑ جس کے بیٹنگ سامنے تھے جہاں نکلا تھا۔

چلوں پاپ کے قریب لوہے کا ایک انسان فاقہ پانچ کھڑا مڑھا تھا، اسی ڈھانچے سے پھر آواز آئی۔ ”بڑے افسوس کی بات ہے، آپ آفریج سے ڈرتے کیوں ہیں؟ میں آپ کا فادم فرملا دی۔ میرا خاقت ڈاکٹر ہوں ہے، میں آپ کی خدمت کروں گا۔ اور۔۔۔ یہ جیڑا بھی میراں پڑا ہے کتنے افسوس کی بات ہے؟“
 لوہے کا ڈھانچہ بالکل آدھیوں کے انداز میں چلتا ہوا چوراہے کی طرف بڑھنے لگا، اس کے سر سے بہت ہی تیز فرم کی مدوشی نکل کر چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ اس روشنی کے سامنے ملک کے سٹروں کی روشنیوں بالکل ایسی ہی لگ رہی تھیں جیسے

کسی نے سوچ میں چلائے رکھ دیا ہو۔ وہ چوراہے پر پہنچ کر لگ لگا چوراہے سے ٹکرنے کی وجہ سے چاروں طرف ٹریفک رک جھکی تھی۔ ڈھانچے کے منتقل کے سو بج بورڈ کی طرف ہاتھ رکھایا ایک طرف کا سبز لیم روشن ہو گیا اور کاروں کو رتے لگیں، شاید ڈرائیور نے والوں کی کچھ ہی میں نہیں آ سکا تھا کہ کیا معاملہ ہے، لیکن پھر ایک ایک شرح لیم کی سمت دلی گا ڈیوٹیوں سے لوگوں نے گھوڑوڑ کر جہاں شروع کر دیا۔

”ارے۔۔۔ ارے“ ڈھانچے سے آواز آئی۔ ”بڑے افسوس کی بات ہے، آدمی اور نہ ہے ڈھانچے سے اس قدر مخالفت۔۔۔ مٹھ رہے۔۔۔ خدا کے لیے مٹھ رہیے۔ ذرا دیکھیے، میں تو کہ فولادی کس طرح ٹریفک کو کنٹرول کرتا ہے؟ ہر دن آپ کا ڈوشن نہیں ہے۔ وہ آپ کے فائدے کے لیے بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔“
 لیکن لوگ سمجھتے ہی رہے۔

اس نے پھر کہا: ”میں سمجھا تھا کہ آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں گے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے، اچھا نہیں جا رہا ہوں۔“
 وہ پھر مڑک پڑا تو آواز اور اپنے دونوں ہاتھ اور پراٹھانے پھر خود ہی بڑی تیزی سے نفس میں کھینک رہتا تھا لگایا اور چند ہی سیکنڈ میں اس کے سر سے کھیننے والی روشنی نارال نظر آئی۔

کرنل فریدی اور کپٹن حمید ریڈیو پر فرس میں رہے تھے۔ دفعہ فرس سنانے والی کی آواز سنوں اور فریدی کی آواز اٹلیں تبدیل ہو گئی۔

فریدی نے سگار چلانے کا ارادہ ترک کے سگار لائٹریز مین پر رکھ دیا، وہ دہن نشا طے کے ڈانچنگ ہال میں تھے۔ رات کا کھانا دونوں ہی نے ساتھ کھا یا تھا اور اس کے بعد اب تک نہیں بیٹھے رہے تھے۔

ریڈیو سے آواز آئی: ”مجھے افسوس ہے۔ میں پھر نقل ہو رہا ہوں۔ میں ڈاکٹر ہوں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ فولادی سے تعاون کیجیے۔ وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچانے گا، وہ آپ کا فادم ہے۔ آپ صرف اُسے ایک ماہ کا موقع دیجیے۔ وہ ٹیکٹو گروہ کو ایک مثالی شہر بنا دے گا۔ وہ آپ کو مجبور کر دے گا کہ آپ قانون کا احترام کریں اور اب میں آپ کے براڈ کاسٹنگ سسٹم پر اخرا نڈا نہیں ہونا چاہتا۔ آپ آئندہ اپنے ریڈیو یا مائیکرو فون پر میری آواز نہیں سنیں گے جو حضرات چھڑیں تو چھڑیں لے رہے ہیں صرف وہی میری آواز سنیں گے۔“

گندھک کا تیزاب اور لال کسکس کا محلول تیار کیجیے۔ ایک اینٹھو اسکو پ یعنی وہ آگ سے لیجیے جس سے مارجینڈ سٹف کرتے ہیں، اب اس کا پچلا حصہ جو پیسے پر رکھا جاتا ہے تیار شدہ محلول میں ڈال دیجیے اور اوپری حصہ کا نوں میں لگا لیے۔ اس طرح آپ روزانہ ساڑھے سات بجے شام سے آٹھ بجے تک میری آزمائش کریں گے۔ میں جانتا ہوں کہ ملک کا نوجوان طبقہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں آپ کے اس اعتماد اور محبت کو نظیں نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اس ملک کی ترقی کا خواہاں ہوں، آپ مجھے روز بروز اپنی خدمت میں اور زیادہ مصروف پائیں گے۔ میں آپ کا خادم ہر میں:

آواز بند ہو گئی اور ایک بار دہری کتوں اور بیٹوں والا شور مٹائی دیا۔ اس کے بعد دہری ریڈیو کی موسیقی تھی۔ فریدی نے گڑھی کی گیشٹ سے ہٹ کر سٹاکا بٹلنگا یا اس کی آنکھوں میں ٹکر کے بال تیرتے نظر آئے۔

"کہیں۔ یہ سابق نازی سپاہ کسی انقلاب کی تیاری تو نہیں کر رہا ہے؟" "حمید نے آہستہ سے کہا۔

"چنانچہ نہیں، فریدی نے ایک طویل سانس لی، چند لمبے خاموش رہا پھر بولا۔ "بہر حال تو یہ ضرر صحیح تھی کہ مشن روڈ کے چوراہے پر کسی نوپے کے پھینکے ہوئے ہنگامہ برپا کیا جاتا تھا، نام ہی کئی مہینے خیر ہے، فولادی۔۔۔ یعنی فولاد کے آدمی کا تحفظ۔"

"مجھے تو یہ غیب ہی معلوم ہوتی ہے،" حمید بڑا بڑا لوجہ کے متحرک ہوتے ہیے ہیے دیکھے ہیں لیکن کسی ایسے پتے کے متعلق آج تک بھی نہیں سنا جو لوٹا بھی رہا ہو۔ کہاں ہے اس نے مزید تک کاروں کرنے کی بھی کوشش کی تھی، کیا بکواس ہے؟"

فریدی بس پر کچھ نہیں بولا۔ ٹھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے کہا تو اسٹاکنگ والے کس سے دستبردار ہو چکے ہیں۔

"نی الحال۔"

"میں تو فی الحال کے لیے ہی تیار نہیں ہوں۔ مجھے ان لوگوں سے کچھ برتری ہو گئی ہے۔ بڑا دل چاہتا ہے کہ اس غار پر چھاپہ ماروں جہاں سے ایک موز سائیکل ہاتھ آتی تھی۔"

"میں قطعی مشورہ ڈنڈوں کا جب کسی ہی ہم سے لیا جائیگا ہے تو ہم کیوں جھک ماریں؟"

"پہلی بار آپ کی زبان سے ایسا جملہ سن رہا ہوں۔"

"مختم کرو، فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں اب ہرمین کے علاوہ اور کسی سے متعلق سوچنا ہی نہیں چاہتا۔ یہ کیوں دلچسپ بھی

بنیادی اختلاف

"آپ طلاق کیوں چاہتی ہیں مریز جو نوز؟"

ویل نے بھری عدالت میں سوال کیا۔

"اس لیے کہ ہم اسے درمیان کئی اہم امور پر اختلاف سے۔"

۔۔۔ مثلاً۔۔۔

۔۔۔ مثلاً یہ کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور یہ تم سے نفرت کرتا ہے۔"

ہرگا اور وقت طلب بھی اسٹیکول کی پشت پر جبر کوئی ہے اسے میں بروقت پروکستا ہوں۔

"کون ہے؟"

"یہ نہیں بتاؤں گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کے متعلق میرا فیصلہ مکمل ہو جائے گا پھر باتوہ رہے گا یا نہیں۔"

"آپ نے کہا تھا کہ وہ کوئی بڑا آدمی ہے۔"

"یقیناً وہ ایک ذی اثر آدمی ہے، ذی اثر نہ ہوتا تو کیوں ہمارے ہاتھ سے کیوں لیا جاتا؟ پھر پر پاتم پراتنے دلیرانہ اور منظم حملے کیوں ہوتے؟ اگر کاروں کی طور پر ہماری جڑیں ہرانی میں نہ ہوتیں

بشاید ہم ٹھکے ہی سے الگ کر دیے جاتے۔"

"اس حد تک"

"یقیناً"

"خدا کے لیے مجھے بتائیے وہ کون ہے؟"

"کوئی لڑکی نہیں ہے،" فریدی نے خشک ہلچے میں کہا۔

"مجھے اطمینان ہے کہ وہ کوئی لڑکی نہیں ہے ورنہ آپ اس کا تذکرہ اپنی شہرہ سے نہ کرتے۔"

فریدی کچھ بولا۔

* نیلہ اپنے غار سے باہر آئی ہے وہ انگریزی کے نام سے موزوم کرتی تھی، باہر چلنا توں پر آسمان سیا سیا کھیر رہا تھا۔ وہ سیاہ چٹون، سیاہ جیکٹ اور سفید دستاؤں میں تھی۔ غار سے نکل کر وہ اس غار کی طرف چلنے لگی جہاں اس نے پچھلی رات امین حمید کے لیے موز سائیکل لگا رکھی تھی، کچھ دور چلنے کے بعد وہ اچانک ایک بہت ہی تیز قسم کی روشنی میں نہائی۔ اس کے چادریوں پر کچھ ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے سورج زمین پر اتر آیا ہو۔ مینا

اس نے اوپر کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔ دوسرے سے ہی ملنے میں ایک سیاہ فام عورت جس کے سر سے پر گزری ہوئی چھوٹی رہتیں۔ اس کے سامنے کڑا تھا۔ نیک کوکتہ ہو گیا۔

"ڈرو نہیں لڑکی، میں ڈاکٹر ہرمین کا نوادی ہوں۔ یہی پیش کش جس کا وعدہ اس نے پچھلی رات کیا تھا، مگر تم اتنی رات گئے، اس دیرانے میں کیا کر رہی ہو؟"

نیلہ کچھ نہ بولی۔ وہ بار بار اسے منہ سے اوپر تک دیکھ رہی تھی۔ لوہے کا ایک انسان بنا ڈھا پڑ جس کے سر سے چادریوں طرف تیز قسم کی روشنی پھیلتی رہی تھی۔ بیٹے پر چاڑھنی چھوٹی تھی کھڑکیاں اور بغیر جن میں چار مختلف رنگوں کے چھوٹے چھوٹے بلب کبھی روشن ہو جاتے تھے اور کبھی بج جاتے تھے، اس نے عروس کیا

کمان کے ٹیلے اور جیسے کا قدرتی سینٹین نہیں ہوتا بلکہ وہ دو قسم کی آوازیں جھینکے بعد دیکر کے مسلسل پیدا ہوتی ہیں۔ انہی کے ساتھ ہی وہ چلتے اور بگھتے ہیں۔

نیلہ نے ان آوازوں کے ساتھ ایک سلسلے آواز بھی سنی۔ ایسی آواز جس کی میٹر ویکس لپ سے خارج ہوتی رہتی ہے۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا لڑکی،" فولادی نے کہا۔ "دفتر نیوٹم تقہ مار کر میں بڑی اور مستی رہی۔"

"لڑکی میں سے حدوش جھوں کہ تم مجھ سے خوفزدہ نہیں ہو۔"

فولادی پر لولا۔

"کرم فریدی، میں نے تمہیں پہچان لیا، نیلہ نے ہانکی اٹھا کر کہا، تم بہت عظیم ہو تم سب کچھ کر سکتے ہو۔ خدایا۔ کلم تم کس طرح نکل گئے تھے، کیا تم پچاس سالہ لڑکوں کے مالک نہیں ہو؟ تم آسمان سے بھی اتر سکتے ہو۔ میں نے تمہاری حیرت انگیز داستانیں سنی ہیں، میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں، کرم، میرا وکرم یہ لوہے، آفتاب اپنے چہرے سے الگ کر دو۔"

اس کی آواز بہت دھم تھی، وہ کہتی رہی، کیا کیپٹن نے تمہیں نہیں بتایا کہ میں ان لوگوں سے کتنی نفرت کرتی ہوں؟ کیا میں نے یہ نہیں بتایا تھا؟"

"لڑکی۔۔۔ لڑکی۔۔۔ فولادی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "شاید تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ آواز اور قریب آؤ۔ مجھے اچھی طرح دیکھ لو۔ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں کوئی آہن پوش آدمی ہوں۔ ڈرو نہیں۔۔۔ آؤ۔۔۔ قریب آؤ۔"

"میں ڈر کے بجھے ہی نہیں جانتی، نیلہ نے ہنس کر کہا۔

"اجتہاد آؤ۔ مجھے دیکھو، یہ شرف صرف تمہیں بخشا جا رہا ہے کہ تم مجھے قریب سے دیکھ سکو۔ شاید تمہارے علاوہ اور کوئی اتنا خوش قسمت نہ ثابت ہو سکے۔"

"مجھے کیوں یہ شرف بخشا جا رہا ہے؟"

"کیونکہ تم مجھ سے خائف نہیں ہو۔ روز میں تو ابھی ایک دیران شہر دیکھ کر رہا ہوں، کتنی شگفتہ بات سے لوگ مجھے دیکھ کر اتنے بدحواس ہو گئے کہ سر پر کاپا ہوش نہ رہا حالانکہ میں ایک آدمی کی ہی تخلیق ہوں۔"

نیلہ نے تیلوں کی جھریوں سے دونوں ہاتھ نکالے اور اس کی طرف بڑھ گئی، "بہت خوب،" فولادی نے کہا، "تم سچ بچ ایک نلار لڑکی ہو۔"

وہ بے حس و حرکت کھڑا اور ادریم ہر زاویے سے اس کا جائزہ لیتی رہی، اندھیری رات سکوت کے اٹھا سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھی۔

"اوه،" وہ کچھ دیر بعد ایک طویل سانس لے کر بولی، "سچ سچ آدمی نہیں ہو۔"

"میں فولادی ہوں۔"

"فولادی کیسے کہتے ہیں؟"

"مجھے،" فولادی نے لہجے سے قہقہے کے ساتھ کہا پھر لولا۔ "آج سے تم تمہارے دوست بننا کیوں؟"

"ادھر۔ تم دوستی بھی کر سکتے ہو۔"

"میں۔ ہاں۔ میں دوستی بھی کر سکتا ہوں، تمہارے متعلق سوچ بھی سکتا ہوں۔ مگر اس طرح مشکرا کیوں رہی ہو؟"

"فولادی، تم نے یقیناً شہر میں ہراس پھیلا یا ہوگا؟ آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟ تم کسی لیے بنا گئے ہو، ادریم، تم سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"

"فی الحال وہ۔۔۔ چاہتا ہے کہ وہ کتنا عظیم سائنس دان ہے۔"

"بھیر۔"

"بھیر کچھ بھی نہیں۔ پھر وہ صرف خدمت کرنا چاہتا ہے۔"

"تم کس طرح خدمت کر سکو گے؟"

"مثلاً۔ اگر کوئی بھول جاتی لڑکی راستہ خشک گئی ہے اور اندھیرے میں ٹھکرانے لگی ہے تو میں اسے اس کے گھر پہنچاؤں گا۔"

"تب تو تم بہت اچھے ہو کہ تم کلم صبح میرے ساتھ ناشتا کر سکو گے۔ یہ رہا میرا دلچسپ کارڈ،" اس نے جیب سے

ایک کارڈ نکال کر فولادی کی طرف بڑھا دیا۔
 "شکر ہے" اس نے تسلیم کے ہاتھ سے کارڈ لیتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے انٹوس ہے کہ میں آڈیوں کی طرح ناشت نہیں کر سکتا کیونکہ معدہ نہیں رکھتا۔"
 "اس کے علاوہ اور سب کچھ آڈیوں کی طرح کر سکتے ہو؟"
 "یقیناً۔"
 "مہیں، ہم مرادزیننگ کارڈیم، بڑھ سکو گے۔"
 "اور جو؟" اس نے بلکے سے تعجب کے ساتھ کہا۔ "نیل۔ تیرہ مال روڈ ڈیک گڑھ۔"
 "کمال ہے" نیلم سر ہلا کر بولی۔ "واقعی ڈاکٹر عظیم ترین سائنسدان ہے، لیکن فولادی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حکومت بھی تمہارا وجود برداشت کرے۔"
 "مجھ سے خیر قانونی حرکت نہیں ہوگی۔"
 "میرا خیال ہے کہ حکومت یہاں ڈاکٹر مبین کی موجودگی ہی پسند نہیں کرتی۔"
 "تو پھر مجھے خدشہ ہے کہ تم تو بڑھو ڈالے جاؤ گے۔"
 فولادی اس انداز میں ہنسا جیسے اُسے کسی ننھے سے بچے کی بات پر سے ساختہ ہنسی کی ہو۔
 "میں اپنی حفاظت بخوئی کر سکتا ہوں۔ اُس نے کہا۔
 "اگر تم پر گورے برساتے جائیں؟"
 "مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر ہی وہ پٹ جائیں گے۔"
 "میں نہیں سمجھی۔"
 "سمجھنا چاہتی ہو؟"
 "یقیناً۔ میں ہرگز چیز کو بھینچا جاتی ہوں۔"
 "اچھا تو ایک پتھر اٹھا کر میری طرف جھینک لیکن اُسے اتنی اونٹنی پر پھینکنا کھینکے کے بعد اگر زمین پر بیٹھ جائے تو اس کی داہلی تہوں کو نقصان پہنچا سکے۔"
 "کیا نہیں سچ سچ ایسا ہی کرؤں؟"
 "ہاں۔ جی۔ میں اجازت دیتا ہوں۔"
 نیلم نے جھک کر ایک ٹراسپتھر اٹھایا۔
 "مغزوں، لیوں نہیں۔ مجھ سے کم از کم دس گز دور پٹ جاؤ۔ ورنہ پتھر کی داہلی سے پہلے بیٹھنا سکونگی، بلکہ میرا خیال ہے کہ بیٹھ کر پھینکو۔ جتنی اونٹنیائی پردہ مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر رکھے گا اتنی ہی اونٹنیائی سے اس کی داہلی بھی ہوگی۔"
 نیلم جھجھے جی اور ایک بیک فولادی الگ کا بیٹر بن گیا۔

لیکن ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی زمین دوڑا سٹوڈی لپٹیں اتنی گیند بولتی ہوں جتنا فولادی کا تھا۔ نیلم نے اپنی بڑی توت سے وہ پتھر اس پر کھینچ مارا لیکن دوسرے ہی لمحے اس فولادی کے قول کی تصدیق ہوئی، پتھر اس سے تین فٹ کے فاصلے سے ہی پٹ کر ڈور بٹھا اور یہ حقیقت بھی اگر وہ سمجھتی ہوئی نہ ہوتی تو وہ یقیناً پتھر خود اسی کا سر یا شاید کھینچ کر دیتا۔ فولادی چھائی آ جاہات ہوا گیا۔
 "تم نے دکھا نیلم؟" اس نے ہنس کر کہا۔
 "ہاں۔ واقعی۔ تم۔"
 "سیکڑوں تو لیوں کے دہانے بھی اگر کھو پر کھول دیے جائیں تو یہ میرا کچھ نہیں بڑھے گا۔ یہ کام محض خدمت ہے لیکن پھر میں تحریری توثیق بھی موجود ہیں۔"
 "فولادی اگر کچھ تم غلط باتوں پر نکل گئے تو کیا ہوگا؟"
 "بڑی تباہی پھیلنے کی لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھ میرے قدم غلط باتوں کی طرف بھی اٹھیں گے۔ اگر کچھ نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی تو میں صرف اپنا دفاع کروں گا۔ جو ان کا رروانی مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔ مگر تم یہاں اس دریا نے میں اتنی رات کے نظر آ رہا ہوں۔"
 "میں... مجھے ویرانے بہت پسند ہیں۔ آج ہی ادھر نکل آئی تھی۔ اب واپس جا رہی ہوں۔"
 "اچھا، میں کسی دن تمہارے گھر آؤں گا۔ شب بخیر۔"
 پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ فضا میں بلند ہو گیا۔

دن کہیں نہ کہیں ایک آدھ لاش ضرور ملتی رہے۔ ایسے ہی خطرناک وحشی تھے۔
 لیکن نیلم ان سے ذرہ برابر بھی مخالفت نہیں تھی۔ وہ ان کی یہی طرح حکم چلاتی جیسے وہ سچ نچ اس کے غلام ہوں۔ یہ سب کچھ وہ اسی بڑھ سے کی توفیق پر کرتی تھی، جس کا تذکرہ اس نے کیپٹن حمید سے بھی کیا تھا۔ یہ بڑھ صاحبی اکثر انہی ملازمین کی پیچھے میں نظر آتا اور بڑھ ہی اُسے بھی کوئی ٹوکری نہ تو کرتے۔ نیلم نے اُسے بھی اچھے لباس میں نہیں دکھا تھا، لیکن وہ دوسروں پر اپنی برتری ضرور قائم رکھتا تھا۔ اُس کے ساتھی اُس سے مستحق بھی رہتے۔ نیلم نے ہی محسوس کیا تھا لیکن اُس نے ابھی تک کسی کو بھی حکم لگانا نہ تھا، انہما کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ لاہاری سے گزرتے گزرتے کرے میں داخل ہوتی لیکن یہاں انہما جیسا تھا اور اسی انداز پر نے اس کے روتے کھڑے کر دیے تھے۔ وہ اُس کمرے میں روشنی کے نیچے آگے بڑھ گئی، دوسری لاہاری بھی تارک یک کہا ملی تھی کی حالت اس وقت بالکل خالی ہی ہے ڈاگرا بسا تھا تو یہ بات اس کے لیے قطعی غیر متوقع تھی کیونکہ اس سے پہلے کبھی عمارت خالی نہیں چھوڑی تھی۔ اگر عمارت خالی ہی تھی تو دروازہ کھلا کیوں رہنے دیا گیا تھا؟ وہ آگے بڑھتی رہی۔ آخر ایک کھڑکی میں اُسے روشنی نظر آئی۔ اب وہ بچوں کے بل چلنے لگی تھی۔ کیونکہ حالات معمول کے مطابق نہیں تھے۔ کھڑکی کے قریب پہنچ کر وہ دک گئی۔ چونکہ اس کی پشت پر بندھنا تھا، اس لیے وہ کھڑکی کے قریب رہ کر ہی اُس کمرے کا جائزہ لے سکتی تھی، وہ سوچنے لگی کہ کیا کوئی ایسی پرائیویٹ میٹنگ ہے جس میں اس کی شرکت غیر ضروری تھی۔ اُس نے دیکھا کہ ان لوگوں میں وہ بڑھ بھی موجود ہے جسے وہ بابا اپنی تھی۔ اُسے ان لوگوں کے علاوہ جواس عمارت میں رہتے تھے کچھ نئے چہرے بھی نظر آئے۔ بڑھ صاحبے میں ہوا ہوا معلوم ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور غلاہوت دانوں میں دیا ہوا تھا۔ وہ فحشہ وہ تو نہیں آواز میں بولا۔ تم نوگ ضروری ملائیں ہوا نیلم کو الزام دو۔
 "تم حد سے بڑھ جاتے ہو، بڑے میاں۔" ایک تیسکے نورحان نے غصیلی آواز میں کہا۔ "کیا تم ہر پر حکم ہو۔ اپنے الفاظ واپس لو۔ ورنہ میں آج تم سے پنٹ ہی لوں گا۔"
 بڑھ اُسے تھرا کھڑکوں نظروں سے گھومنے لگا لیکن کچھ نہ بولا۔ ادھر نیلم کا ہاتھ تھکوں کی عجیب میں رنگ گیا اور اُس میں پڑے ہوئے اشارے دوپانچ کے پتھوں پاس کی گرفت مضبوط ہوئی۔

اُس نے آج سے پہلے کبھی بڑھ سے کواتے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔
 "میں اپنے الفاظ واپس نہیں لوں گا۔ بڑھ صاحبے تمہارا بولا۔ اور میرا اس نوجوان کی طرف منگلی اٹھا کر بولا۔" خصوصیت سے تم بڑے سے ملائی ہو کر گدھے ہو۔"
 نورحان نے اپنی طرف سے جھٹ لگائی اور کمرے کے وسط میں پہنچ گیا۔ بڑھ صاحبان کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔
 "میں نہیں اس بد تیزی کی سزا ضرور دوں گا۔ نہ اس کی طرف حرکت ہوا بولا۔
 نیلم کی عقل مضمت ہو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان میں سے کوئی بڑھ سے اس طرح پیش آئے گا کیونکہ وہ ان پر بڑھ سے ہی بڑی محسوس کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازے پر پتھر مارا اور دونوں پٹ کھل گئے۔ اب اس کا رروا اس کے دہانے ہاتھ میں تھا اور اُس کی نالی اُس کے ساتھ نورحان کی طرف مائل ہوئی تھی۔
 "معلم۔ گندے کیڑے۔" وہ غرائی یہ تم میں اتنی عزت کہ تم بابا کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے۔ پتھر دو گولی مار ڈالو گی۔" کمرے کی فضا پر ہوا میں ہی فحشہ مسلط ہو گئی۔ نورحان کے قدم ہلکے گئے تھے اور وہ بڑھ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
 "گھٹے۔" وہ دانت پیکر کر بولی۔ کچھ اور کھنچا جاتا تھی کہ بڑھ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نیلم اسے جیب میں رکھ لو اور یہاں سے چلی جاؤ۔"
 "کیا تم اس بد تیزی کو برداشت کر لو گے بابا۔"
 "مہیں۔ لیکن تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ جاؤ۔ بڑھ کا بوجہ ہے حد سے تھا۔
 نیلم نے ایک جھرجھری سی اول اور سٹیل جیب میں ڈال لیا۔ بڑھ نے کبھی اتنے سرد بھیجے میں اُس سے گھٹک نہیں کی تھی، وہ چپ چاپ دروازے کی طرف تڑی اور باہر آ کر وہ اچھی دروازہ بند کر دیا مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ کھڑکی سے ہی نہ جھانکتی۔ ایک بار وہ پھر پہلے ہی طرح کھڑکی کے شیشوں سے کمرے کے اندر کا جائزہ لے رہی تھی۔ بات بڑھ کی تھی۔ اُس نے سوچا لیکن ہے بڑھ سے کواس کی مدد کی ضرورت ہو کیونکہ وہ سبھی اُس سے نفرت کرتے تھے۔
 "ہاں آؤ۔ مجھے میری بد تیزی کی سزا دو۔ اگر تم مجھے سزا دے گے تو میں تمہاری سربراہی سے دستبردار ہر جاؤں گا۔"
 '89

بڑھنے لگے کہا۔

"تم ہمارے سربراہ کی ہو؟" فوجوان نے زبردستی مجھے میں پوچھا۔ "ہمارا سربراہ وہ ہے جس سے ہمیں احکامات ملتے ہیں۔ تمہارا سربراہ ڈرن ہے۔" فوجواہا نفرت سے ہونٹ کھول کر بولا۔ "لیکن آؤ مجھ کو کئی چیزیں بتائیں۔ تم نے یہ کیا کیا اور تم۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ میری نقل تمہاری ہی رہنمائی کرتی ہے؟"

دفعہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر فوجوان سے کہا: "بیٹھ جاؤ۔ تم نے یہ کیا ہے۔ تمہاری پہچان ہے؟"

"تم خاموش رہو۔ تمہاری پہچان ہے؟" فوجواہا نے کہا: "بیٹھ جاؤ۔ اس پر اٹھنا کہہ "چلنا" کی آواز سے گڑبگڑا اٹھا۔ فوجوان لڑکھاتا ہوا اپنے ساتھیوں پر جبارانہ بولنے لگا۔ "تمہارا سربراہ اس کے بائیں کال پر پر چڑھا تھا۔ وہ خود سے نہ بھٹل سکا۔ دو آدمیوں نے ہمارے سر سے کھڑا کرنا چاہا لیکن اس کا جرم گندہ بڑھے آگے سے رول کی طرح ڈھرا ہو گیا۔ وہ اس طرح اٹھیں پھرا رہا تھا جیسے اس کے چاروں طرف اندھیری اندھیرا سورج اس کی بانیں اٹھ کر گوشت کا لوتھڑا معلوم ہونے لگی تھی۔ خون میں ڈوبا ہوا گوشت کا لوتھڑا۔ آخر اسے زمین پر ڈال دیا گیا۔"

فوجواہا اپنی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا: "ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارا کس کون فریدی سے لے لیا گیا ہے۔ غالباً وہ کسی اور کو سوچ دیا جائے گا۔ لہذا اب فی الحال تم لوگ ان دونوں کا بیجا چھوڑ دو۔ تم دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنے چالاک ہیں۔ اگر ان سے پھر سے بغیر اپنا کام کرتے رہیں تو ہر تہ سے دیے میرا دعویٰ ہے کہ کون فریدی یہ کون گڑھ ہے۔ اس وقت تک واپس نہیں جاسکتا جب تک کہ ہر مین کا سرخ نہ پالے اور جی جانتے ہیں کہ ہر مین تک پہنچ جانا آسان کام نہ ہوگا۔ اس لیے کہنے کا مطلب ہے کہ ہر مین آسانی سے اس پر تھکا سکتا ہے۔ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ہے۔ وہ جلد ہی آجاتا ہے۔ خوب کچھ گڑبگڑتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔"

"ادو۔۔۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا ہے۔ کسی نے کہا ہے؟" "میں نے بھی اپنی بات تم نہیں کی۔ بڑھا فرمایا۔"

پانچوں کی طرح چیخ اٹھا۔ ارے۔۔۔ یہ دم توڑ رہا ہے۔" "مشٹ آپ۔" فوجواہا آپ سے باہر ہو گیا۔ "اپنی جگہ پر واپس جاؤ۔"

"یہ سچ کچھ کہتا ہے؟" "مگر نہ دو۔ میں اس لیے جھپٹتا نہیں مارنا کہ رکھانے والا توڑی دیر بعد مجھ سے معافی مانگ لے۔"

تبدیل کر گئی۔ اس کی سانس تیزی سے چلنے لگی تھی، اس نے بڑھے کو کبھی اس میں نہیں دیکھا تھا۔

"چلو۔۔۔ بیٹھو اور اگر تم ہی اس کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو میں تمہاری یہ خواہش پوری کر سکتا ہوں۔"

"یہ نہیں برداشت کیا جاسکتا۔ سب نے بیک وقت کہا۔" "پھر تم میرا کیا کرنا چاہتے؟"

"یہ سر گیا ہے۔" کئی آدمی بیک وقت چلے۔ "میں کب کتا ہوں کہ نہیں مرا۔ میرا پتھر اسیا ہی ہوتا ہے گردن کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ چلو بیٹھو اپنی جگہوں پر اگر اس بغاوت اور دیر دیر کی خیر و خیر کو ہوگی تو وہ ایک کبھی زندہ چھوڑے گا۔ میں اس کے مقابلے میں زیادہ مرد جوان ہوں۔"

نیلم نے دیکھا کہ وہ سب خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور فوجوان کی لاش وہیں چڑی رہی۔ مرنے سے پہلے اسے خون کی تری سی تھی۔

"فوجواہا۔" فریدی نے کہا اور ہلٹے ہلٹے ٹوک گیا۔ ایک حیرت انگیز ایجاد ہے لیکن کیا اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ہر مین کے ارادے نیک ہی ہوں گے؟"

"میں جڑا دکھا ہوں کہ میں نے ہی اسے اب تک نہیں دیکھا۔" "میں بلاواؤں سالے سے گفتگو: قائم نہ سوال کیا۔"

"انگلیں چرک چرک دے گا۔ فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔" "میں کیا اس سے کہہ دوں گا؟" "آج وہ لوہے کا ہے۔ ہاتھی کے ہم زلف۔" "حمید نے خواہ مخواہ دانت میں کہا۔"

طاقت۔۔۔ صحت ہو گئی۔"

"لیکن کیا یہ ضروری تھا کہ تم ہمیشہ اپنی جگہ پر رہتے؟" "میں نہیں سمجھتا ہوں۔۔۔ تزل۔۔۔ کون صاحب؟" "میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ تم ہم لوگوں سے ڈر رہے ہو۔ اور ہر دورہ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ تمہیں بھی ہم سے متعلق سمجھ کر کوئی نقصان پہنچائیں۔"

"مجھے کیا نقصان پہنچائیں گے؟ میں صحت صحت کہہ دوں گا۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بے شرم کہیں کے؟" "حمید غزالی۔ تم یہ کیسے کہہ سکو گے؟" "بے شرم کہوں۔۔۔؟" "ارے واہ۔" قائم ہاتھ پچا کر عورتوں کے سے انداز میں بولا۔ "کیا میں تمہاری جود ہوں؟"

"شاید تم اس وقت تنہا ہی جانتے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "جی ہاں۔" قائم نے کچھ کہے ہوئے بغیر جواب دیا۔

"تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"بب۔۔۔ بات۔۔۔ ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"بہت اچھا آپ کا ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھا اور غصیلے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔"

کچھ دیر بعد خاموشی رہی پھر فریدی بولا: "تین بج رہے ہیں۔ فوجواہا کی قبرستان قریب سے دیکھا تھا۔ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ کوئی آہن پوش آدمی ہے۔"

"پھر وہ کیسے دیکھتا؟ لوٹنا اور مٹتا ہے؟"

"پہلے تم اسے کم از کم ایک بار دیکھ لو پھر میں تمہیں دکھانے کی کوشش کروں گا۔"

دفعہ حمید کی نظر دروازے کی طرف اٹھ گئی، ادھر فریدی کی پشت تھی لہذا وہ قائم کو دیکھ سکا جو راہداری میں کھڑا حمید کو گھونسا دکھا رہا تھا۔ حمید کو میسافرت ہسی آگئی کیونکہ قائم گھونسا دکھانے کے ساتھ ہی طرح طرح کے نمٹے بنا کر آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتا ہی جا رہا تھا۔ حمید کو ہنسنے دیکھ کر فریدی ہی مڑا۔ قائم بوکھلا گیا اور اسی بوکھا ہٹ میں گھونسا دکھا رہا گیا، انہیں بند کر دیا اور زبان لگا دی۔

"یہ کیا ہو گیا ہے اسے؟" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کچھ نہیں اس کی شامت آئے والے ہے۔ میں سوچ رہا ہوں رات کو اسے پلا کر کسی نائٹ کلب میں چھوڑاؤں، پھر دوسرے دن صبح آپ وہاں جا کر اس کی لاش کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے قائم دھڑ دھڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔ "تم غارت ہو جاؤ گے، وہ حمید کی طرف اٹھ کر دہانٹا۔" "اللہ نے چاہا تو بڑے بڑے گے، دیکھو ان کے اٹھنے کا تمہاری قرعے؟" "کیا لغویت پہچاننا ہے؟" فریدی نے تاخر تک گوارا پیسے میں کہا۔

"آپ نہ لوبے۔ وہ سالی مجھ کو کہتی ہے۔۔۔ بلو ماموں بلو۔۔۔ بلو ماموں جان۔"

"کیا بک رہے ہو؟" فریدی پوچھا۔

"اپنی کسی بھانجی کو سالی کہہ رہا ہے۔" "حمید نے مجھ سے کہا۔"

"تم خود۔۔۔ بھانجی۔۔۔ آؤ۔۔۔ کی بھانجی۔۔۔ سس۔۔۔ مرد۔۔۔ اچھا اکلنا ہوا۔" قائم آپ سے باہر سر ہاتھ اٹھ کر کھوٹی کے اوپر لہرایا تھی، جو کچھ وہ کہنا چاہتا تھا جسے کی زیادتی کی وجہ سے دیکھ سکا اور حمید کو گھونسا دکھانا چاہتا تھا۔

"بھئی میں تم سے عاجز آ گیا ہوں۔" فریدی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تمہارے ملنے والے میرے لیے وہاں جان بٹیا ہے۔"

"ارے۔۔۔ وہ کچھ نہیں تھا۔" حمید نے بڑا پھر بولا۔ "پچھلی رات ایک یوریشین لڑکی سے اس کا تعارف کرنا تھا، ہم ماموں جان بنا یا۔ اس وقت یہ آٹو کا تھا ہی ہی ہی ہو کر رہا تھا۔"

"میں سب سن رہا ہوں۔" راہداری سے آواز آئی اور قائم سامنے آ کر بولا۔ "تم خود آؤ کہ مجھے تمہاری ساتھیوں کی آٹو کی چھٹیاں۔ اب تم باہر نکلو۔ تمہاری بیٹی نے تمہارے لیے کیا کیا؟"

فریدی ہنسنے لگا۔ حمید تو پہلے ہی سے ہنس رہا تھا۔

قائم بڑبڑاتا ہوا چلا گیا، اس بار حمید ہی اٹھا۔

"مجھ کو بہت زیادہ چھینا بھی گراں پڑتا ہے۔"

"میں کہیں نہیں جا رہا ہوں۔ دیکھو وہ ہے یا جیالیا ہے۔"

حمید دروازے تک گیا اور راہداری میں جھانک کر پھر واپس آ گیا۔

"جھانکنا۔"

"ختم کرو۔" فریدی بیڑا سے بولا۔

"کچھ دیر تک دونوں ہی خاموش بیٹھے رہے پھر فریدی بولا۔" "ہر مین کا مسئلہ کچھ وقت ہے۔" "دیکھا ہے؟"

"کیوں؟"

"پہلے جس ریسپرنگ میٹ پر اس کی آواز سننے تھے اس کا انیشیا شمال کی طرف اشارہ کرتا تھا اور تم یہ جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟"

چہان سے یہاں سے شمال کی طرف پڑتا ہے۔ بہر حال جب میں نے اس کا وہ اعلان سنا کہ وہ تیکڑوہ والوں کے لیے اپنی کوئی ایکاد پیش کرنے والا ہے تو میں نے ان ماہرین کو تیکڑوہ طلب کیا تھا جو اس کیس میں میرے ساتھ کام کر رہے تھے، یہاں وہ اس کی فخرگاہ کی سمت معلوم کریتے مگر اب اس نے دوسرا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اب اس طرح اس کے پیغامات نہیں نہیں جا سکیں گے جس طرح پہلے سنئے جاتے تھے، لہذا اب میں نہیں کہہ سکتا کہ ماہرین فخرگاہ کی سمت معلوم کر سکیں گے یا نہیں؟

"مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ کچھ ماہرین بھی کام کر رہے تھے؟"

"بیلا اس کے بغیر کیسے کام جاتا؟"

"بہر حال اب پھر کیا ہوگا؟ اب تو آپ اسٹیٹو سکوپ کے بغیر اس کی آواز نہ سن سکیں گے؟"

"میں تو مشکل ہے۔"

"لیکن میں نہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جانتے اس کا وعدہ ہے کہ وہ کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کرے گا اور اب تو وہ ہماری نشتریاں میں بھی دخل انداز نہیں ہوگا۔"

"لیکن وہ جرح بھی کبہرے قطعاً غیر قانونی ہے حکومت کی اجازت حاصل کیے بغیر اس قسم کے کام نہیں کیے جاسکتے اور پھر وہ ہمارے لیے خطرہ ہی بن سکتا ہے۔"

"مجھے بھی ہو۔ فی الحال تو ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے پانپنی دکھا لٹش ٹرے میں چھڑا کر دوبارہ تکیا کو بھری۔ حقوڑی دیکر کچھ چوترا رہا پھر پانپن شنگا کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسمگلروں والا کیس اس طرح نہ چھوڑے۔"

"آرڈر آرڈر ہے۔ میں اس کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں؟"

"میں سچ کہتا ہوں کہ اب سالہا کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے وہ لڑائی نیم ایک اچھی مددگار ثابت ہوگی۔"

"حمید صاحب! اگر وہ سارے اسمگلر پڑا لے گئے تب بھی میں اُسے ایک ناکام ہی کہیں سکتا ہوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس آدمی کے خلاف ثبوت مہیا کرنا بڑا مشکل کام ہوگا جس کی سرپرستی ہی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ شاید ان اسمگلروں کو بھی یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے؟"

"تو وہ اسی طرح ہمیشہ آزاد رہے گا؟"

"یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے بھی نہ کبھی میں اُسے

گرفت میں لے ہی چوں لیکن فوری طور پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔"

"تو وہ لڑائی۔۔۔ کارآمد نہیں ہو سکے گی۔"

"اگر وہ لڑائی ہے تو تمہارا۔۔۔ لیے مزید کارآمد ثابت ہوگی۔ فریدی نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔"

"آپ فرخا خواہ بات کو تو فیصلہ کر رہے ہیں یا نہیں فریدی؟"

فریدی نے گنگھو کر دیا ہوا۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔ فریدی نے بے پروائی سے کہا اور گھبراہٹا سا لہجہ لگایا۔"

"میں کل تیکڑوہ سے جا رہا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے کیونکہ اب تم بہرین والا کیس سمست کر رہے ہو؟"

"مجھے اس کے لیے تحریری حکم نامہ نہیں ملا۔"

"اچھی بات ہے تم اسی وقت دست بردھاری میں تمہارے بجائے امر سنگھ سے کام لوں گا۔"

"مزدور، حمید کا مزدور ہو گیا اور وہ اُٹھنے لگا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم کل گھم پور کے میں لے جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں کہیں اس کا مشورہ نہیں دینگا۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ میں کل یقینی طور پر گھم پور جاؤں گا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ان اسمگلروں نے تمہیں مار ڈالنے کا خیال ترک کر دیا ہوگا کیونکہ تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ لڑائی۔۔۔"

"لڑائی کی بات نہ کیجیے۔ میں صرف کیس کی حد تک اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔"

"تم بہت شریف ہو۔ فریدی مسکرایا۔"

"کاش مجھے لڑائی کے والہ نہ بھی کبھی یہ سوچا ہوتا؟ حمید نے ٹھنڈی سانس لی، کچھ دیر تک مڑنٹا رہا پھر بولا۔ کبھی کبھی مجھے اپنی زندگی کی دیرانی کا بہت شرت سے اس کا ہوتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو دیران کر دوں۔"

"یہ بڑی اچھی عطا ہے، اگر جیسی بھوک اس راستے پر لگ جائے تو آدمی کو شلڈر ڈیزیز بنا دیتی ہے۔ شاید یہی لیے تم آج کل اتنے بے مگر ہو رہے ہو۔"

حمید اٹھ کر باہر چلا آیا۔ وہ دراصل کونٹ میں مبتلا ہو گیا تھا، اسمگلروں کے کیس میں اس نے سردھی کی بازی لگادی تھی۔ میں اس وقت جب کہ اُسے کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ اس

کی ترقات پر اس کو ہنسی دکھائی نہیں سکتا تھا کہ اس اسٹیج پر لے کر یہ متوقع حالات پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ یادداشت میں شاذ و نادر ہی اس کے پاس کیے آئے تھے۔ جن میں اس نے حقیقتاً ہی لپی۔۔۔ کیس بھی اپنی کی فخرت میں لگتا تھا مگر اس کا حراجی ہوا۔ اس کے حوصلے پست کر دینے کے لیے کافی تھا۔ وہ ان لوگوں سے انتقام ہی تو لے کے سب جنہوں نے چارہ لاس پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ لیجے حمید کو فریدی سے توقع نہیں تھی کہ وہ ان لوگوں کا چھپا چھوڑ دے گا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو کیسوں میں تحقیق کے دوران اعلیٰ حکام کی فخرت سے رخصت انداز میں ہی کی تھی لیکن وہ حقیقتاً ان کیسوں سے شش نہیں ہوا تھا۔ پھر یہ وہ کونسا نام ہے خود کی اپنی عملی تسلیم کرنی تھی لیکن اس کیس میں خود فریدی نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ اس دن پھر وہ فریدی سے نہیں ملا اور دوسری صبح وہ گھم پور کے لیے روانہ ہو گیا، یہ یہاں تک گزرے کہ وہ اس کے فاصلے پر تھا۔

لوگ جو حق درحق تھا، اپنی اس طرف جارہے تھے ان میں ڈرٹ بھی تھے اور سفاکی لوگ بھی۔

حمید نے اپنے چہرے میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں کی تھی موت ایک جزوی بھی سوچے کا اندازہ ہی تھا، ناکام سے گزرنا۔۔۔ تمام آج کل ضرورت سے زیادہ فروغ یافتہ ثابت ہو رہا تھا۔ اُسے علم تھا کہ تمام ہی ملے کے لیے تیار رہا کر رہا تھا۔

چھوٹی چھوٹی لوگوں کا ٹھکانہ پور کی طرف چل پڑی تھی۔ مطلع صبح ہی سے اسے لگتا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد لگی لگی میسر ایئر کی آواز لگتی تھی، سفاکی لوگ ہمہ جہت لڑی نظر آ رہے تھے۔ لوہرٹ چڑوں، ٹھوٹوں اور ناخنوں پر مسخر کر رہے تھے، یہاں سے گھم پور تک کوئی ناخداہڑا نہ تھا، تو اس لیے کاروبار اور جیسی جہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ نشاط کے فورٹ ایک ساتھ رحمان ہونے لگے۔۔۔ کیونکہ ان کے لیے ہونٹ ہی کی طرف سے سواروں کا انظام بھی لگی تھا لیکن تمام بے چارہ پیدل ہی چل رہا تھا کیونکہ کچھ پانٹو اتنی نسل میں ہی تک کوئی تمام نہیں پیدا کر سکے تھے۔ وہ چل کر تو پانٹو تھا مگر اس کی حالت قابل رحم تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی کی ایک بہت بڑا پیستہ لڑھکا دیا گیا ہو۔

حمید اس سے زیادہ ڈر نہیں تھا۔ ہنسی کے مارے اس کے پیٹ میں ہی بڑے جارہے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ اپنی معنوی سرخیوں کی اچھی اور پیٹنے اور تمام سے چھڑنا شروع کر دے۔

لوگ اُسے دیکھ دیکھ کر مس رہے تھے اور قائم بیٹھے سے اوپر تک پختہ ہوا رہتا تھا۔ اس کا پس چلتا تو وہ ایک سبک کی جڑیاں توڑ توڑ کر رکھتا۔ جسے مالوں میں لڑائی میں پیش نہیں اور ان میں وہ دیرین لڑائی ہی جو قائم کو ماموں چلن بہ کرنا طلب کرتی تھی۔ ایک یا اس کا مترو قائم کے ساتھ چلنے لگا۔

"ہو ماموں جان۔۔۔ اس نے اُسے مخاطب کیا۔"

لیکن قائم مڑنے چھوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا، اندازہ تو وہ جانتے کا سا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ٹوٹے اتر کر اُسے منانے لگی۔

"ماموں جان۔ اگر تم شکایت گئے ہو تو برا بھلا نہیں کروں گا۔ لڑائی نے پھر کہا۔ مگر تمہارا ساقی کہاں ہے؟ وہ تو تمہاری طرح غصیلا نہیں ہے؟"

"اس سالے کی ایسی کی تھی؟ قائم یک ایک اور لڑائی ہوا۔"

"میں نہیں کبھی کرتے کیا کہا ہے؟" لڑائی نے کہا اور قائم اس سالے کی ایسی کی تھی کا گڑھی میں ترجمہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ "سالے، کا ترجمہ، برادران والا کیا لکھتا، ایسی کی تھی، میں ایسی گاڑی بھرنی کر قائم کا فریڈنگ بھلا تا رہا۔"

"پتا نہیں کر سکتا کہنا چاہتے ہو؟" لڑائی نے لالی سے کہا۔

"میں نے کہنا چاہتا ہوں، قائم نے جھلا کر اردو ہی کہا۔

مگر خدا کرے تمہیں لہجہ اپنی ہو جائے، جس نے تمہیں میرے پیچھے لٹکایا ہو۔ اللہ کرے اس سالے کی زبان بڑھ جائے، میرا باپ بھی ساٹھ ماہوں جان نہیں کہہ سکتا۔ حقان بی جاؤں گا۔"

"پتا نہیں تم کیا باک رہے ہو؟" لڑائی نے کہا اور اپنا منہ آگے نکال لے گا۔

* جڑاؤں بقیے حمید کے حق میں چھوٹ جھوٹ کر دو رہے تھے۔ اس لیے ہی کہ وہ یہ بھی کہ حمید خود کو قائم سے بالکل بے یقین رکھنا چاہتا تھا۔

ایا پاک ایک بگڑنیم دکھان دی جو خفا کی پتلون اور کھٹی جیکٹ میں لبوس تھی۔ قائم کو دیکھ کر وہ اپنے پُرس سے اتر پڑی۔

"وہ تمہارا دوست کہاں ہے؟" اُس نے چوڑے ہنسی قائم سے سوال کیا اور قائم کا مڑ پھلنے سے بھی زیادہ خراب ہو گیا۔

"مگر کیا؟" وہ غزایا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نہیں جانتا مطلب وطلب، قائم نے چوڑے پُرس پلن کا سٹاپہ لیا۔

"میں کیپٹن حمید کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔"
"کیا میں جیب میں لیے پھرتا ہوں اُسے ہرگاہ کہیں میں قبا
... کیا... جانوں؟"

حمید اس وقت بھی ان کے قریب ہی تھا۔ اُسے تشویش
ہوئی کہ خورہ اُسے کیوں پوچھ رہی ہے؟
"تم ہوش ہو رہا ہوں؟ سو نے آدی میں تمہیں یہ میں
کے حوالے کر دوں گی۔ تم دونوں نے اس رات میرے ساتھ فرار
کرنے کی کوشش کی تھی۔"
پولیس کے نام پر قائم بغلیں جھانکنے لگا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ مجھے میرے گھر پہنچا دے
لیکن رات میں اس کے آدمیوں نے کسی گھیر لی اور وہ خود بھی
اڑ گیا پھر اگر ٹھکانا پانے حواس بجا نہ رکھتا تو میں ڈوب ہی گئی ہوتی۔
اب حمید نے مزہ کیا تو ان کے گرد اور بھی آدی نظر آئے
جن میں ایک تو یقینی طور پر پہچانا جا سکتا تھا کیونکہ نائٹ کلب
والے جگامے میں بھی وہ شریک تھا۔ حمید نے سوجھا لیکن ہے
اب اس نے ان لوگوں کو اپنی فالت سے مطمئن کر دیتے کے لیے
یہ جان بچھا یا ہوا، اس کی بے چاہہ صلاحیتوں کا اندازہ اُسے پہلے
ہی ہو چکا تھا۔

قائم اور نیلم میں جھگڑا ہوتی رہی، معلوم نہیں کیوں قائم
اس وقت حمید کا ہارٹے رہا تھا؟
"اچھی بات ہے، نیلم آفر کا رولی۔" میں تم لوگوں سے
کچھ توں گی؟"

"اے... میں کچھ نہیں جانتا، قائم پاگلوں کی طرح اپنے
ہاتھ ہلانے لگا وہ نہیں نشا میں نے گا۔"

نیلم پھر غصے پر بیٹھ کر آگے بڑھی گی۔ حمید نے بھی اپنا پتھر آٹے
بڑھایا اور ان لوگوں کی ٹوٹی سے نکل گیا بولنا سے روانہ ہوئے تھے۔
قائم پیچھے رہ گیا۔

"تم آؤ تو ہانے میں بہت تیز ہو نیلم، اس کے ساتھیوں
میں سے ایک کبہ رہا تھا۔

"کیوں میں نے لیے آؤ تو ہا ہے؟"
"کیا وہ فولادی آدی والی کہانی صحیح تھی؟"
"صرف جوت، نیلم نے جواب دیا۔
"تم اس سے ڈری نہیں جیوں؟"
"میں ایک فرد کے ڈھا پنے سے ڈروں گی۔ میں



تم تنگ تو نہیں پی گئے؟"

"نہیں، نہیں، دوسرا بولا۔ "تم تو اسٹیم کی فوای ہو!"
"تم تو بات ہی نہ کیا کرو۔ ذرا ان کی شکل دیکھنا۔ یہ بھی
مردوں میں بول لیتے ہیں!"

دوسرے میں پڑے اور وہ ہراساں شدہ بنا کر خاموش ہو گیا
پھر خود بھی سننے لگا۔

نیلم نے گردن اٹا کر کہا۔ "میں اُس کی شاگرد ہوں جس کا
ایک چھترو لوگوں کی گردنیں توڑ دیتا ہے!"

"کیا تمہیں اس پر افسوس نہیں جو اٹھا نیلم، ایک نے کہا۔
"افسوس جو اٹھا، مگر۔ وہ بھی تو حد سے بڑھ گیا تھا، تم میں
سے کون ایسا ہے جس پر بابا کے احسانات نہ ہوں؟"

"ہاں... آں... کراچی سخت سزا میں کہنا مجوں کو ایک
تمہارے بابا کا ذہنی توازن بڑھنے لگا ہے اور مشرقی آپ انہیں
کوئی بہت بڑا دن دیکھنا پڑے گا۔"

"بڑے دن تو تم بھول کے لیے ہیں!"

"ٹھیک ہے۔ ہم سو وقت قانون کی زد پر رہتے ہیں لیکن
اگر ہمیں سے کسی کا ہاتھ ان پر اٹھا گیا تو بعد میں میں بھی افسوس
ہو گا۔ لہذا تم انہیں سمجھاؤ۔"

"یوں تو میں سمجوں تو کھاتی ہی رہتی ہوں!"

"دیکھا، ایک آدی جیکب کر بولا۔ "اُسے کھو لو کہ یہ
پولیس سے مل گئی ہے۔ پوڑھے کو یقین ہی نہیں آتا!"

"مفضلوں کو اس سمت کرو، اس آدی نے ٹھیکے لیے
میں کہا۔

"کیا میں تمہیں اس بیداری کا سزا دیکھا دوں؟" نیلم نے
آنکھیں نکال کر کہا۔

"دیکھو، تم تیرے سر نہ چڑھنا، میں نے آج تک کسی
عورت کا احترام نہیں کیا۔ میری ماں تھے اتنے بڑے، انھوں میں
یا کرنا تھی کہ خود اُس کا کہ کوڑا مشکوک ہو جاتا تھا، اس آدی نے کہا۔
"میں انھوں میں جوڑتے استعمال کر رہی ہوں۔ تہساری
ماں کے بازوؤں میں سکت نہ رہی ہو گی!"

"بھی نیلم، خدا کے لیے یہاں راستے میں کوئی ہنگامہ
نکھڑا کر دینا، دوسرے آدی نے کہا۔ "تم تو عقل استعمال کیا کرو!"

"میں اسے ہنگامہ کرنے دو۔ وہ نہیں بولے سے سے ڈرتا
مجوں نہ اسے کچھ سمجھتا ہوں!"

"خاموش رہو۔"

نیلم خاموش ہو گیا۔ وہ آدی بھی چپ ہو گیا لیکن دونوں
ہی ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔ حمید کی
سمجھ میں نہ آ سکا کہ یوں ہی اس قسم کی بے ادراپے ساتھیوں میں اس
کی پرورش کیا ہے؟

پہاڑیاں چڑھنے کے ٹاپوں سے گزرتی رہیں۔ کہیں کہیں
بادل بکھٹ کھٹے تھے، نیلے آسمان کی جھلکیاں بڑی روشن معلوم
ہو رہی تھیں۔ پہاڑیاں عورتوں کی ایک ٹوٹی گائی بھرتی قریب
سے گزرتی تھیں۔ حمید نے اپنا پتھر روک لیا تھا۔ وہ پتھری اور
بے حکم عورتیں نہیں لیکن وہ اس وقت نفرت سے اتنی ہم آہنگ
نظر آ رہی تھیں کہ حمید انہیں دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ اُسے ایسا محسوس
ہو جیسے وہ صد سال کی پرانی دنیا میں سانس لے رہا ہو، وہ بھول
جانا چاہتا تھا کہ بیوی صدی کا آدی ہے، کتنا سکون تھا۔ ان
پہاڑی عورتوں کے چہرے پر کتنی زندگی تھی ان کی آواز میں...

ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے وہ اساطیر پر چہرہ جیوان کا پانی پی کر
اگر ہو گئی ہوں۔ حمید کا پی دیر تک وہیں کھڑا لوگوں کو گوارا
دیکھتا رہا، پھر جب قائم کڑا حکمت بھرا قریب آئی تو وہ بھی پتھر سے
اڑ گیا اور دفعتاً اُسے ایک نئی شرارت محو بھی اُس نے ہاتھ
اٹھا کر بڑے ادب سے قائم کو سلام کیا۔

"وہاں کم سلام، قائم سے گزرتا کہ جواب دیا اور
خراخراہ دانت نکال دیے۔

حمید نے اپنی آواز بیل کر کہا: "بڑے خوش نصیب
ہیں جناب!"

"قیوں؟" قائم چلتے چلتے رگ گیا۔

"وہ چٹوٹن والی لڑکی جہا بھی آپ سے جھگڑا کر رہا
تھی نا..."

"ہاں۔" ان قائم نے بھلا سا منہ کھول کر سر ہلادیا۔
"وہ آپ کے متعلق بڑی اچھی راتے رکھتی ہے چلتے
رہیے۔ میں بھی اب بیدل چلوں گا!"

حضور۔ حضور۔ جی ہاں۔ تم۔ مگر اچھی راتے۔ یہ ہی ہا
سبب۔ ایک بیک قائم نے، ہی ہی میں بریک لگا دیا۔
"وہ بھی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی تھی کہ آپ اُسے
بہت اچھے لگتے ہیں!"

"ناہیں، قائم کی آنکھیں حضرت سے بیدل نہیں اور وہ
چلتے چلتے رگ گیا۔

"ہاں جناب۔ مجھے آپ کی قسمت پر رشک آتا ہے

اور میں سوچ رہا ہوں کاش میں بھی آپ کی طرح طبعیم ہوتا۔
 "ارے... نہیں... میں... کیا... ہی ہی ہی"
 "نہیں جناب۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر
 وقت اس دیوار کو دیکھتی رہوں۔"
 "اگر تمہیں قاسم کی آنکھیں چلنے لگیں۔"

"یقیناً نہ ہوتا قاسم سے پوچھ لیجیے۔ ویسے میرا خیال
 ہے کہ آپ اس قابل ہی نہیں ہیں۔"
 "قیاساً مطلب؟" قاسم نے تھکے چہرے سے پوچھنے لگے۔
 "مطلب کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ
 کوئی عورت کسی ایسے آدمی سے خوش رہ سکتی ہے جو اس کا مزاج
 نہ سہیجنا ہوتا ہو؟"
 "راہ میں ہمیشہ سلام کے بغیر مزاج شریف پر چھتا ہوں۔"
 "لیکن وہ آپ سے جھگڑا کیوں کر رہی تھی؟"

"اوہ... وہ میرا ایک دوست ہے نامہید، اس نے
 اس لڑکی پر... اوہ لڑکی سے مذاخ... مذاخ... مذاق کیا تھا؟
 اسی پر وہ اتنی گرم ہو رہی تھی۔"
 "کچھ بھی ہو۔ آپ اس موقع سے مزور فائدہ اٹھائیے۔
 کیونکہ وہ آپ سے جھگڑنے کے بعد آپ کی تعریف کر رہی تھی۔"
 "کاش... فائدہ... اٹھاؤں؟"
 "اس سے قریب رہنے کی کوشش کیجیے اور ہمیشہ کہتے
 رہیے کہ آپ کو اس سے عشق ہو گیا ہے۔"
 "ارے باب؟" قاسم نے کچھ اس طرح طنز بنا کر بیٹ
 پوچھا جیسے بدنامی ہو گئی ہو۔

"کیوں... کیوں؟"
 "اگر... خفا... خفا... ہو گئی تو کیا ہوگا؟"
 "تو کیا ہوگا؟" حمید نے حیرت سے کہا۔ "آپ بھی بڑے
 وہی معلوم ہوتے ہیں۔ ارے محبوب کا خفا ہونا ہی تو اچھا
 لگتا ہے۔"
 قاسم طنز پھیلائے لگا۔ وہ دونوں پھر چلنے لگے تھے۔
 تقریباً ساڑھے گیارہ بجے وہ گھاٹ پور پہنچ گئے، حمید
 نے محسوس کیا کہ وہ ویسے ہی ایک ایسی تفریح کا ہے۔ یہاں
 سبز سے دوڑتی تھیں اور ان کے درمیان ایک چھوٹی سی
 جھیل بائبل ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے زرد کے ڈھیر میں ایک
 ہیرا پڑا جگمگا رہا ہو۔

جھیل کے چاروں طرف کلاڑی کے کہیں نظر آ رہے تھے
 ان میں کچھ تو ڈکانوں کی حیثیت رکھتے تھے اور کچھ رہائشی تھے۔
 رہائشی کہیں نہ راصل میگزین گروہ کے بڑے ہولوں کی طرف سے
 اس لیے ہینا کیے گئے تھے کہ سناحوں کو تکلیف نہ ہو مگر ان سے
 وہی سناح فائدہ اٹھا لیتے تھے جو ان ہولوں میں مقیم رہ
 ہوں۔ میا۔ اس وقت بھی شباب پر تھا اور اس مزار کے گرد
 تہل رکنے کی ہی جگہ نہیں تھی جس کے عرس کے سلسلے میں یہ میل
 ہوا کرتا تھا۔ عورتیں گا رہی تھیں، دھول پیٹے جا رہے تھے اور
 اکثر لوگ سیاہ رنگ کے جینز اٹھائے ہوئے دھڑکتے
 ہوئے مزار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

مشرق کی طرف ڈھلان میں نالعداد کا مین پھیلی ہوئی
 تھیں، یہ باتو کلاڑی کے فریم پر کیوں منظر نہ بنائی تھی مقبیل بان
 میں صرف کلاڑی استعمال ہوئی تھی۔ اس میلے کی تیاریاں تقریباً
 چھ ماہ پہلے سے شروع ہوئی تھیں اور میڈیٹو دن تک جاری
 رہتا تھا۔ کبھی کبھی بارشوں دن بھی ختم ہو جاتا تھا۔ دراصل میلے
 کا اختتام پہلی چاندرا کو ہوتا تھا، لہذا شروع ہونے کی تاریخ
 سے اکثر ایک دن کا فرق بھی ہو جاتا تھا لیکن اس فرق کو کافی
 باشندے یا مزاروں سے پیر کے معتقدین بدستور کوئی غمگین
 تھے جس سال بھی توقع ہوتی کہ چاند میلے کے آئینوں دن دکھائی
 دے گا۔ اس سال بھی میلہ لگتی تھا لیکن ان لوگوں میں بڑی
 بے دلی پائی جاتی تھی جو حقیقتاً میلے کے روح رواں ہوتے تھے۔
 گیت دفنا میں بہت سے تھیں ان میں زندگی نہ ہوتی، کالے
 جینز سے اٹھا کر اپنے دانے ناچتے مگر ایسا معلوم ہوتا جیسے
 کوئی کوڑے مارا کہ انہیں ناچنے پر مجبور کر رہا ہو۔ چل پھل میں
 بے ساختگی نہ ہوتی اور مزار پر رہنا یاں سجائے دانے بیج
 سے شام تک درد بھرے گیت نشاؤں میں بگھرتے رہتے۔
 اس سال تو میلے میں بڑی زندگی تھی، کیونکہ پچھلا چاند تھا
 کا ہو چکا تھا۔ لہذا توقع تھی کہ میلے کا اختتام تیسویں کے
 چاند پر ہوگا۔

حمید اپنا جگر اس سمت لیتا جلائی جہاں نشا کا لہو ڈ
 نظر آ رہا تھا۔ منتظم کو وہ کارڈ دیا جو اسے رواجی کے وقت
 نشا ط سے بلا تھا، اُسے نور ای ایک کہیں میں بیجا دیا گیا۔
 کہیں اتنا ہی بڑا تھا کہ اس میں ایک پلنگ ایک چھری سی میز
 اور دو درمیاں آکسیں لیکن اس کی سچوٹی بڑی شاندار تھی، یہ جھیل

پر چکی ہوئی ایک مسلط چٹان پر واقع تھی اور کچھ در تک پانی میں
 دیکھتے رہتے پراسا محسوس ہونے لگتا جیسے وہ کوئی بڑا ہونہ۔
 حمید کوٹ اتنا ہی سا تھا کہ نشا ط کے ایک ملازم نے
 اگر اطلاع دی کہ غلطی سے جو کہیں اُسے دے دیا گیا ہے حقیقتاً وہ
 کسی اور کے لیے مخصوص تھا۔ حمید کو بڑا غصہ آیا اور اُس نے
 اُسے چھڑانے سے صاف انکار دیا لیکن جب اس جتنی پڑھائی
 جس کے لیے یہ کہیں پہلے ہی سے مخصوص تھا تو ایک بے ساختہ
 مسکراہٹ اُس کی گھٹی ٹھوکر کیوں کی اوٹ میں آنکھیں کھلنے لگی
 کیونکہ یہ اتنی ہی تھی۔ غلیم کہیں کے باہر کھڑی غالباً اُس کے کھٹنے
 کی منتظر تھی۔

"جہنی یہ کیا صحبت ہے؟" وہ ہاتھ ہلا کر ملازم سے
 بولا۔ آخر تم مجھے یہاں کیوں نہیں رہنے دیتے؟ کیا میں اس
 چٹان سے جھیل میں چھلانا لگا لگا کر ڈکنی کر لوں؟"
 ویر بیٹنے لگا۔ پھر لولا، چٹان میں جناب! یہ پیر دانور
 صاحب جانی؟
 "جاؤ سپروا کرو بیچ دو"
 "جناب آپ بظاہر وہ بات بڑھ رہے ہیں۔ غلیم سامنے
 آکر بیولا۔

"اوہ! حمید چونک بڑا۔ پھر آہستہ سے بڑھایا۔ "آپ
 کی تعریف؟"
 "کیونکہ آپ ہی کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔" ملازم نے
 جواب دیا۔
 "اوہ۔ جہنی۔ تمہارا یہ سپروا ڈور آدمی ہے یا کسی جانور کی
 نقل جو عورت اور مرد میں تفریق نہیں کر سکتا۔"
 "آپ اسے غالی کریں گے یا نہیں؟" غلیم نے جھپٹا کر کہا۔
 "نہیں! حمید نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔
 "تم باہر جاؤ، غلیم نے غصے سے کہا۔
 وہ چپ چاپ باہر آ گیا اور غلیم اندر جھپٹ گیا۔
 "میں نے آپ کو نشا ط میں کبھی نہیں دیکھا پھر یہ کہیں
 آپ کو کیسے مل گیا؟" حمید نے اس سے سوال کیا۔
 "آپ براہ کرم باہر نکل جائیے؟"
 "تو کیا آپ یہاں تنہا رہیں گی؟"
 "نشہ آپ؟" غلیم نے ہاتھ دھو دیا لیکن ہاتھ کہیں کی
 دلہا پر پڑا اور حمید نے کہتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔ "ذرا نیکھ کر
 کہیں میری ٹھوکر کیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے میں ان کا یہیہ

کرا چکا ہوں؟
 ملازم کو کھلا کر اندر گھس آیا۔
 لیکن غلیم نے غصہ ٹھنک گئی اور دوسرے محلے کے لیے
 اٹھا جھا اٹھا اٹھا ہی رہ گیا ماس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور حمید
 سوچ رہا تھا کہ شاید اُس نے اُسے کہا یا نہیں ہے۔
 اچانک غلیم نے ملازم سے کہا: تم جاؤ۔ ہم لوگ ملے
 کر رہیں گے۔
 ویر شاید جانا نہیں چاہتا تھا۔ قدرتی بات تھی اُسے یقیناً
 کھوج پڑی رہتی کر ان دونوں نے اس مسئلے کو اس طرح حل کیا؟
 "کی تم نے نہیں سنا؟" غلیم غزائی۔
 ویر بولھا کہ باہر نکل گیا اور کچھ وہاں دکھائی نہیں۔
 غلیم جیسا کہ غلیم نے کہا کہ حمید کو کھوج رہی تھی۔
 "کیا میں تمہاری مٹیوں میں اٹھا کر لوں؟" اُس نے کچھ
 دیر بعد کہا۔
 "اس سے پہلے اپنے دوستوں کو لٹو تو بہتر ہے ورنہ
 بروکتا ہے کہ مٹیوں میں اٹھانے کے بعد کھلا بن جائیں؟"
 "مقبول باتیں نہ کرو۔ اچھا ہوا کہ تم بل گئے۔"
 "تم نے سہانہ ہی لیا آخر؟"
 "مٹیوں کے علاوہ اور کیا بات ہے کہ نہی پچاتی، ویسے
 آواز بدلتے ہیں تمہارا پنا جواب نہیں رکھتے۔"
 "شکر ہے لیکن تم پھر سے کیوں بنا جاتی ہو؟"
 "اوہ تو کیا نہیں کچھ سے دوبارہ ہٹنے کی خواہش نہیں تھی؟"
 "نہیں۔ اس معاملے میں بہت بدقسمت ہوئی، میں جس
 لڑکی سے بھی دوبارہ ہٹنے کی خواہش کرتا ہوں اس کی شادی ہو
 جاتی ہے۔" حمید نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ غلیم ہنس پڑی۔
 "اچھا۔ غلیم میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا ہم لوگوں
 کا کس قسم سے ملے لیا گیا ہے؟"
 "کیوں؟"
 "بس تو یہی۔ بیس اس کی تصدیق کرنا چاہتی ہوں؟"
 "کس سے سنا ہے؟"
 "تم آخر کسٹ کیوں کرنے لگتے ہو؟ میں ایک بات
 پوچھ رہی ہوں، غلیم ہر ہے کہ اس کا تعلق ہماری ذات سے ہے
 اس لیے ہم سارے معاملات کی کھوج میں رہتے ہی ہوں گے۔"
 حمید چند لمحوں سے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم نے
 ٹھیک سنا ہے بیٹو جاؤ؟"

نیلم ایک بڑی کھینچ کو بیٹھ گئی۔ حیدر کوٹھی سے جھپیل میں دیکھ رہا تھا اور اس اُفصوں میں مبتلا تھا کہ آخر یہ لڑکی کیا جاتی ہے؟ دفعہ سے اسے ایک بات یاد آئی اور اس نے تیر کی طرف نظر ڈال کر کہا۔

”اس رات تمہاری کہانی اور صدی رو رہی تھی۔ میں اس کے متعلق اکثر سوچتا ہوں۔“

”کہانی کی بات چھوڑو۔ تم دونوں اب بھی خطرے میں ہو۔ گروہ کا خیال ہے کہ ابھی تم ٹیم گروہ سے واپس نہیں جا سکتے۔“

”کمال ہے۔ کیا اس گروہ میں فرسے بھی شامل ہو گئے ہیں؟“

”نہیں۔ بابا بہت باخبر آدمی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ چونکہ فولادی پہلی بار ظاہر ہوا ہے۔ اس لیے کرنل فریدی ڈاکٹر ہرین کو یہیں تلاش کرے گا۔“

”اوہ۔ تو پھر؟“

”وہ کسی موقع پر تم دونوں کو دھوکے سے مار دیں گے۔“

”نیلم تم جانتی ہو کہ ہمیں ابھی تک نہیں مارے جا سکتے حالانکہ جیتنے بھی ملے ہو۔ مجھ دھوکے کی یہیں رکھ کر کیے گئے تھے؟“

”اب اور بھی ہوشیار رہنا۔“

”تم اس کی حکمت کو دیکھیں تم آخر کیا بول رہے؟“

”میں ایک زخمی ناگن ہوں جو مصروف زخمی کرنے والے کی تلاش میں ہے بلکہ اکثر انہیں بھی دس تیس بے جہول نے اس کا کچھ نہیں لگایا۔ میں مجبور ہوں کہپٹن اپنی اصلاح کرنا چاہتی ہوں لیکن نہیں کر سکتی۔“

”اگر تمہارا گروہ زخمی ہو گیا تو تمہارا حشر بھی ان لوگوں سے ختم نہیں ہوگا۔“

”وہ آگ تو بھڑکی ہو جائے گی جو ہوش نبھائے ہی میرے ریٹھے ریٹھے میں دیکھ اٹھی تھی۔“

”میں اسی آگ کے متعلق جانتا جانتا ہوں۔ آخر انہوں نے تمہاری ماں کو کیوں مار ڈالا تھا؟“

نیلم کچھ نہ بولی سمیٹا اس کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نیلم نے ایک طویل سانس لی اور پھر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”میری ماں۔۔۔ وہ نیچی۔۔۔ ٹوٹا۔۔۔ اوہ۔۔۔ میرا باپ بھی اسلگھا۔ برآمدی آزاد تھا۔ باہمی تعاون کے اصول پر وہ لوگ کام کرتے تھے اور دفعہ آپس میں تقسیم کریتے تھے۔ اتفاقاً ان میں سے ایک کامیر سے باپ سے جھگڑا ہو گیا اور اس نے انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس پر میری ماں نے شاید ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اس کی اطلاع پولیس کو دے گی کہ اس کا قاتل کیوں

ہوا ہے؟ اور وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ وہ ایک انڈیویٹی تھی۔ جب میرے باپ کے قاتل نے میری ماں کو بھی قتل کر دیا۔ وہ مجھے گروہ میں آٹھا کر مکان سے نکل گئی۔ اسی دوران میں بارش ہونے لگی اور میری ماں مکان سے نکل جھنگے میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن اس نے بیچھا نہیں چھوڑا۔ آخر ایک ویران جگہ پر اس نے اسے بھی کوئی مادی۔ بابا جیسے اس کے بڑے ارادے کے اطلاع ہو گئی تھی برابر اس کا تعلق کرتا رہا تھا گروہ میری ماں کو موت سے نہ بچا سکا۔ اس نے پہلے ہی اس آدمی کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ بارش ہو رہی تھی اور میں اپنی ماں کی لاش سے چپٹی ہوئی بیچ رہی تھی۔ یہ مجھے بابا ہی نے بتایا تھا ورنہ میں اتنی بھرتی تھی کہ مجھے تو کچھ یاد نہیں لیکن اب مجھے اس تھی ہی تھی پر ترس آتا ہے۔ تم خود سوچو۔ میرے خدا۔“

اس کی آواز بھاری لیکن اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے بجائے ایک دیشا زسی چمک تھی۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”بابا مجھے نہیں بتانا کہ وہ کون تھا؟ زندہ ہے یا مر گیا۔ اب گروہ سے متعلق ہے یا نہیں اور ہے؟ میں اس وقت تک اسی طرح سلگتی رہوں گی جب تک کہ اس تھی سی ہے میں بھی اور اس مظلوم عورت کا انتقام نہ لے لوں تب تک لاش رات بھر بارش میں پھینکتی رہتی تھی۔“

”اس سلسلے میں اگر کبھی شیخ پر حضرت کی ضرورت محسوس ہو تو مجھے نہ بھولنا۔“

”شکریہ یا نیلم نے کہا۔ میں شاید اکیلے ہی یہ مسئلہ حل کرنا زیادہ پسند کر دوں گی۔“

”سو نہ سے میرے متعلق کیا کچھ ہو رہی تھیں؟“

”ان لوگوں کو شبہ ہو گیا کہ میں تم لوگوں سے بل گئی ہوں۔“

”تمہارا طریق کاری شیخ میں مشابہت دینے والا تھا۔“

”ہوگا۔ اس نے بے پروائی سے شانوں کو جھینٹ دی۔“

”مجھے ایسی باتوں کی پروا نہیں ہوتی۔“

”اور وہ۔ فولادی کا کیا قہر تھا؟“

”کچھ بھی نہیں۔ میں نے تقریباً آدھے گھنٹے تک اس سے گفتگو کی تھی۔ وہ فیضان حیرت انگیز ہے اور اس کا فاقہ اگر کرائی پر آمادہ ہو جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسے شکست نہیں دے سکتی۔“

پھر اس نے وہ سب کچھ بھی بتایا جو اس سلسلے میں دیکھ چکی تھی۔ کس طرح وہ زین پر اُترتا تھا اور کس طرح وہ

روشنی میں نہانے لگی تھی اور فولادی کس طرح لوگوں کے حملے کو روک سکتا تھا۔

حمید حیرت سے سنتا رہا اور جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے کہا۔ ”میں ابھی تک اسے نہیں دیکھ سکتا۔“

”پھر تم لوگ ہرین کو کی تلاش کر سکو گے؟“

”میں بذاتی طور پر حیرت تم لوگوں کی سمجھت میں ہوں۔“

”مشکل ہے۔ آخر تم نے گروہ کو گرفتار بھی کر لیا تو کیا ہوگا؟“

”کیا تم اس آدمی کا بھی پیچھنچھو گے جو فرسے ہے۔ پہلے ہی تو تم نے کچھ آدمیوں کو گرفتار کیا تھا پھر کیا ہوگا؟ کیا وہ ضمانت پر رہا نہیں ہوئے؟ جن لوگوں نے ضمانت دی تھی اب انہیں ٹھونڈ لیکن وہاں کچھ بھی نہ ملے گا۔ بابا کا خیال ہے کہ فرسے تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

حمید اس پر کچھ بھی نہیں بولا۔ تھوڑی دیر بعد علیظم اٹھی ہوئی بولی کہ وہ اس سے کہیں نہیں خالی کرانے کی حلالانہ حمید اب کہیں چھوڑ دینے پر تیار تھا۔

فولادی عشرت روڈ کے چوراہے پر کھڑا تھا اور سڑک کے دونوں طرف میل سٹارنگا بٹھا تھا۔ لوگ اسے دیکھنے کے لیے بچوں کے بل اُچھل رہے تھے۔ یہ چوراہا تو بچے کے بعد خالی ہو جاتا تھا ایک کس وقت یہاں ٹریفک کا ڈراما نہیں ہوتا تھا۔ فولادی نے اس چوراہے پر پہنچنے ہی اعلان کیا تھا کہ وہ آزمائشی طور پر اس وقت کوٹھڑی کرنا چاہتا ہے۔ لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ وہ بالکل کسی آدمی ہی طرح ٹریفک کو روکنے اور گزرنے کے لیے اشارہ کر رہا تھا۔ اس کے سر سے نکلنے والی روشنی چاروں طرف ڈور ڈور تک پھیلی ہوئی تھی۔

ساتھ ہی وہ بھی یہ کہتا جا رہا تھا۔ ”بڑے شرم کی بات ہے کہ آپ لوگ زخمی کا خیال نہیں رکھتے۔ ذرا ذرا سی باتیں ہی مسافر سے کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ خدا کے لیے چندہ میل سے زیادہ زخمی نہ رکھیے۔ قانون کی پابندی ہر شہری کا فرض ہے۔“

”نیلم گروہ کے حکمران غرسانی کے پرنسٹنڈنٹ ماسٹرنے فریدی سے کہا۔

”آپ دیکھ رہے ہیں تو کہتا ہوں ہرین کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اچھا ہی کر رہا ہے۔“

”آپ ایک قانون کے محافظ کی حیثیت سے ایسا نہیں کہہ سکتے۔ فریدی سے جواب دیا۔

”اوہ۔ وہ دوسری صورت ہے مگر یہ تو بتائیے کہ ہم کب تک بے گئی سے اسے دیکھتے رہیں گے۔“

”جب تک کہ اس سے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں برآمد ہوئی۔ حالانکہ یہ جیسے خود ایک غیر قانونی حرکت ہے لیکن انکم میں اسے سمجھنے کا موقع تو ملنا ہی چاہئے۔ آج میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”پھر کیا میں اسے اور دھوکوں؟“

”نہیں خیر مزاحیہ چھوڑا اٹھی ہو جائے گی۔ فریدی نے کہا۔ ”میں خود ہی جا رہا ہوں۔“

وہ سڑک پار کر کے فولادی کے قریب پہنچ گیا۔ لوگ شور مچانے لگے کہونکہ آج تک کسی نے بھی اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کی تھی۔

”فریادیے جناب۔ فولادی نے فریدی کے قریب پہنچنے پر کہا۔

”میں ایک پولیس آفیسر ہوں۔ فریدی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

”میرے لائق کوئی خدمت؟“

”ہاں تم دو سروں کو قانون کا احترام کرنا سکھاتے ہو لہذا میں قانون ہی کے نام پر تم سے کہتا ہوں کہ چھپ چاپ اس پولیس کا میں بیٹھ جاؤ۔“

”کیوں جناب؟“

”ہم نہیں پولیس انسٹیشن لے جا کر تم سے گفتگو کریں گے۔ اگر تم یہیں مطمئن کر کے تو نہیں چھوڑ دیا جائے گا ورنہ وہی ہوگا جو مشتبہ آدمیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔“

”میں آدمی تو نہیں ہوں جناب۔“

”ہم دراصل یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمہیں کس فائدے میں رکھا جائے؟“

”میرے کو نہیں کہتے کہ پولیس انسٹیشن یا کچھ ماہرین مجھے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔“

”تم میں رکھی کیا ہے کہ سمجھنے کی کوشش کی جائے گی؟“

فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

فولادی ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”ابھی تک مجھے صرف دو ہی آدمی ملے ہیں جو مجھ سے مخالفت نہیں کرتے۔ ایک تو لو کی تھی اور دوسرے آپ ہیں جناب۔ میں آپ کی طرف درستگی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔“

”تم میرے ساتھ چلنے سے انکار کر رہے ہو۔“
 ”میں جناب۔ میں تیار ہوں لیکن خطرے سے آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دوں۔ پہلا مات کسی کو بھی اجازت نہ ہوگی کہ وہ میرے قریب آ کر مگنٹن کو کھینچنے کی کوشش کرے۔ اگر کسی نے بھی مجھے توڑنے پھوڑنے کی دہائی کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمے داری سراسر آپ پر ہوگی۔ اگر آپ کو یہ منظور ہو تو مزور سے چلیے مجھے۔“

”میں اس کی ذمے داری لیتا ہوں کہ اس قسم کی کوئی بات نہ ہونے پائے گی۔“
 ”چلیے۔ میں تیار ہوں۔ لیکن اگر آپ اس کا ریل لے جانے کے بجائے کسی نکلے جو بے ٹرک کا انتظام کرتے تو بہتر تھا۔ آپ میرا نقد تو دیکھی رہے ہیں۔“
 ”ٹرک کا انتظام بھی ہوا ہے گا۔ تم ابھی نہیں چھوڑو۔“
 فریدی نے کہا اور ٹرک پارک کے پھر واصلت کے پاس گیا۔ دریا تین منٹ بعد انہیں ایک ٹرک مل گیا۔ فولادی نکلے جوئے جیسے پر جا چڑھا۔ واصلت ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا لیکن فریدی فولادی ہی کے قریب رہا۔ راہ میں اس نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ فولادی سے بھی آواز نہیں آئی۔ اس کے سر سے نکلنے والی روشنی البتہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی اور ڈور ڈور تک پھیل رہی تھی۔ لوگ سڑکوں کے کنارے کھڑے چلے پھاڑ پھاڑ بچاؤ کر چھڑ رہے تھے۔ انہیں شاید فولادی سے زیادہ فریدی پر بھرت تھی جو فولادی کے قریب ہی ٹرک کے کنارے سے لگا ہوا تھا کیونکہ عوام کے لیے گوشت و پوست کا پہلا آدمی تھا جو فولادی سے اتنا قریب دیکھا جا رہا تھا۔ کو تو آئی چیخ کر فریدی ٹرک سے کود گیا اور اسی کے حکم سے کو تو آئی کا پتلا بند کر دیا گیا۔

”تم میرے ساتھ چلنے سے انکار کر رہے ہو۔“
 ”میں جناب۔ میں تیار ہوں لیکن خطرے سے آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دوں۔ پہلا مات کسی کو بھی اجازت نہ ہوگی کہ وہ میرے قریب آ کر مگنٹن کو کھینچنے کی کوشش کرے۔ اگر کسی نے بھی مجھے توڑنے پھوڑنے کی دہائی کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمے داری سراسر آپ پر ہوگی۔ اگر آپ کو یہ منظور ہو تو مزور سے چلیے مجھے۔“

”میں اس کی ذمے داری لیتا ہوں کہ اس قسم کی کوئی بات نہ ہونے پائے گی۔“
 ”چلیے۔ میں تیار ہوں۔ لیکن اگر آپ اس کا ریل لے جانے کے بجائے کسی نکلے جو بے ٹرک کا انتظام کرتے تو بہتر تھا۔ آپ میرا نقد تو دیکھی رہے ہیں۔“
 ”ٹرک کا انتظام بھی ہوا ہے گا۔ تم ابھی نہیں چھوڑو۔“
 فریدی نے کہا اور ٹرک پارک کے پھر واصلت کے پاس گیا۔ دریا تین منٹ بعد انہیں ایک ٹرک مل گیا۔ فولادی نکلے جوئے جیسے پر جا چڑھا۔ واصلت ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا لیکن فریدی فولادی ہی کے قریب رہا۔ راہ میں اس نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ فولادی سے بھی آواز نہیں آئی۔ اس کے سر سے نکلنے والی روشنی البتہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی اور ڈور ڈور تک پھیل رہی تھی۔ لوگ سڑکوں کے کنارے کھڑے چلے پھاڑ پھاڑ بچاؤ کر چھڑ رہے تھے۔ انہیں شاید فولادی سے زیادہ فریدی پر بھرت تھی جو فولادی کے قریب ہی ٹرک کے کنارے سے لگا ہوا تھا کیونکہ عوام کے لیے گوشت و پوست کا پہلا آدمی تھا جو فولادی سے اتنا قریب دیکھا جا رہا تھا۔ کو تو آئی چیخ کر فریدی ٹرک سے کود گیا اور اسی کے حکم سے کو تو آئی کا پتلا بند کر دیا گیا۔

طریقہ اختیار کیا جائے؟ اس کے لیے میں اپنی ذمہ داری پیش کرتا ہوں۔ کسی دن وہ پہلا ریزہ ہر جا میں لگے گا۔ ٹھیک اسی وقت فولادی سر سے پیر تک نکلے ہو گیا اور ساتھ ہی کسی کی چیخ بلند ہوئی۔ ڈور کھڑے ہونے کا سبب میں جھگڑا کر چکی۔ فولادی نے فریاد کر کہا۔
 ”دیکھا تم نے۔ کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا تھا لیکن وہ پتھر اتنی ہی قوت سے واپس ہو گیا۔ جتنی قوت سے پھینکا گیا تھا لیکن میں نے غلط نہ دیکھا تھا کہ تم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔“

”تم مجھے ایماندار آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ فولادی سے آواز آئی اور وہ بچنے آ رہا۔
 فریدی نے وہیں کو تو آئی کے صحن میں ایک بڑی میز ڈال دی۔ کچھ کرسیاں رکھ دی گئیں اور فریدی چند بڑے آئینوں کے ساتھ بیٹھی۔ فولادی چرموں کی طرح سامنے کھڑا رہا۔
 ”ڈاکٹر میں تم سے مخاطب ہوں؟ فریدی نے چوڑا کر بیٹھے میں کہا۔ میں ماننا ہوں کہ تم کوئی بڑا ارادہ نہیں رکھتے لیکن اگر تم باقی مردہ طور پر ہماری حکومت سے تعاون کو تو کیا حرج ہے؟“

”تعاون نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ایشیا کے سارے ممالک کسی نہ کسی بڑی طاقت کے دست میں ہیں۔ اس سے مالی اصلاح لیتے ہیں اس لیے میں اعتماد نہیں کر سکتا۔“
 ”تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟ فریدی نے کہا۔
 ”ہاں قطعی لیکن تم ہر حال میں مجھے اپنا دوست پاؤ گے۔“
 ”تم ہمارے دوست کس طرح ہو گئے جب ہم پر اعتماد نہیں کر سکتے۔“
 ”تم پر اعتماد ہے لیکن ان سکولوں پر اعتماد نہیں ہے جو تمہیں بطور مالی اصلاح بڑی طاقتوں سے ملتے ہیں۔“
 ”بہر حال میں تمہیں مارنگ دیتا ہوں کہ اگر تم نے چند دن کے اندر اندر خود کو ظاہر نہ کر دیا تو بہت بڑی طرح لاسے جاؤ گے۔“
 فولادی سے تھپتھپے کی آواز آئی اور کہا گیا۔ ”بھئی بات ہے۔ مجھے اس وارنگ پر غصہ نہیں آیا۔ لیکن تمہاری مصلحتی کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ یہاں میگزین وہ میں ایک نئی سڑک بنانے کا پلان مرتب کیا گیا ہے مگر جس علاقے سے سڑک نکالی جائے گی وہاں کے پہاڑ سخت ہیں۔ اچھی ناک یہ نہیں سوچا جا سکا کہ انہیں توڑنے کے لیے کون سا

راتوں کو نیند نہ آئے گی اور اس کی خوراک بھی کم ہو جائے گی کیونکہ شوق کے متعلق اس نے یہی عرض رکھا تھا اور دو چار عاشق بھی اس کی نظروں سے گزر رہے تھے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ شام کا کھانا اس کی مزید کھلی ہوئی جھجک سے تنگ آ گیا ہو۔ لوگ رنگ رلیاں منار سے تھکے تھکے قائم کسی بے آب و گیاہ پہاڑ کی طرح آداس کھڑا تھا۔ قریب ہی لگے جوئے جیوے کی چیخ جوں اُسے بہت گراں گذر رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چھوڑے پیر سے جوئے لگوں کی ٹانگیں چھڑے اور کچھ کر چیل میں پھینک دے۔ پھر اس نے سوچا کیوں نہ یہی بڑا ڈر بھی سوچوں وہاں سے کے ساتھ کرے۔ اس کے قدم اٹھ گئے۔ وہ عیند کے کین کی طوت جا رہا تھا۔ حمید کین کے دروازے پر کھڑا نظر آیا کیونکہ تنہا تھا۔ اس نے قائم کو آتے دیکھ لیا۔ وہ پہلے ہی عسوں کر چکا تھا کہ قائم اُسے فضیلی نظر سے کھورتا رہتا ہے۔
 ”ساما کیم بھائی صاحب! حمید نے بڑے جوش و خروش سے اُسے سلام کیا۔“

”وہاں قائم نے غصیلی آواز میں جواب دیا اور اُس کے قریب پہنچ کر کڑک گیا۔“
 ”موسم بڑا صین ہے! حمید نے کہا۔“
 ”جو ہوا سالانہ قائم غرتا۔“
 ”کچھ غصا ہو رہے بھائی۔“
 ”کچھ غصا ہو رہا ہے۔۔۔ بھائی! قائم نے ہاتھ پٹا کر چلے جھنے انداز میں اس کا مجھ ڈھرایا۔“
 ”مزدور غصا ہو آؤ چلو ہل آؤ بیٹے۔“
 ”مت۔۔۔ تم جھرتے ہو۔۔۔ دغا باز ہو۔“
 ”کیوں؟“
 ”تم نے کہا تھا۔ قائم کی آواز درد ناک ہو گئی اور کسی باہیا صورت کی طرح سر جھکا کر اپنی انگلیاں مروڑتا ہوا بولا۔ تم نے کہا تھا کہ وہ۔۔۔ لم۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔ مجھے پسند کرتی ہے۔“
 ”کون۔ آپ کس کی بات کر رہے ہیں جناب؟“
 ”وہی پتھون والی۔“
 ”اوہ۔ وہ! حمید خوش ہو کر بولہ۔ ”جی ہاں۔ جی ہاں۔۔۔“
 ”وہ بھی یہی کہتی ہے۔“
 ”تم جھوٹے ہو۔“
 ”کیوں۔ میں جھوٹا کیوں ہوں؟“

"تم اسے ساتھ لیے پھرتے ہو؟"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"ارے واہ! قاسم ہاتھ پکڑ کر لولا، کچھ ہوتا ہی نہیں!"

"ہاں! کیا ہوتا ہے؟ میں تو اسے شر سے دیا کرتا ہوں۔"

"کیسے مشورے؟"

"بھئی بات دراصل یہ ہے کہ تم بالکل ہلکا ہونا ہو اس

لیے وہ تم سے ڈرنے لگی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اس طرح اس سے

اظہار محبت کروں؟ اگر وہ تھا ہوگی تو۔۔۔؟"

"ارے۔۔۔ واہ۔۔۔ الا تم۔۔۔ وہ کر کے بھی دیکھیں تو

اظہار محبت۔۔۔ میں بالکل کھٹا نہیں ہوں گا!"

"اچھی بات ہے۔ اب میں تمہارا پیغام اس تک پہنچا

دوں گا مگر یار خود ہی کیوں نہیں کرتے اظہار محبت۔ وہ خود ہی

سے سڑ جائے گی!"

"تم خود سڑ جاؤ!"

"اے بڑے بھائی یہ محاورہ ہے خوشی سے مرحانا۔

مطلب یہ شادی مرگ!"

"شادی بھی کرنے کی! قاسم خوش ہو کر لولا۔

"تمہیں شادی تو شاید نہ کرے کیونکہ شادی وہ کسی ایسے

آدمی سے کرنا چاہتی ہے جس کی پہلی بیوی ابھی زندہ ہو!"

"الہ قسم۔ میری پہلی بیوی ابھی بالکل زندہ ہے! قاسم

لہک کر لولا۔

"تب تو تمہاری چاندی ہی چاندی ہے۔ وہ تیار ہو

جیلے گی!"

"پھر میں کیسے اظہار محبت کروں؟"

"آؤ۔ اندر بیٹھو۔ اطمینان سے گھٹک ہوگی۔ میں تمہارے

لیے سب کچھ کرکتا ہوں تم خواہ میری طرف سے بدگمان ہو گے تو"

"چلو۔ چلو۔ قاسم اس انداز میں بولا جیسے کچھ دیر پہلے

اُسے اس پر فضا ہی نہ آیا ہو۔

وہ دونوں کہیں میں آ بیٹھے۔

"تم خود ہی اُس سے دُور دور رہتے ہو۔ اسی لیے وہ تم

سے بولنے پڑے ڈرتی ہے! حمید نے کہا۔ "ابھی آج ہی کہہ

رہی تھی کہ میں تم سے جاؤں!"

"ارے۔۔۔ واہ۔۔۔ میں اس کے وطن!"

"بس پھر تم اظہار محبت کرنا اور وہ حقیقتاً مر جائے

"میں اظہار محبت کیسے کروں؟ مجھے کرنا نہیں آتا۔

قاسم گڑ گڑایا۔

"ہائیں! تمہارے والدین نے تمہیں اظہار محبت کرنا

بھی نہیں سکھایا!"

"یہی تو مصیبت ہے پیارے بھائی! میں بالکل بھڑا

مستحق ہی والدین مر گئے تھے! قاسم نے غلات تو رفع بڑی

صفائی سے جھوٹ بولا۔ اور حمید سچرہ رہ گیا۔ کیونکہ قاسم نہیں جانتا

تھا کہ جھوٹ کیسے بولا جاتا ہے۔

"خیر خیر۔۔۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اظہار محبت کے

لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ تمہانی ہو۔ چاندنی رات

اور دریا کا کنارہ ہو کر کھانا! یہاں یہ دونوں آسانی سے

ہو سکیں گی۔ شلاً چاندنی رات ہے اور یہاں سائے جمیل ہے۔

اسے جمیل کے کنارے لے جا کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے

رہنا۔ پھر کوئی زبان سے کہہ کر دینا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے!"

"ارے باپ رے! قاسم ہانپنے لگا۔ پھر لولا۔

وہ کیا کہے گی کہ میں بھی آپ کے لیے دن رات ٹافیاں کھاتی

رہتی ہوں!"

"میں نہیں سمجھا۔ ٹافیاں!"

"مطلب یہ کہ میں بھی دن رات آپ کے لیے تروتی

رہتی ہوں!"

"الا تم!"

"ہاں بھئی! یعنی کہ۔۔۔"

"ابھی اور اسی وقت! حمید نے کہا۔ اس سے بہتر

موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ ہو سکتا ہے کل آسمان بادلوں سے

ڈھکا رہے۔ لہذا اس حسین چاندنی سے فائدہ اٹھاؤ!"

"پتا نہیں کہاں۔۔۔ وہ کہاں ہو؟" قاسم نے کہا اور

اپنے خشک ہونٹوں سے جوڑے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"وہ اس وقت اپنے لیٹن میں ہے!"

"مگر وہ آنے ہی کیوں لگی!"

"ہاں اس طرح تو نہیں آئے گی۔ تم اس سے یہ کہنا

کہ بڑی سوچوں والے نے بلا ہا ہے بس وہ کچھ جیلے گی!"

"کیا سمجھ جیلے گی؟"

"یہی کہ میں نے اس کی سفارش کر دی ہے اور تم اظہار

محبت کے لیے اسے جمیل کے کنارے لے جانا چاہتے ہو۔ تم

اس سے یہ کہنا کہ بڑی سوچوں والا چاندنی رات میں جمیل کے

کنارے انتظار کر رہا ہے!"

"اب دل دھڑکتا ہے۔ پیار سے بھائی! تم کامیاب

پرا تھو پتہ پتہ ہوا بولا۔

"خیر خیر۔۔۔ جاؤ۔ میں اس قسم کے مشورے ہر ایک

کو نہیں دیتا۔ تم سے کیوں اتنی محبت ہو گئی ہے؟"

"اچھا! قاسم نے دانت نکال دیے۔

"بس اب جاؤ!"

قاسم باہر نکل کر ٹیل کے کہیں کی طرف چل پڑا۔

نیلم نے جمیل کے کنارے پہنچ کر جا رولن دیکھتے

پڑنے کہا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ ابھی تو نہیں تھا! قاسم ہلکایا۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ نئے سے گھوڑی ہے اسے

فوراً یاد آیا کہ عادت کے مطابق اسے ادھر ادھر کی باتیں

شروع کر دینی چاہئیں۔

"وہ دیکھیے۔۔۔ مطلب یہ کہ ادھر کی بات ہے

۔۔۔ یہ جمیل ہے نا۔۔۔ یہ چاند ہے نا۔۔۔ اور ادھر کی بات

۔۔۔ یا۔۔۔ خدا۔۔۔ خدا جانے۔۔۔ ادھر کی بات یعنی ادھر

ادھر کی باتیں!"

"میں آپ نشے میں ہیں؟" نیلم نے پُرسوں کی طرح پوچھا۔

"قسم لے لیجئے جو آج تک شراب چمکتی بھی ہو!"

"پھر انہوں نے چاند سے شوق کرتے ہلکے گئے!"

"ارے تو یہ تو یہ! قاسم نور نور سے اچھے کالوں پر

تھپتھپانے لگا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟" نیلم نے غصیلی

آواز میں کہا۔

"ارے بھائی صاحب! قاسم نے بول کھلا کر شاید

حمید کو آواز دی اور پھر دونوں ہاتھوں سے شرمندہ کوکے

بھلائے لگا۔

"دیکھیے۔۔۔ ادھر۔۔۔ ادھر کی باتیں تو کر لیا۔ اب

دیکھیے۔۔۔ چاندنی کے کنارے۔۔۔ جمیل ہر گئی ہے!"

"آپ آدمی ہیں یا بونتی!"

"جی ہاں آدمی۔۔۔ نہیں بونتی۔۔۔ مگر۔۔۔ بونتی

کسے کہتے ہیں؟"

"فرسودہ!"

"بہت بہتر۔ اب سوچا کروں گا! قاسم نے پکڑ

سوچتے ہوئے کہا۔ اُسے دراصل حمید دوسری ہدایت

یاد آئی تھی یعنی دبی زبان سے اظہار محبت کرنا۔

دبی زبان سے کیسے؟ اُس نے سوچا، لیکن پھر دوسرے

ہی لمحے میں داخل نئے زبان دبا کر لولا۔ "بس آپ سے

منع ہے!"

"کیا! میں نہیں سمجھی!"

"آپ تمہیں یا نہ سمجھیں۔ میں نے تو چنانچہ فرض ادا

کر دیا! قاسم نے زبان کو داخل کے دباؤ سے آزاد

کر کے کہا۔

"کیا کہا تھا ابھی آپ نے؟"

"مجھ کچھ کہا تھا دبی زبان سے کہا تھا۔۔۔ جی ہاں۔

۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ اور آپ بالکل ٹھکر نہ کیجیے۔ میری ایک

بیوی ابھی زندہ ہے!"

نیلم دو چار قدم پیچھے ہٹا اور ایک بڑا سا چھرا اٹھا

کر لولا۔ "تاؤ مجھے یہاں کیوں لائے تھے؟ درنہ مر کے میں

ٹھوٹے کر دوں گی!"

"ارے باپ سہ رے! قاسم بول کھلا کر پیچھے ہٹا اور

پھر بڑی زور ناک آواز میں کرا لایا۔ اُسے۔۔۔ پیارے بھائی!"

"بتاؤ جلدی! نیلم سڑائی۔

"بیب۔۔۔ بتانا بھوں۔۔۔ اظہار محبت۔۔۔ جی ہاں!"

"اوہ! نیلم ہونٹ سکڑ کر لولا۔ اچھا۔ زمین پر

ادھر سے بیٹ جاؤ۔ میں بھی اظہار محبت کروں گی!"

قاسم کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں۔

پتا نہیں یہ خوشی کا اظہار تھا یا حیرت کا لیکن اُس نے غم کی

تعریف میں دیر نہیں لگائی۔ جیسے ہی وہ نیلم نیلم اچھل کر اس

پر پڑی ہو گئی۔

"ارے۔۔۔ ہائیں! قاسم کرا لایا۔

"پڑے رہو پچھ چاپ۔ تم کیسے اُٹو کے پتھے

عاشق ہو!"

پھر وہ باقاعدہ طور پر اُس پر کودنے اچھلنے لگی۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ اُترو۔۔۔ ہائیں۔۔۔"

"میں اسی طرح محبت کرتی ہوں پچھ چاپ پچھ پڑے

دھنڈ! ایک طرف سے آواز آئی۔ "یہ کون ہے؟"

کیا ہو رہا ہے؟"

اور پھر ایک آدمی دوڑتا ہوا ان کے قریب آیا۔

مذہبی لوگ۔ یہ دیکھو۔ یہ ہورہا ہے۔ یہ نیلیم اسی طرح اوجھلی کودتی ہوئی ہوئی۔ یہیں انہما رحمت کر رہی ہوگی۔

”ہٹو۔ اترو۔ عید نے اس کا ہاتھ پکڑا رکھنے پر تھے کہا۔ نیلیم اس پر سے اتر آئی اور قائم حلدی سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک باہر پھیر دھیر ہو گیا۔

”اس کا دماغ چل گیا ہے۔ نیلیم عزائی۔ تمہاری وہ صورت اتنی ہی مزادی ہے ورنہ تیرا مارا کرتا تیرا نکال تھی۔

”ارے جاؤ۔ جاؤ۔ بڑی۔۔۔ آئیں۔ آئیں نکالنے والی۔ قائم ہاتھ اٹھائی آواز میں بولا۔ ”تم نے ابھی مجھے اٹو کا چٹا کہا تھا۔ تم خود اٹو کو کی تھی۔

”ارے ہاں ہاں۔ عید ہوں پڑا۔

”تم حسیب رہو ورنہ تمہاری مڑ چھین اٹھ لوں گا۔

”تم کیا اٹھو گے؟“ نیلیم نے کہا۔ ”ذرا اٹھ لو۔ اتنے ہاتھ پڑیں گے کہ وہاں کے لیے راستہ نہ نکھان دے گا۔ عید نے سوچا کہ اب اس کی شامت آ جا جائے لیکن قائم حسیب مٹانے کے لیے اس پر فوٹ پڑے گا لہذا وہ اچھل کر دوڑ پھٹ گیا۔

”اب بھاگتے کہوں جو بٹھا، قائم ہاتھ پکڑ کر بولا۔

”میں تمہاری پیشانی بنا ڈالوں گا تم نے مجھے دھوکا دیا۔“ ٹھیک اسی وقت مٹانے میں ایک گڑھدار آواز گونجی۔ ”بہت جاؤ۔ حسیب سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر بہت جاؤ۔ طوفان آ رہا ہے۔ حسیب کے قریب والے کیمین خالی کر دو۔ طوفان ادھر ہی سے گزرے گا۔

وہ بوکھا کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ آواز بھرا آئی۔ ”فرولادی“ نیلیم پر پڑا۔ یہ آواز فرولادی ہی کی ہے جھاگڑے نیلیم مدلائے لگی۔ اس کے پیچھے حیدر حیدر مدلائے قائم کے لیے البتہ ڈکھا رہا تھا۔ وہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ پھر بھی وہ گرتا پڑتا تھا۔ کچھ دوڑ چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ لوگ کیمینوں سے نکل نکل کر بھاگ رہے ہیں۔ شور کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ قائم بھی جھانکے والوں کی بھڑکی سی حالت۔ اچانک ایک تیز قسم کی روشنی جو چاندنی پر جاوی ہو گئی تھی چاروں طرف پھیل گئی۔ ایک اونچی چٹان پر فرولادی کھڑا تھا۔ ”ٹھیک ہے تم طوفان کی زد سے نکل آئے لیکن اگھیل کے قریب والے کیمینوں میں کچھ لوگ

رہ گئے ہیں تو انہیں اپنی ننگیوں سے ہاتھ دھو لینا چاہیے۔ پانچ منٹ بعد طوفان ان کے پرچھے اتر آدے گا۔ ادھر آ جاؤ۔ کیمین چھوڑ دو۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ میں بالکل صحیح اطلاع دے رہا ہوں۔

قائم پھلکس ہچکا رہا تھا۔ اس کے لیے بھی یہ پہلا ہی اتفاق تھا۔ ویسے اس نے فرولادی کے متعلق ضرور سنا تھا۔ اچانک اس نے دو آدمیوں کو اس چٹان کی طرف بڑھتے دیکھا۔ یہ نیلیم اور حیدر تھے۔ لوگ شور مچانے لگے۔

”ادھر کون آ رہا ہے؟“ فرولادی سے آواز آئی۔ دیکھو تم لوگ کچھ پرچھو۔ یہ موت چیکنا۔ تم دونوں ادھر کیوں آ رہے ہو؟ ادھر۔ تم ہولائی۔۔۔ آؤ۔ آؤ۔ دوسرا کون ہے؟“

ان دونوں نے جواب میں کچھ بھی کہا وہ کوئی نہ سن سکا کیونکہ مجمع ان سے کافی دور تھا البتہ فرولادی کی آواز میلوں تک پھیل جاتی معلوم ہو رہی تھی۔

قائم کی کچھ بھڑکی گھوم گئی۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ فرولادی کو کشتی کے لیے لٹکا دے تو اس سے نیلیم پر کافی واجب پڑے گا۔ وہ بھی اسی طرف بڑھا اور لوگ؟ سے ٹھوڑے لگے۔

”اب کون آ رہا ہے؟“ فرولادی سے آواز آئی حیدر اور نیلیم اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔

”میں آ رہا ہوں۔ قائم دباؤ تھا۔ تم نے کشتی لڑوں گا؟“ فرولادی کے قبضے کی آواز دوڑ تک پہنچ چکی تھی۔ قائم بھی آگے بڑھتا رہا۔ اس کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوا تھا کہ اس نے جو کچھ بھی کہا ہے گڑھدار سے گا۔

”ابے کیوں شامت آئی ہے؟ قائم نے حیدر کی آواز سنی۔

”اس کے بعد تم سے بچوں گا۔“ قائم نے جواب دیا۔

”آئے دو۔ آئے دو۔ نیلیم نے کہا۔

”آ رہا ہوں۔“

”دایاں جاؤ دوست۔ فرولادی سے آواز آئی۔ میں تمہارا ذہن ڈول دیکھ رہا ہوں لیکن تم فرولادی سے کیا روکو گے۔ اگر اپنے ہاتھ پیر توڑ دیتے تو مجھے بھی افسوس ہوگا۔“

پھر قائم کی کوئی آواز نہ سن سکا کیونکہ فرولادی دوبارہ گرینے لگا تھا۔ ”سنبھلو طوفان آ رہا ہے۔ لیٹ جاؤ۔ تم سب زمین پر لیٹ جاؤ ورنہ تمہارے قبم ڈگمگائیں گے تم کھڑے نہ رہ سکو گے۔

اور پھر قیامت شروع ہو گئی۔ گڑھی کے کیمین اڑنے لگے۔

بڑی خوفناک آوازیں تھیں۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے فلکات کی اسٹری کمانوں کی بلائیں اپنی کمان کا ہوں سے نکل پڑی ہوں۔ لوگ اسی طرح چیخ کر بے ہوش ہو گئے۔ وہ بے دردی سے ذبح کیے جا رہے ہیں۔ جتنا نہیں وہ بارش کی تیز تیز جھاری تھیں پھیلنے کا یا تو طوفان کے زور میں اڑ رہا تھا جھیل کے کنارے والے کیمین چشم زدن میں اڑ گئے۔

”گھبراؤ نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ فرولادی چیخ رہا تھا۔ اگر ان کیمینوں سے سب نکل آتے تھے تو بانی نقصان کا احتمال نہیں ہے۔ تقریباً دس منٹ تک ہنگامہ برپا رہا پھر سکون ہو گیا۔ فرولادی بڑی تیزی سے نقصان میں بند ہوتا جا رہا تھا۔

بے خبری کے عالم میں اگر چنانچہ کسی قسم کی غیر متوقع آواز سنائی دے تو لوگ چونک ہی پڑتے ہیں۔ پھر وہ تو ایک کان چھار دینے والا دعما کا تھکا جھلنے کتنے ہی کمزور دل کے لوگ بیہوش ہو کر سرکوں پر گر گئے جنہیں ڈرا بھی ہوش تھا انہیں ایسا محسوس رہا تھا جیسے ان کی ٹانگیں بلیے جسم سے الگ ہو گئی ہوں۔ وہ پیر اٹھنا نہ چاہتے ہیں لیکن کامیابی نہ ہوتی۔ پھر اس کے بعد ہی ایک دوسری مصیبت نازل ہوئی۔ نہ جانے کہاں سے تھے نکلے نکلے گزریاں کے بادل نیچے گڑھدار پر ٹوٹ پڑے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مکالموں کی جھٹپوں پر پڑے ہوئے تین تین بج رہے تھے۔ لوگوں کے چہروں پر وہ عکس تھے اس طرح لگتے جیسے شرمیلیاں سی آچھی ہوں۔ ذرا ہی کی دیر میں سڑکیں ویران ہو گئیں لیکن پھر بندہ منٹ کے اندر ہی اندر بلیوں کی حرکت میں آ گئی۔ سڑکوں پر عکسوں کے کاروں کے پستوں کے نیچے ایسے معلوم ہوتے جیسے وہ کاروں کی گیسٹاں میں تیل پل رہی ہوں۔ زمین کی سطح پر ان کی تھک اڑنے دو اچھ ضرور ہوتی رہی ہوگی اور یہ عکسوں کے رانی سے بڑے نہیں تھے۔ طوفان کی اطلاع بیسے سے پولیس کے وارٹیس پر پہنچے ہی بھی جا چکی تھی لیکن طوفان کا رخ کسی کی طرف نہیں تھا۔ پھر یہ اتنے سڑکوں کے کہاں سے اور کیسے آئے؟ اگر وہ طوفان ہی کے ساتھ آئے تھے تو ہوا کا زور کیوں نہیں محسوس کیا جا سکا؟ طوفان ہی آیا ہو تو سڑکوں کی تہیں کیسے چم جائیں؟ بڑا کا زور انہیں بھی اڑانے لیے چلا جانا اور پھر وہ دھماکا کیسا تھا اور کہاں بڑھا تھا؟ ٹھیک دس منٹ کے لوگوں کی حیرت رعب ہو گئی کیونکہ ایک بار پھر ڈاکٹر ہرمن ملکی بڑا ڈاکٹر ہرمن ملکی میں غلط انداز ہو رہا تھا۔ سارے ملک کے ریڈیو ایس کی آواز سنیو کرنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا

”میں ڈاکٹر ہرمن آپ سے مخاطب ہوں۔ نیچے گڑھدار کے شمال میں جو سہارا سڑک نکالنے کی ایک کیمین خارج ہو رہا تھا۔ اب اس کا نام دشمنان بھی باقی نہیں۔ نیچے گڑھدار کے باشندوں نے کچھ دیر پہلے جو دھماکا سنا تھا۔ اس نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلہ کی کوئی یا کوئی یا کوئی نقصان نہ ہوا ہوگا۔ البتہ نیچے گڑھدار کے حکام کو ضروری ہی عورت ریزی ضرور کرنی پڑے گی۔ شاید شہر کی صفائی میں تین دن لگ جائیں۔ ہزاروں فن سٹریزوں کا سینٹا آسان کام نہیں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اس صفائی پر جتنے بھی مصارت ہوں گے۔ ان سے کیمین زیادہ قیمت ان سٹریزوں کی ہوگی۔ سٹریز سے عمارتوں کے پلاسٹر کے لیے بہترین ثابت ہوں گے۔ وہ یا تو ریت کے پلاسٹر کے کیمین زیادہ محسوس پلاسٹر ان سٹریزوں سے تیار کیا جا سکتا ہے۔ اب بھی اگر آپ ہرمن کو اپنا قائم نہ سمجھیں تو سراسر زیادتی ہوگی آپ نہیں جانتے کہ اس پیمانہ کو توڑنے کے لیے مجھے کیا کیا کرنا پڑا ہے۔ ایک ذریعہ طوفان جو شمال مغرب سے جنوب مشرق کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا رخ موڑ کر ادھر لانا پڑا۔ اور پھر اسی طوفان نے اس پیمانہ کے پرچھے اتر آدے۔ طعنے۔ ابھی کچھ دیر بعد آپ کا ٹھکانہ سو میاں اس حیرت انگیز واقعہ کا اعلان کرے گا۔ اسی وقت آپ میری بات پر یقین کر سکیں گے۔ ورنہ ہر حکم ہے کہ آپ پلوں کے ذہن کی کوئی کمانی نہیں۔

میں آپ کی صفائی کے لیے بہت کچھ کر رہا ہوں۔ دیکھیے۔۔۔ اس بار اگر ملک کے کسی دریا میں سیلاب آیا تو آپ اس کا بھی انجام دیکھیے۔ بس اب ایازت دیکھیے۔

کرنل فریدی کو تو قالی میں تھا جس وقت دوسرے لوگ ریڈیو کے گڑھ پڑ گئے ہرمن کا ایک ایک لفظ ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ فریدی فون پر چھکا بھرا چنگھا اڑ رہا تھا۔

”وامصف صاحب۔۔۔ نہیں ہیں! آپ پشپن روم سے نکلتے کرو۔ فوراً۔۔۔ اور۔۔۔ اتنی دیر۔۔۔ ہوا آ پڑے۔۔۔ زیر ناہین کارسیونگ سیٹ کھول دو۔۔۔ حلدی۔۔۔ اور۔۔۔ آواز آ رہی ہے۔۔۔ نہیں ماؤ تھو ہیں اس کے قریب کرو۔۔۔ میں خود سننا چاہتا ہوں۔۔۔ شکر ہے۔۔۔ ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ ہرمن ہی کی آواز ہے۔۔۔ اب دیکھو۔۔۔ آئینا کھرا ہوا شاہرہ کر رہا ہے۔۔۔ زادو بے پو بھی دھیان رکھو۔

”آئینا قطب شمالی کی طرح متحرک ہے جناب۔ اس لیے سمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ وہ کسی ایک جگہ رکنا

ہی نہیں!

"افسوس ہے کہ تم زیر دانیوں کے استعمال سے ناواقف ہو۔۔۔ پیچھے دیکھو۔۔۔ آٹھ سو سچ ہیں!"

"جی ہاں جناب!"

"بائیں طرف سے تیسرا سو سچ آن کر دو۔ کر دیا؟ ٹھیک اور دیکھو۔ ایشیا کس پوزیشن میں ہے؟"

"اوہ۔۔۔ یہ ترک کیا ہے جناب!"

"سمت بتاؤ!"

"شمال مغرب۔ جناب اور پچھتر کا زاویہ ہے!"

"گڈ۔۔۔ دائیں جانب کا دوسرا سو سچ آن کر دو!"

"کر دیا جناب!"

"رزلٹ!"

"تین رنگوں کی روشنی انکرن پر چل پکڑا رہی ہے!"

"متعین یقین ہے کہ وہ تین ہی رنگ ہیں!"

"مجھے یقین ہے جناب!"

"شاہاوش۔۔۔ دوڑیں سو سچ آت کر کے مشین بند کر دو۔ مشکور!"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ڈاکٹر ہرین کہہ رہا تھا۔

"بس اب اجازت دیجیے!"

فریدی جیسے ہی مڑا۔ اس کی نظر مقامی حکمران شراغستانی

کے ایک ذہنی سپر ٹینڈنٹ پر پڑی جو اس کے پیچھے ہی کھڑا

اسے گھور رہا تھا۔

"کیا سمت معلوم ہوگی؟" اس نے پوچھا۔

"دش سمت بلکہ فاصلہ! فریدی نے جواب دیا۔

"سمت آپ کو ایشیا سے معلوم ہوئی ہوگی لیکن فاصلہ!"

"دش سمت فاصلہ بلکہ کسی حد تک عمل وقوع بھی!"

"شاید آپ خواب کی باتیں کر رہے ہیں! ڈی۔ این۔ پی

نے منھکا مڑانے والے انداز میں کہا۔

"زیر دانیوں کا ریسوننگ سیٹ عام نہیں ہے۔ اس

لیے ہر ایک اس کے مستحق نہیں جان سکتا۔ تین رنگوں کی روشنی

کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ریسوننگ سیٹ رکھا ہوا ہے وہاں

سے شش گاہ صرف ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور پچھتر ڈگری

کا زاویہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر شش گاہ سے ریسوننگ

سیٹ تک خط مستقیم کھینچی جائے تو وہ خط اپنے تیس سے

سے پچھتر ڈگری کا زاویہ بنا لے گا۔ یعنی اس کیس میں شش گاہ

لازمی طور پر ریسوننگ سیٹ سے کافی نیچائی میں ہے!"

"یہ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کیا اور پچائی سے پچھتر ڈگری کا

زاویہ نہیں بن سکتا؟"

"یقیناً بن سکتا ہے لیکن اس صورت میں زیر دانیوں

کا ایشیا نقطہ منہ کی سمت کی طرح شش گاہ کا نہیں۔ اس طرح

کا یہی مطلب ہے کہ شش گاہ ریسوننگ سیٹ کی سطح سے بہت نیچے ہے"

"لیکن آتنا معلوم ہو جانے پر بھی کیا ہو سکے گا؟"

"فی الحال میں نے اس پر غور نہیں کیا ہے۔" فریدی نے

کہا اور فون کے پاس سے ہٹ آیا۔

کو توالی سے باہر آکر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی

اور پھر آگے بڑھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ امرنگھ نظر آ جا رہے

تھے قدم رکھتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

"کیوں؟ سردار۔۔۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں جانتا لگتا جناب کہ فرودی پر کس نے پتھر پلایا تھا؟"

"بہت اچھے امرنگھ ایسے ہیے تمہاری قدر کرتا ہوں!"

"جی! امرنگھ بڑھ گیا۔"

"میں تم پر طنز نہیں کر رہا ہوں۔ یہ میں نے اس لیے

کہا ہے کہ تم نے آتے ہی اس دھماکے کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کامی

بات کی ہے۔ میں یہاں دوسروں کو دیکھتا ہوں جنہیں اس دھماکے

نے اپنی ذہنی مثال چھوڑ ڈھیر کر رکھا ہے۔ یہ مجبور کر دیا ہے تم بہت

اچھے بارے ہو اور۔۔۔ مجھے کو حقیقتاً ایسے ہی آدمیوں کی ضرورت

ہوتی ہے۔۔۔ خیر تو اس کے قریب کے لوگوں نے کیا بتایا؟"

"ان کا کہنا ہے کہ مرنے والے نے پتھر نہیں پھینکا تھا۔

بلکہ ان میں سے کسی نے بھی یہ حرکت نہ کی تھی۔ پتھر شاید ان کی

پشت سے آیا تھا لیکن ابھی تک ایک ہی ایسا آدمی نہیں مل سکا

جو پتھر پھینکنے والے کے مستحق ہے کہ تیا سکتا!"

"کو توالی کا پچھا تک اس وقت تک بند تھا۔" فریدی کچھ

سوچتا ہوا بولا۔ اور ہر جگہ صحن میں تھے پتھر پھینکی ہوئی

تھیں کہ پتھر پھینکنے والا ہمارے ساتھ ہی کو توالی میں داخل ہوا ہے"

"کیا اس کا امکان نہیں ہے کہ کو توالی ہی کے کسی آدمی نے

پتھر پھینکا ہو؟"

"یہ بھی ممکن ہے لیکن کسی باہری کے آدمی کے امکان کو

بھی نظر انداز کرنا چاہیے۔ پتھر پھینکنے کا مقصد ہی تو ہر ناچاہیے

یہ بچوں کا جمع نہیں تھا۔ بدھ سے پتھر آیا تھا وہاں صرف ہمیں

کے آدمی تھے۔ ان میں ایک بھی افسر نہیں تھا۔ بڑے افسر

سب میرے قریب تھے۔ لہذا ماتحتوں میں اتنی بہت نہیں

ہو سکتی کہ وہ افسروں کی موجودگی میں ایسی کوئی حرکت کرتے ہیں!"

"جی ہاں۔ یہ تو ناممکن ہے!"

"پھر میں باہری کے کسی آدمی کی تلاش ہونی چاہیے!"

انٹنے میں کو توالی سے ایک کانٹیل نے آکر اطلاع

دی۔ فون پر فریدی صاحب کی کال آئی ہے!"

"آؤ۔ فریدی نے امرنگھ سے کہا اور پچھا تک کی

طرف مڑ گیا۔

فون کا کہہ فانی تھا۔ فریدی نے امرنگھ سے باہری

عہدے کو کہا اور خود فون کے قریب آ گیا۔

"ہیلو!"

"کون صاحب؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"فریدی!"

"اوہ۔۔۔ کرنل صاحب۔۔۔ دیکھیے۔۔۔ میں رانا صاحب

ایم۔ پی کا سیکرٹری ہوں۔ رانا صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں!"

"رانا صاحب ایم۔ پی ملنا چاہتے ہیں۔" فریدی نے

کہا۔ "کیا وہ یہیں ہیں؟"

"جی ہاں۔ آج ہی تشریف لائے ہیں۔ کیا آپ تکلیف

کرتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں بہت مصروف ہوں۔" فریدی نے کلائی

کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "فی الحال ایک گھنٹے تک

کو توالی میں رہوں گا۔ اگر وہ تشریف لانا چاہیں تو میں کچھ نہ کچھ

وقت ضرورت کال ٹول گا!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ فریدی ریسپونڈ

رکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

58

دھماکا گھنٹہ پور میں ہی سنا دیا تھا اور وہاں بھی بڑی

بھیل گئی تھی۔ اس سے قبل طوفان نے سراپکی جھیلانی تھی اور

اب پیر صاحب کے معتقدین یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ

شاید کسی نہ کسی سے مزار کی بے عزتی ہوئی ہے۔ ہاں اس لیے اس

قسم کی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دھماکے کے بعد وہاں بھی ریت

کی بارش ہوئی تھی لیکن جمید کو اس کی وجہ سے معلوم ہو سکی۔ یہاں پوسٹی

کیسب بھی تھا لیکن وہ ابھی تک اس سے بے تعلق رہا تھا۔ ریت

کی بارش ہونے کے کچھ دیر بعد اس نے پوسٹی کیسب کی راہلی۔

وہ دراصل ٹرانسپیر پر فریدی سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن قبل

اس کے کہ وہ افسر انچارج اس سلسلے میں گفتگو کرتا ہے

یعنی لوگوں کی گفتگو سے معلوم ہو گیا کہ ٹرانسپیر میں کوئی خرابی

پیدا ہو چکی ہے۔

وہ پھر واپس ہوا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ رات کہاں بھر

کرے گا؟ اس کا سین طوفان کی تندرہ ہونے لگا تھا۔ تمام کے سین

کا بھی یہی حال ہوا تھا اور نہ وہ ایسا کر رہا راست پر لانے کی کوشش

کرتا اور شش گاہ کے تنقین نے قطعی ہے چار گھنٹہ پہلے ہی

کے علاقے میں بھی طوفان آتے ہی نہیں تھے اس لیے منظر کا تقدم

کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بہر حال نشاطا والے اس وقت

کوئی انتظام نہیں کر سکتے تھے۔

کیسب درمی تباہ ہوئے تھے جو قبیل کے کنارے بنا لے

گئے تھے۔ فرودی نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی کہ قبیل کے

کنارے والے کیسب تباہ ہو جائیں گے اور اب حمید یہ سوچنے

پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس طوفان میں یقیناً کوئی غیر معمولی بات

تھی۔ اُسے وہ مشین آنکھیاں یاد آئیں جن سے ایک بار زمین

مصر میں سابقہ پڑا تھا۔ سوچے کے وہ کسے یاد آئے جو فرودی

ہی کی طرح چل گئے تھے لیکن گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ خوفناک

رات یاد آئی جب وہ اور فریدی اس ناقابل توجہ اور گونگے

بہرے دشمن کے پیچھے سے پیچھے کے لیے بھاگتے بھرتے

تھے۔ وہ قبیل کے کنارے ایک چٹان پر بیٹھا گیا۔ چاندنی پہلے

ہی کی طرح پھری ہوئی تھی اور قبیل کی تشریح پر چاند کا عکس

گل بڑے بنا رہا تھا۔ پتھر اس سے بے پرواہی کچھ دیر قبل یہاں

کیا ہو چکا تھا؟

حمید نے جیب سے پانچ نکالا اور اس میں تباہ کو

بھرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جیب پتھر ایسے حادثے سے

بے تعلق ہے تو آدمی کیوں خواہ مخواہ ٹور ہوتا ہے؟

دفعہ وہ چونک پڑا کیونکہ پوسٹی کا مایکرو فون بھیج

رہا تھا۔ ڈاکٹر زبیر۔۔۔ ڈاکٹر زبیر۔۔۔ جہاں کہیں بھی ہوں پوسٹی

کیسب میں تشریف لائیں۔ کرنل بارڈا سٹون ان کا انتظار

کر رہے ہیں!"

حمید کو ذی حیرت چھوٹی۔ آخر یہ حضرت یہاں کیسے پہنچ

گئے؟ وہ اٹھا اور پوسٹی کیسب کی طرف چل پڑا۔ کیونکہ ڈاکٹر زبیر،

اور کرنل بارڈا سٹون ایک دوسرے کو خوب جانتے تھے۔

حقیقتاً وہ فریدی ہی تھا اور کیسب میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"آپ؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ان آؤ" فریدی اہتساباً بجا ہوا۔ وہ دونوں جیسے سے باہر نکل آئے اور فریدی نے کہا: "تم پر کیا گزری؟" "اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ میں آؤ گیا اور اپنے ساتھ ایک موٹو کیس بھی لے گیا۔"

"اوہ۔ تو تم یہ رات کہاں گزارو گے؟ میں نے سنا ہے ایسے لوگ فی الحال کسی چٹری کے عالم میں ہیں۔"

"جنگل میں گا۔ اور کیا؟"

"نہیں تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ وہاں چلو گے۔"

"صبح ہو جائے گی چلتے چلتے۔ اس وقت یہاں پتھر بھی نہیں ملے گا۔"

"میں پہلی کا پتھر یہاں آیا ہوں اور تہااری واپسی بھی اسی کے ذریعے ہوگی۔ غار کرو۔"

"یہ وہاں کا کیا تھا؟"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں چلتے رہے اور پھر اس جگہ جا پہنچے جہاں پہلی کا پتھر آنا گیا تھا۔

"یہ کینت فضا کی موٹو سائیکل مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی کان پھٹ جاتے ہیں۔" سید نے کہا۔

"چلو بیٹو۔"

وہ دونوں پہلی کا پتھر میں بیٹھ گئے اور پہلی کا پتھر فضا میں بلند ہونے لگا۔

فریدی نے حمید کو دھماکے کے متعلق بتانا شروع کیا اور اس کے بعد حمید نے فولادی کی داستان ڈہراتے ہوئے کہا۔

"تو اسے طوفان کا افراد۔ کھنسا چاہئے۔"

"یقیناً اس وقت سارے ملک میں جہاں پر پاپ ہے۔ ٹکڑے مومبیا کے اعلان کے مطابق طوفان کا رخ اس طرح بدل جاتا نامکانات میں سے ہے۔"

دفتہ ایک گڑھدار آواز سنانی۔ اسے پہلی کا پتھر۔ پانٹ -- ہوشیار کیسا پرنڈار کھو۔ تہاارا رخ جنوب کی طرف ہونا چاہئے۔ پہلی کا پتھر میں سے مجھے جوئے آدمی چونک پڑے۔ آواز پھر آئی: "اگر تم ٹیکر لڑنا چاہتے ہو تو جنوب کی طرف مرو۔ میں رہنمائی کروں گا۔ ظہور میں تمہارے قریب پہنچ رہا ہوں۔"

"فولادی" حمید بڑبڑایا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ دوسرے ہی لمحے فولادی پہلی کا پتھر کے برابر فضا میں شیر رہا تھا اور دونوں کی رفتار کیسا لگتی۔

"مرو۔ جنوب کی طرف۔ اصرار ظہور ہے۔ تم سب اہم،

پہاڑ کی طرف کھینے چنے جاؤ گے جو کچھ دیر قبل ریزہ ریزہ ہو چکا ہے۔ ابھی تک تارا ٹرین اس کشش پر قابو نہیں پاسکتا جس نے طوفان کا رخ موڑا تھا۔"

فولادی کے سر سے خارج ہونے والی روشنی پہلی کا پتھر کے اندر بھی پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی کی ہدایت پر پہلی کا پتھر کا رخ جنوب کی طرف موڑ دیا گیا۔

"اوہ۔ تم دونوں کو تو میں پہچانتا ہوں۔ فولادی سے آواز آئی۔ تم ابھی کچھ دیر پہلے ٹیم کے ساتھ تھے اور تم مجھے پوس اسٹیج میں لے گئے تھے۔"

"اور اس کی قانون کے ڈنٹوں نے تم پر پتھر ماریا تھا۔"

فریدی نے کہا: "مجھے اس پر بے حد افسوس ہے۔"

"سیرا کیا بگڑا۔ نقصان تہاارا ہی ہوا۔ فولادی نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر برہمن۔۔۔ تمہارے متعلق میری ایک پیش گوئی ہے۔ فریدی نے کہا۔

"پیش گوئی؟ میرے متعلق کون سا ہے؟"

"تمہارا طریق کار نہیں ہے ڈوہیے گا۔ میں ابھی کہتا ہوں کہ اگر تم انسانیت کی خدمت بھی کرنا چاہتے ہو تو منظر عام پر آ جاؤ۔ ہم لوگ اتنے ناپاس گزار نہیں ہیں کہ تمہارے متشابہان شان استقبال نہ کریں گے؟"

"نہیں نا ممکن ہے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی قبریں کھود سکتا۔ فولادی سے آواز آئی۔

"تمہااری مرضی۔ لیکن اس وقت تم نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ قطعی غیر قانونی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے امکانات تھے۔"

"کسی بھی تعمیر کے سلسلے میں غورزی بہت تجزیہ ہوتی ہے۔ اور وہ تجزیہ اسی وقت برداشت کی جا سکتی ہے جب ملک کا قانون اس کی اجازت دیتا ہوگا۔"

فولادی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ پہلی کا پتھر کے ساتھ اس کی پرواز جاری رہی۔

"نیلیم سے تمہااری بڑی گہری دوستی معلوم ہوتی ہے۔ حمید نے کہا۔

"ہاں مجھے وہ بہت پسند ہے۔ ایک نئی مٹی سی نڈر لڑکی وہ مجھے بے حد پسند ہے۔"

"میں اسے دنیا کی عظیم ترین عورت بناؤں گا۔"

"انہی زبان قیام پر رکھو ورنہ ایک ہی جگہ اس نے والی مشین کے پرچے اٹا دے گی۔ فولادی کی آواز پھیلی تھی۔

"خاموش رہو۔ فریدی نے حمید کے ہاتھ کو دبا کر آہستہ سے کہا۔

تقریباً ایک ہفتے تک جیم گڑھ سے ریت پھانی جاتی رہی۔ اسی دوران میں حکومت کو جن دو مشاڑیوں کا سامنا کرنا پڑا بیان سے باہر تھیں۔ لوگ دو دروازے سے نکلے۔ فولادی اور دیکھنے کے لیے آئے۔ شہر میں جیم گڑھ سے نکلے کر باہر سے آنے والوں پر باندی لگا دی گئی۔ جہت وہی لوگ جیم گڑھ کی حدود میں داخل ہو سکتے تھے جن کا یہاں آنا مشاڑی ثابت ہو جاتا۔ فولادی اب بھی شہر میں گشت کرتا تھا لیکن اب اس کے آس پاس کسی پوس موجود نہ تھی یا وہ فریدی پہاڑی ہوتے جو جیم گڑھ کی صحرائے کے لیے طلب کیے گئے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی ایسی جگہ نمودار ہوتا جہاں نہ پوس ہوتی اور نہ فرج۔ ایسے مقامات پر عام لوگ اُسے ٹھہر لیتے۔ وہ اب اس سے خائف نہیں تھے۔

ایک رات فولادی کا گزارا اس جگہ ہوا جہاں دو بارشوں کے درمیان ٹھکڑا ہو گیا تھا۔ معمولی ٹھکڑے سے ٹوہے کی فکرت، ایشیا کر لی تھی۔ چند میٹر سطح کا شیبل ڈور کھڑے تماش دیکھ رہے تھے۔ غالباً انہیں سطح کا شیبلوں کا انتظار تھا۔

"بہت جاؤ۔ بہت جاؤ۔" فولادی چیخا۔ "ٹھکڑا ختم کرو۔ ورنہ میں زبردستی دونوں پارٹیوں کو الگ کر دوں گا۔"

تمہارے چہرے میں آئین کی

لڑنے والوں نے دھیان نہ دیا۔ فولادی آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا پھر وہ ان سے پچاس فٹ کے فاصلے پر ٹک گیا۔

"یہ دیکھو۔ میں نے کہا اور ساتھ ہی اس کا ایک ہاتھ اٹھا۔

"اب بھی بہت جاؤ۔" اس نے دربارہ کہا لیکن لڑنے والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ دفعہ آؤں کے اٹھے پھر نے ہاتھ سے چنگا دیوں کی ٹوہیا زبونے لگی۔

بلوائی بول کھلا کر چیخے بٹ گئے۔

"بس اب جھا۔ جاؤ ورنہ تمہارے جسموں پر بڑے بڑے آبلے ہوں گے۔ جھاگو۔ فولادی نے ایک قدم اگے بڑھ کر کہا اور وہ سچ جھاگ نکلے۔

ایک بار اسی طرح اُس نے چند فنڈوں کی مرمت کی تھی جو راجپوتی غورتوں کو پیچھے لے رہے تھے۔ اکثر تو انہیں دسترس

گدا گروں کو راہ میں روک کر انہیں لعنت و سلامت کرتا غریبیکہ ابھی تک وہ ہر طرح امن پسندی ثابت ہوتا رہا تھا لیکن فریدی ملحق نہیں تھا۔ اس کے سامنے ایک وقت دو مسائل درپیش تھے۔ ایک ڈاکٹر برہمن اور دوسرے وہ اسمگلر جن کے کس کا فائل اس سے لے لی گئی تھا۔ حالانکہ اس نے فی الحال انہیں نظر انداز کر کے اس کشش کی تھی۔ لیکن خود اچھی کی طرف سے جیم گڑھ چھوڑنا جاری رہی۔ اس دوران میں بھی اس پر دو حملے ہو چکے تھے اور دوسرا حملہ یقیناً خطرناک تھا لیکن بعض دہشت ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں بڑے بڑا نقصان بھی نہیں ہلا سکتا۔ یہی کیفیت فریدی کی بھی ہوئی تھی اس پر دستہ بم بھینکا گیا تھا لیکن اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کی پٹیلوں میں دھماکا جیکے سے زخم لگے ہوں۔ اس حادثے کے بعد ہی حمید نے قسم کھائی تھی کہ جب بھی علم ہاتھ لگی اسے عزت میں لے کر کراؤم گروہ کا قلع قمع تو کر ہی ڈالے گا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اب تک اسے بے وقت نہایت کرے ہے۔ مقصد یہی ہو سکتا تھا کہ کسی طرح فریدی پر قابو پایا جائے۔

نیلیم ایک سوال تھی؟ فی معمولی حالات میں اس سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ خود بھی ابھی تک غیر معمولی ثابت ہوتی رہی تھی۔ گھما پور کے سیلے سے واپسی پر بھی ایک بار وہ حمید سے ملی تھی لیکن جیم گڑھ سے فریدی پر حملے شروع ہونے سے کہیں اس کی پرچھاٹی میں نہیں نظر آئی تھی۔ دوسری طرف ڈاکٹر برہمن کی تلاش بھی جاری تھی۔ جیم گڑھ کے قریب دھماکار کے درمیان ملاتے بہ وقت۔۔۔۔۔ فریدیوں کے ذہنی جوتوں کی دھمک سے گونجنے رہتے تھے۔ فریدی اور حمید کی ٹنگ و دوہی جاری تھی۔ ان کے ساتھ لاسکی کے دو ماہرین بھی ہوتے تھے اور ان کا سفر صرف شمال مغرب ہی کی طرف ہوتا تھا لیکن انہیں ابھی تک کامیابی نہیں ہو سکی تھی۔

برہمن کی تقریریں روزانہ منجی جاتی ہیں لیکن انہیں سننے کا طریقہ وہی تھا جو برہمن نے بتایا تھا۔ وہ اب ملکی شریات میں خلل انداز نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کی تقریر سننے کے خواہش مند ایشیہ کو پ اور اس کے بتانے پڑنے محلول کے ذریعے اپنی یہ خواہش پوری کرتے تھے۔ فریدی کے ساتھ کام کرنے والوں نے اسی فارمولے کے تحت ایک چھوٹا سا سیٹ بنایا تھا اور اب اس ٹوہی سننے کسی طرح وہ سیٹ بھی لڑنا گہ کی سست ظاہر کرنے کے قابل ہو جائے۔

فریدی کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتیں
 ضائع کر رہا ہے۔ اگر اس نے حکمرانوں کا رخ کرنے کی
 بجائے لاسٹا میں دوپٹی لی ہوتی تو شاید آج وہ بھی ایک سوید
 کی حیثیت سے پبلک میں روشناس ہوا ہوتا۔

اس وقت وہ چاروں ایک غار میں بیٹھے بارش ہونے
 کا انتظار کر رہے تھے۔ جمید سوچ رہا تھا کہ اگر کہیں رات ہوگی
 تو صبح کو کفن دفن کرنے والا بھی نہ لے گا کیونکہ بارش کی دیر سے
 اچھی خاصی سردی ہو چکی تھی اور اسے آگست میں بھی دسمبر یا جنوری
 کا مزہ آ رہا تھا۔ وہ صبح سے اب تک چیلنے ہی رہے تھے۔ اگر
 بارش نہ شروع ہو جاتی تو شاید اب بھی ان کا سفر جاری ہی رہتا۔
 جمید تھک کر بیٹھ رہا تھا اور وہ بارش اس کے لیے
 سچ سچ بارانِ رحمت ہی ثابت ہوئی تھی لیکن جب وہ کسی طرح
 رُکے تو وہ آئی تو وہ بڑھ رہے تھے۔ اس کے لیے واپسی کا سفر اتنا
 ٹھن نہ ہوتا تھا کہ اس غار میں رات بسر کرنا؟
 ”یہیں آپ خاموش نہ ہو کر اس تو بہتر ہے“ جمیل نے
 کہا اور اس کے سامنے سے بھی اس کی تائید کی۔

”ایک خاموشی بڑا ملائی ماتی ہے“ جمید بولا۔
 ”تھا کے لیے خاموشی ہی رہنا“ فریدی نے شکر اکر
 کہا۔ ”ورنہ ہرگز بے کس نہیں مل جاؤں“

جمید کچھ نہ بولا۔ اس نے جمیل سے تباہی کی پاؤچ
 نکالی اور پاپ بھرے لگا۔ فریدی نے ایک پتھر سے ٹیک لگا
 کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ سگارا اس کی آنکھوں میں دبا ہوا سگارا
 رہا تھا اور دونوں ماہرین اس مسئلے میں اُٹھے جڑے تھے
 کہ صدر سے کے لیے جاتے سفر ہے یا کافی؟

”دونوں ہی معزز ہیں“ جمید نے شاید بحث کا فائدہ
 کرنے کے لیے کہا۔

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جمیل بولا۔
 ”کیونکہ فی الحال ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں
 نہیں۔ جمید نے جواب دیا وہ ورنہ میں اپنا سمدھ تباہ کر کے
 آپ کو دکھا دیتا“

”تم بہت تھک گئے ہو۔ اس لیے خاموشی ہی رہو
 بہتر ہے۔“ فریدی نے کہا۔

جمید کچھ نہ بولا۔ مگر تھوڑی دیر بولنا ہی چاہا کیونکہ وہ بہت
 شرت سے کافی۔ چائے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ اس

نے کہا: ”اگر اس وقت میں نے اپنا سمدھ بریادہ کی تو درکام
 میں مبتلا ہو جاؤں گا“

فریدی اس کی طوت دھیان دے دیے بغیر ماہرین کی طوت
 دیکھ کر بولا: ”ہم اب تک شمال مغرب میں تقریباً ساٹھ میل کا
 سفر کئے ہیں لیکن ابھی پہلا ہی دن ہے۔“ زبرد ناہین سے
 صرف سمت اور فاصلہ ہی معلوم ہو سکتا ہے لیکن ہم ساٹھ میل
 کے اندر دائرہ عمل نہیں متین کر سکے۔ اب اگر اس وقت
 ہمارے پاس کوئی ایسا سٹ ہوتا جو شرف گاہ کی طوت اشارہ رکھتا
 فریدی جھلک کر ایسے بغیر خاموش ہو گیا۔ جمید اُسے ٹھکانے
 لگا کیونکہ اس کے لیے پوری بات کہے بغیر خاموش ہو جانا غلط
 معلوم تھا۔ وہ دونوں ماہرین بھی اس کی طوت دیکھنے لگے تھے۔

”کیا بات ہے؟“ آخر جمید پوچھ ہی بیٹھا۔
 ”کچھ نہیں۔ میں یہ سوچنے لگا تھا کہ وہ لڑائی ختم۔۔۔ اس
 سلسلے میں کار آمد ثابت ہو سکتی ہے“

”یہ یاں بل انوکھی بات ہوئی ہے“ جمید بولا۔
 ”کیوں؟“

”کیا اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟“
 ”خبر ہے کے طور پر۔“ فریدی نے جواب دیا۔
 ”میں اسے آج تک کبھی نہیں منکا“

”میرا خیال ہے کہ وہ ذہنی کمزوری ایک بہترین مثال ہے۔“
 ”لیکن آپ اس سے کام نہیں لے سکتے“

”پہلے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو“

”کیا یہ لڑائی سچ سچ دنیا کی بڑی عورت بننے والی ہے؟“
 جمید نے کہا اور پھر ایک ایک بات ہی اُڑادی۔ شاید کوئی شاندار
 چھٹی اس کے ذہن میں کھلانی تھی لیکن پھر ان دونوں ماہرین
 کی موجودگی کا خیال آتے ہی اُسے گل دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔

”اُسے تلاش کرو“ فریدی نے پھر کہا۔

”مزدوری نہیں کروہ لے لی جائے کیونکہ یہ سب سبوں کا
 دور شروع ہوا ہے۔ اس کی شکل نہیں دکھائی دی۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ وقت گزرتا رہا اور وہ بھتی رہی
 دفعہ جمید بڑبڑایا۔

”اب اپنی رات گئے کہاں شرفیت لے جائیے گا۔ آہ
 کیے۔ اگر کبھی لگے تو توجہ خاتر نہیں۔ بیاس ہر حال میں بچو
 جانے کی کیونکہ بادل اتنی دیر سے چھک نہیں مار رہے ہیں“

”ہاں۔ رات تو اب نہیں میری ہوگی۔ ہو سکتا ہے پانی کے
 لیے بادلوں ہی کا نمون ہونا جسے لیکن ہمیں پتھر نہیں چھانے
 پڑیں گے۔ سٹھن رہو“

جمید جانتا تھا کہ فریدی کے چہرے میں بہت کچھ ہے
 لیکن وہ اس سردرات میں ٹھنڈے گوشت سے بچنا چاہتا تھا۔
 ”میں مڑی ہٹی ایشیا پر پتھروں کو ترجیح دیتا ہوں“

جمید نے بڑا سا نمٹہ بنا کر کہا۔ وہ اور بھی نہ جانے کیا کیا تک باتا
 مگر جمیل اور کوئی ہی موجود ہی مانع ہی۔

کچھ دیر بعد غری ایشیا اور روشن ہو گیا اور اس پر کافی کے
 لیے پانی نہ دیا گیا۔ اُن کے پاس خور و نوش کے سارے لوازمات
 موجود تھے۔ چونکہ سفر طویل ہو جانے کے امکانات بھی ہوتے
 تھے اس لیے فریدی تقریباً سارے ہی انتظامات کا خیال
 رکھتا تھا۔

دفعہ ٹرانسپیرٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ فریدی اس کی طوت
 متوجہ ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ٹرانسپیرٹ سے آواز آئی۔
 ”کرٹل۔۔۔ فریدی۔۔۔ کرٹل فریدی۔۔۔ واہنٹ اسپیکنگ پیڑز“

”فریدی اسپیکنگ۔۔۔ جوت“

”آپ کہاں ہیں؟“

”یہیں بتایا جا سکتا۔ آپ مدعا بیان فرمائیے“

”فریادی نے یہاں تک کہا چاہا ہے۔ ایک کار آٹ
 دی ہے۔ دو ڈیوبل کوئیل دیا اور اب شاید اس کا ارادہ ہے
 کہ زمین روڑ کے سارے اسپیکنگ لول اٹھا کر جو ایک دسکانہ
 ”یہ پورا کیسے؟ کیا اس پر جلد کیا گیا تھا؟“

”نہیں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ایک بیک اس
 نے ایک کار آٹ دی تھی۔ لوگ ڈر کر بھاگے تو ان پر چڑھ
 دوڑا۔ نتیجے کے طور پر دو آدمی ہلاک ہو گئے۔ شہر شستان
 ہو گیا ہے۔“

”پھر۔۔۔ اب کیا ہو رہا ہے؟ کیا فریبوں نے اُسے
 پھرانے کی کوشش کی تھی؟“

”نہیں۔ لیکن اب اس پر چاروں طرف سے گولیاں
 برساتی جا رہی ہیں“

”گو لیں کا حشر؟“ فریدی بڑا سا نمٹہ بنا کر بولا۔
 ”اُن سے لاتعداد فوجی زخمی ہو رہے ہیں“

”اور اس کا دور بھی پھیل جا رہی ہے۔“ فریدی نے فرمایا۔
 ”کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حکام نے شہر فوج کے حوالے

کر دیا ہے۔ اب تجویز یہ ہے کہ اس پر پھاری گولے پھینکنے
 والی گیس آزمائی جائیں“

”حکمرانوں کو ہتھ دینا چاہئے گا۔ اس خطبے سے انہیں باز
 رکھیے۔ اس کی بجائے یہ معلوم کیجیے کہ اس کے روٹے ہیں
 یہ تبدیلی کیوں ہوئی؟“

”اب وہ کسی بات کا جواب نہیں دیتا کوٹنگا اور مہرو
 سوچنا ہے۔ آج جب وہ وہاں پہنچا تھا تو معمول کے مطابق
 نہ تو کسی سے گفتگو کی تھی اور نہ ٹریفک کا کنٹریول کیا تھا۔ یہ
 دی تھیں۔ بس آتے ہی ایک کار آٹ دی اور کار میں کوئی
 معمولی آدمی بھی نہیں تھا بلکہ ہم سیکرٹری سٹریجیوں تھے“

”سرسر جو ہاں۔“ فریدی نے سچ سے انداز میں ڈھرایا۔
 ”ہاں کرٹل۔ آپ جہاں کہیں بھی ہوں علیحدہ علیحدہ کیم گروہ
 پہنچنے کی کوشش کریں“

”بارش کا زور کم ہونے سے پہلے جا سکتے ہیں کیونکہ
 ایسی طوفانی بارش میں پہلی کار آٹ استعمال کرنا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔“

”بہر حال علیحدہ کیجیے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور
 آواز بند ہو گئی۔

”دیکھا؟“ فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ”دی جو جس کا
 خدشہ تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اس کی طوت بزرور
 آئے گی“

”سہرین کی شرافت اور نیک نفسی کہل گئی؟“ جمید بڑبڑایا۔
 فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اپنا سالانہ سمیٹ رہا تھا۔ جمیل اور
 کرمانی خاموش تھے۔ جمید نے غار کے دبانے پر اکر دیکھا۔ بارش
 کے اندر میں کی نہیں بڑی تھی وہ پھر واپس آ گیا۔
 ”کیا آپ واپسی کی تیاری کر رہے ہیں؟“ اس نے فریدی
 سے پوچھا۔

”ہاں کچھ دیکھ تو کرنا ہی پڑے گا۔“

”بارش کا وہی عالم ہے۔ پیدل چلنے کا خیال ہی۔۔۔“

”بھروسہ۔۔۔“ فریدی نے کہا۔ وہ پھر ٹرانسپیرٹ کی طوت متوجہ
 ہو گیا تھا۔

ٹرانسپیرٹ سے آواز آئی: ”کرٹل فریدی۔۔۔ کرٹل فریدی واہنٹ
 اسپیکنگ پیڑز“

فریدی اسپیکنگ: ”آپ کہاں ہیں؟“

”میں نے ایک بار کہہ دیا کہ یہ نہیں بتا سکتا“

طرح اپنی دو کھلی جاہر پھانتا ہے؟

سراٹکی صوفت بیگم گڑھی باہ - محمود نہیں تھی بلا اس کا اثر ملک کے دور آمد و رفتوں پر بھی چڑا تھا۔ جو کہ سرزمین کا اعلان ملک کے گوشے گوشے میں گونجا رہا تھا۔ اس لیے سبجان پھیلنا لازمی تھا۔ دوسرے ہی دن میگو گڑھی فوجی علاقہ قرار دے دیا گیا۔ شہری آبادی ویران ہونے لگی۔ تیکڑو گڑھ سے لوگ نکل بھاگنے کے لیے اڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے لیکن اب چونکہ نظر و مشق فوج کے ہاتھ میں تھا۔ اس لیے وہ روکے جانے پر احتجاج بھی نہیں کر سکتے تھے۔

فریدی اور حمید مظہر مغل کی طرح محکمہ مراغہ زمرانی کے دفتر میں وقت گزار رہے تھے۔

شوہر و اصفت فریدی - سہ کبر رہا تھا۔ "ای نیک لکھڑ میں کیا کیا نہیں ہوا؟ نیلی روشنی والا کیسے مجھے آج بھی یاد ہے۔ آپ ہی تو تھے جس نے لالین اور بے سرو پائیس کی کڑیاں ملان لیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہرین بھی آپ کے ہاتھوں گسٹ کھائے گا۔"

"ضوری نہیں؟ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "نیلی روشنی والا کیسے اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا کیا اس سلسلے میں بھی آسانی ہیجان پھیلا ہوا تھا؟" اصفت کچھ بولا۔ فریدی نے کہا۔ "اگر سونا گھاٹ سے بھرے کے جہاز نہ ہٹائے گئے تو حقیقتاً حکومت کو کسی بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کس قسم کا خسارہ؟" "یہ تو وقت آنے پر ہی معلوم ہو سکے گا۔" "کیا آپ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟" "فی الحال آسانی کو سونا گھاٹ سے سارے جہاز ہٹا لینے کا مشورہ دوں۔ میں نے بیڑا آتش کو اس سلسلے میں لیک تار دیا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ جہازوں سے نہیں ہٹائے جائیں گے؟" حمید بول پڑا۔

"وہ چائیں یا نہ چائیں۔ میری ناقص رائے یہی ہے اور یہی رہے گی۔ فی الحال اپنا زیادہ سے زیادہ بچاؤ کرنا پڑے گا۔ فریدی اپنی تاویلات پیش کر رہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ہرین کی دھمکی کا انجام دیکھے بغیر نئے برس سے کام نہیں

شروع کرنا چاہتا تھا۔ دوپہر ہونے سے پہلے ہی وہ نشاط میں واپس آگئے تھے۔ ان کا قیام اسب بھی نہیں تھا۔ نشاط پہنچ کر حمید کو قاسم کی تلاش ہوئی کیونکہ وہ پچھلی رات سے اسٹنک بے تحاشا پور سوراہا تھا۔ قاسم ملا لکھن اس کا نمونہ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی اس کا منہ پھلے سے زیادہ کھڑکا ہو گیا۔

"کہوں پیارے کیا بات ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"میں... تمہارا جاؤں گا۔ قاسم غزا آیا۔"

"تمہیں روکا ہے کس نے؟"

"ہاں سب تمہاری ہی حرکت ہے۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"یہ پاس فریدی موجود ہیں؟"

"آہ۔ ہاں۔۔۔ وہ تو ہیں بھی روک رہے ہیں۔"

قاسم کچھ بولا۔ حمید نے کہا۔ "تم فریاد پور ہو رہے ہو۔"

اسی بڑی آبادی سے کیا بھی مر جائیگا؟

"میں مرنا چاہتا ہوں۔ قاسم ہرگز بڑی آواز میں بولا۔

"کہوں۔ کیوں۔ غیرت۔۔۔؟"

"کچھ نہیں جاؤ۔ میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ طے جاؤ۔"

قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "تم زمانے میں بدل کر رکھے آؤ۔ بلکہ ہوں۔"

"تم شاید تمہارے ہی ہوتے۔"

"تم خود نشتے میں ہو۔ مٹی کا تیل بن گئے ہو۔ مجھے نیلم نے بتایا تھا۔ تمہارے مرتے وقت تمہیں لکھڑ بھی نصیب نہ ہو۔"

"نہیں۔ بڑی بی ایب نہ کہو۔"

"اس اب جلے ہی جاؤ ورنہ۔۔۔ اچھا نہیں ہوگا۔"

"شاید تمہیں کسی نے بھکا یا ہے۔۔۔ نیلم تمہیں کب اور کہاں ملی تھی؟"

"مٹی ہوئی کہیں۔۔۔ میں اب اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتا۔"

"مجھے اس کی تلاش ہے۔ اگر مل گئی تو ایسی مزادوں کا جو زندگی بھر یاد رہے۔"

"قیوں؟ قیوں؟"

"اس نے مجھے دھوکا دیا۔ وہ بچی فراڈ ہے۔"

"کیسے دھوکا دیا؟"

"اس کا ایک ساتھی ہے بڑی موٹھوں والا۔"

"اوسے بس۔ قاسم آنکھ نکال کر بولا۔ "اب زیادہ آؤ۔ بناؤ۔ وہ تم ہی تو تھے۔" انھا یاد رکھنا میرا نام قاسم ہے۔"

"میں تمہارے باپ تک کے نام سے واقف ہوں۔ مگر تمہیں کسی نے بھکا یا ہے۔۔۔ کیا اسی نے بتایا تھا کہ بڑی موٹھوں والا نہیں تھا؟"

"ہاں۔"

"افرو۔۔۔ کہتی مٹکا رہے؟ اسی طرح اس نے مجھے بھی دھوکا دیا تھا۔ وہ بڑی موٹھوں والا مجھے جہاں بھی مل گیا لوٹی مار ڈالوں گا۔"

"کیا دھوکا دیا تھا؟"

"یہ نہیں بتاؤں گا۔ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن تم بتاؤ کہ اس سے اتنے بڑا کیوں ہو؟"

"اوسے سالی نے کیا بنا کر دیا۔ پیدل چلتے چلتے اس کی ایسی کی تھی۔ جہاں بھی مل گئی ٹھاکھوت کر مار ڈالوں گا۔"

"آخ کیوں؟"

"قیوں۔ قیوں قیا کرتے ہو؟" قاسم جھلا بہت میں کئی قات بول گیا۔

"نہیں عقرب اسے حراست میں لینے والا ہوں۔"

"وہ سالی۔۔۔ مجھے نہ جانے کہاں لے گئی تھی؟ اور میں تنے کرتے کرتے بے ہوش ہو گیا تھا۔"

"کہاں لے گئی تھی۔۔۔؟ کیسے لے گئی تھی؟"

"میلے سے لے گئی تھی۔ وہ جس رات ٹونان آیا تھا اس کی دوسری رات بھی میرے پاس آئی اور کہنے لگی۔"

قاسم نے اس کا بیان اسی کے انداز میں دہرانے کے لیے پینتہ ایدلا اور اپنی آواز باریک کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "میں تم سے محبت کاروں کی۔ چالو میرے ساتھ۔۔۔"

میری کار میں بیٹھ جاؤ۔"

"کار۔۔۔ وہاں میلے میں؟ حمید نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔۔۔ سٹونو۔ میں بالکل آؤ گا پچھا بول گیا تھا۔ مجھے یقین آ گیا۔ میں نے کہا اگر تم آؤ شت پر بھی تمہارا تو بیٹھ جاؤں گا۔"

چالو۔۔۔ کہاں ہے کار؟ وہ مجھے وہاں لانی جہاں کار کڑی تھی۔ میں اس کے ساتھ ہی اس میں بیٹھ گیا لیکن ڈرا بوری سیٹ مجھے کہیں نہ دکھائی دی۔ میں نے اس سے پوچھا ہی تھا کہ کار کہاں آؤ گے لگی اور میرا سر تھکانے لگا۔ میں نے ہی جبر کر لیا۔ چارہ مچا یا جس پر وہ بڑے پیار سے بولی۔"

قاسم خاموش ہو کر مشن چلانے لگا۔ پھر نیلم کی آواز کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہوا ایدلا۔ "فریاد ہی میں اپنے گرنے

چار باہے پیارے۔ وہ مجھے تنہا لے جا رہا تھا لیکن میں نے سوچا اپنے پیارے قاسم کو بھی ساتھ لیتی چالوں۔ کچھ دیر بعد ہم لوع واپس آجائیں گے۔"

"کار آؤ گے لگی تھی؟" حمید نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"ہاں آؤ گے لگی تھی۔"

"تم نے فریاد کو دیکھا تھا؟"

"نہیں۔۔۔ وہ تو بعد میں نظر آیا تھا جب ہم وہاں اترے تھے۔"

"کہاں اترے تھے؟"

"تمہاری باپ کی کسمرا ل میں؟" قاسم جھلا کر بولا۔

"ابے میں کیا جانوں کہاں اترے تھے؟"

"اچھا۔ حمید نے غصیلے آواز میں کہا۔ "تم اتنی دیر سے مجھے اتو بنا رہے تھے۔"

"نہیں۔ میں سچ بول رہا ہوں۔ کیا وہاں کوئی آبادی تھی۔ طرحس تھیں۔ گلیاں تھیں کہیں بناؤں کہ غلار۔ محلے میں اترے تھے۔ فلاں مڑک پر اترے تھے۔ فلاں گلی میں اترے تھے اور فلاں۔۔۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ وہ کوئی دیوان جگڑی ہو گی۔ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"دیران کی بھی جچی۔ قاسم نے جڑا سامنہ بنا کر کہا۔ وہ ایسی وابسات مگر تھی جہاں بچروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔"

"اور کیا تھا؟"

"اوسے ٹھونو بھی۔ میری طبیعت خراب تھی۔ جب وہ کار سے نیچے اتری تو فریاد ہی دکھائی دیا۔ وہ شاید کار کے اگلے حصے میں تھا۔ اس نے نیلم سے کہا کہ اسے میں اتار دوں۔ واپس میں اسے یہاں سے لے لیں گے۔ نیلم اس پر تیار نہیں ہوئی لیکن فریاد نے زبردستی پہنچ کر رکھے۔ نیچے اتار دیا اور کار نیچے چلی گئی تھی۔ میں نے نیلم کی جینس کو تھپس لیکن تم نے کرتے کرتے میرے ہاتھ پیر کر دوڑا دیے تھے۔"

"کار نیچے چلی گئی۔۔۔؟ کہاں۔۔۔ نیچے اتری چلی گئی تھی؟"

"اوسے پلو۔۔۔ کیوں کان کھاتے ہو۔ جہاں میں اترتا تھا اس کے نیچے بڑی گہرائی میں زمین تھی شاید ایک میل۔ شاید دو میل یا اس سے بھی زیادہ۔"

"تو وہ اس گہرائی میں اتر گئی تھی؟"

"ہاں۔ اور گائب ہوگی۔ یعنی گائب۔۔۔ گائب؟" پھر کیا ہوا؟"

"کہاڑا سبوا، بارش ہونے لگی۔ کہیں رنجھیا نے کوجو نہیں تھی۔ ادھر ادھر جھانک رہا پھر ایک غار مل گیا۔ غدا فارغ کرے۔"

"واپس پر تم پھر اسی کار میں آئے ہو گے؟"

"مست جان جلاؤ در نہ گھون مار کر کھوپڑی پلپ کر ڈول کا؟"

"کیوں پیارے کیوں تاؤ دکھا ہے سو؟"

"پیارے مست کہو۔ پیار سے کہنے والے بچے فراڈ ہوتے ہیں۔ اس سال نے بھی تو کہا تھا۔ پیار۔ سے تمام پھر چاک گیا۔ لیکن پیار سا بارش میں پھینکا رہا جو نہیں گنتے تک مٹھو کراہا۔"

قاسم کی آواز درونک ہو گئی اور اس نے اس بات اپنا بیٹ بیٹھیا جیسے اس وقت بھی جھوٹا ہی ہو۔

"کیا وہ تمہیں واپس نہیں لانی تھی؟"

"نہیں۔ میں وہاں جھنگتا رہا۔ مجھے راستہ بھی نہیں معلوم تھا۔ ایک چرواہے نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ میں نے اسے پیرے چار سو روپے دیے کیونکہ پیرے تین دن بعد یہاں تک پہنچا ہوں۔ وہ بے چارہ اپنی بھڑکی ذبح کرتا تھا اور جھون جھون کر کھے کھاتا تھا۔ گار اللہ تم کتنے لذت گوشت تھا۔ سبحان اللہ! قاسم قاسم شوش پور گھڑ چلانے لگا۔

"لیکن تم جس راستے سے پیدل آئے تھے کم از کم وہ تو تمہیں یاد ہی ہو گا۔"

"نہیں مجھے اتنا ہوش نہیں تھا کہ راستہ یاد رکھ سکتا۔"

"تم بالکل کوڑھ مڑھو تھے جا رہے ہو؟" حمید کو خواہ مخواہ غصہ آ گیا۔

"اسے جہان سمجھال کے راستہ میں ٹھو لالہوں یا تم۔ تم سے کیا مطلب؟ اب تو میں ہی فرید پور گھر کا بی راستہ بھول جاتا گا۔ دیکھتا ہوں کیا کہتے ہو میرا؟"

"تم بالکل گھمے ہو۔"

"تم کوڑھے کے باپ نہیں بلکہ دادو ہوا۔ تمھارے شوں رہو۔ میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں جلاؤ میرا بیچھا چھوڑ دو؟"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قاسم کے بیان پر یقین کرے یا نہ کرے۔ وہ چند لمبے اسے گھوٹا رہا پھر بولا۔ "کیا یہاں کتنی دیر میں تیار ہوئی تھی؟"

"تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟ قاسم غمزا یا۔"

"انسانہ نظر رکھو تاہم نہیں کہلاتا اسے فنکار کہتے ہیں؟"

"کچھ بھی کہتے ہوں تم جاؤ یہاں سے مجھے سوچنے دو؟"

"میں تو سنوں کیا سوچ رہے ہو؟"

"کیوں بتاؤں؟ جاؤ؟"

"دیکھو، تم جو کچھ بھی سوچ رہے ہو اس کا جواب نہیں بجاتے دے سکتا ہوں۔ ویسے تم سوچتے سوچتے رہاؤ بٹ بھی تمہیں جواب ملے گا۔"

"قیوں نہ ملے گا؟"

"دس میل پیدل چلنے سے کم از کم ایک ہفتہ تک دماغ کچھ چوڑھے کھینچنے کے قابل نہیں ہوتا۔"

"نہیں۔ قاسم نے صحت سے کہا۔"

"قطعی۔ چین کے نامور ڈاکٹری میں چوں کا کبھی خیال ہے اور پھر تم تو دس میل سے زیادہ ہی چلے ہو گے؟"

"بہت زیادہ۔ تین دن بعد یہاں پہنچا ہوں۔"

"اور پھر کچھ سوچنے کی کوشش کر رہے ہو۔ لعنت تم۔"

اور پھر یہ۔

"نہیں نہیں۔ کہہ دو تم پر۔ قاسم سر ہل کر بولا۔ "کہہ کر دیکھو کسی گت جانا ہوں؟"

"نہیں ڈیڑھ۔ ان کی سوچ رہے تھے؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ سالا فلازی کیسے خوبت کرتا ہو گا؟" قاسم ناک پر ہنسی لکھ کر بولا۔

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ وہ سمجھا تھا۔ شاید کوئی ایسی بات سوچ رہا ہے جس سے ممکن ہے معلومات میں مزید اضافہ ہو سکے۔

"کیوں۔ فلازی کی محبت کا خیال کیسے آیا؟" حمید نے کہا۔

"پھر وہ اسے کیوں نے گیا تھا؟"

"اس کے باپ سے پوچھ کر جواب ڈول گا؟" حمید نے کہا اور قاسم کے کب سے چلا آیا۔ وہ جلاؤ جلاؤ فرید کی کوئی کہانی سننا چاہتا تھا۔

فریدی نے اسے بہت سکون کے ساتھ سنا۔ وہ کہہ دو درمیان میں دو ایک سوال ہی کر بیٹھا تھا۔ جب حمید کہانی سنا چکا تو اس نے کہا: "قاسم کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں؟"

"تم ہمیں صبر نہ کرو۔ میں اس کی زبان سے سارے سواحات سننا چاہتا ہوں؟"

حمید باپ میں مبتلا ہو کر لگا۔ کہانی سناتے وقت بھی اسے قاسم کی نیت میں فخری محسوس ہوتا رہا تھا۔ وہ اب یہاں سے اٹھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ قاسم کے ساتھ کچھ دیر دل بہلائے گا لیکن ممکن نہ ہوا۔ ہونڈ کے باہر فریڈوں کا پیرہ تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے سارے شہری انہی کی گولیوں کا نشانہ بن کر موت کی آغوش میں جا سوتے ہوں۔ برشلین بھی زندگی کے آثار معتقد تھے۔ لوگ بہت آہستہ آہستہ نکل گئے۔ اور اکایاں جن کے تھکے ہوتے ڈائینٹک یا دیگر کوشش ہاں میں گونج رہے تھے۔ اب شہر میں بھی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے خوفزدہ ہو کر ہونٹ پھیلا دیے ہوں۔ جہاں ہر وقت آکر سڑا لگتا کھیرتا بیٹھا تھا وہاں اب دم ٹھونک والی کستیاں بھی نہیں رہی جاسکتی تھیں۔

حمید ریل نہیں تھا لیکن ماحول کا اثر اس پر کیسے نہ پڑتا۔ وہ قاسم کے متعلق سوچنے لگا جس کے ذہن کی ساخت، آج تک اس کی سمجھ میں نہ آسکتی تھی۔ وہ ان حالات میں بھی سوچ رہا تھا کہ "سالا فلازی کیسے خوبت کرتا ہو گا؟"

حمید باپ شہر کا آرام گزی میں لیٹ گیا اور اب قاسم کی کہانی اس کے ذہن میں چلنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔

"سیرا خیال ہے کہ وہ کہانی نہیں حقیقت ہے؟" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"وہ احمق مزدور ہے لیکن اتنا شاندار خوبت اس کے ہاں روگ نہیں۔"

"مگر وہ راستہ بھی بھول گیا؟"

"چرواہا؟" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "قاسم کے بیان کے مطابق وہ انہی اطراف میں نہیں رہتا ہے۔"

"پھر بھی اس کی تلاش آسان نہ ہوگی؟"

"نہیں۔ قاسم نے جو کھیل بتایا ہے اس کے مطابق دشواری نہ ہونی چاہیے۔ دوسرے۔ چرواہے اس سے یقیناً واقف ہوں گے؟"

فریدی نے فون کا ریسورڈ اٹھایا۔ آپرے کو گھر پر واضح کے نمبر بتانے جلد ہی کالکشن مل گیا۔

"سیلو۔" واضح صاحب اب میں فریدی بول رہا ہوں۔ جیکو گھر کے اطراف میں کسی ایسے چرواہے کو تلاش کرانیے جس کی یا میں آکھ پر بند گوشت ہو۔ اتنا زیادہ کہ مشکل مشکل کئی ہو؟"

"کیوں؟ فریڈ؟"

"اٹھ مزوری؟"

"مقصود نہیں بتائیں گے؟"

"ابھی نہ پوچھے تو بتر ہے۔ ویسے یہ سب کچھ موجودہ کیس ہی کے متعلق ہو رہا ہے؟"

"اسی بات ہے، اس بیچان کی بنا پر پتا لگانے میں آسانی ہوگی؟"

"شکوہ؟" فریدی نے ریسورڈ رکھ دیا۔

اس کے بعد وہ پھر جیکو گھر کے نقشے پر جھجک پڑا۔

"کیا آپ اس قضیہ میں جھگڑیں محسوس نہیں کرتے؟"

حمید نے کہا۔

"میں اسی قضیہ کا کبیرا ہوں؟" فریدی نے بے پروائی سے کہا اور ہونٹوں میں رہا ہوا سکارا شگلا لگا۔

"اگر فلازی ہی قاتل نہ پایا جاسکا تو پھر آپ کو بھی دیکھ لوں گا؟" حمید نے حل کہا۔

"فلازی کی کٹام ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے اور تم جانتے ہو کہ میں ہر قسم کے آدمیوں سے پتہ چا جاتا ہوں۔ میں آج کی رات اور پھر جاؤں دیکھ لوں کہ وہ اپنی دھمی کو کیسے ہلا کر پہناتا ہے؟"

ڈاکٹر برہمن کی دھمکی پوری ہو کر رہی۔ فریدی ٹراہیمیر پر تھکا جھرا تھا اور کھمکھرا سزا سزا کے آج پچھن ڈوم پر قربان کا سنا ستا سلسلہ تھا۔

دفتر ٹراہیمیر سے آواز آئی: "کرنل فریدی۔ کرنل فریدی۔۔۔ آپ کا خیال درست نکلا۔ نیوری کے ایک جہاز کے پر چھے اڑ گئے۔ اس کی دیر سے دوسرے جہازوں کو بھی تھوڑا بہت نقصان پہنچا ہے۔ وہ جہاز سونا گھاٹ کی طرف آ رہا تھا۔ اس سے متعلقہ ہے ہی فاصلے پر اچانک پانی کی چند لکیریں سی نظر آئیں جیسے جہاز کی روشنی کا ٹکس کھیا گیا اور جہاز آگے بڑھتا رہا۔ لیکن جیسے ہی وہ ان پگتی ٹھونک لکیروں کے درمیان پہنچا بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ بجلیوں میں گھر گیا ہو۔ اس کے نیچے اور چاروں طرف جیلیاں سی کوند رہی تھیں۔

پھر ایک زوردار دھماکا ہوا اور جہاز کے پیچھے سے آگ لگنے۔ خرب و جھار کی درخشاں کستیاں اور لالہ پٹن اٹھ گئیں۔ ابھی تک حالی نقصان کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ کرنل فریدی کیا آپ سُن رہے ہیں؟"

”ہاں میں سن رہا ہوں“ فریدی نے جواب دیا اور
دراصلت نے کہا۔ ”غالباً ان کا خیال تھا کہ وہاں بھی فولادی ہی
سودا ہوگا۔ لہذا سونا گھٹا پر ایک چوڑی ٹیٹا میں موجود تھی
لیکن وہاں دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔ یعنی اوقات تو ہر بین
مجھے کوئی غیبت رُوح معلوم ہونے لگتا ہے“

فریدی کچھ بولا۔ ”دفعہ ظالمیہ سے آواز آئی۔ مکمل
کر لیں فریدی۔ تم نے سن لیا کہ اُس جہاز کا کیا انجام ہوا؟ میں
ڈاکٹر ہرین تم سے مخاطب ہوں۔ تم یہ معلوم کرنے کے لیے
بہت بے چین تھے کہ ڈاکٹر ہرین کی دھمکی کا کیا انجام ہوا؟
سن لیا تم نے؟“

”ہاں۔ میں نے سن لیا لیکن تم ہی اپنے لیے چند دن تک
غیروں کے منتظر رہو۔“ فریدی نے چڑھ کر کہا اور
دوسری طرف سے قبضے کی آواز آئی جیسا نہ بھانپا گیا۔
فریدی سوچ آت آت کے آپریشن روم سے باہر آ گیا۔
کیپٹن حمید بھی اُس کے ساتھ تھا۔ دوسری صبح اُس چرواہے کا
مخارج مل گیا جس نے قاسم کو تھم گڑھ پہنچایا تھا۔ قاسم نے بھی
اُسے شناخت کر لیا۔ چرواہا اُس طرح پکڑے جانے پر پریشان
تھا۔ اُس نے کپکپاتی ہنسی آواز میں کہا۔

”صاحب! انہوں نے روپے اپنی خوشی سے دیے تھے۔
”روپے تم رکھو۔“ فریدی نے نرم بیٹھے میں کہا۔ ”تہیں
صرف اتنا کرنا ہے کہ وہاں تک پہنچا دو جہاں سے انہیں
لانے تھے۔“

چرواہے نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ وہ سمجھا تھا
شاید قاسم سے بلے بونے روپے اُسے واپس کرنے چڑیں گے۔
فریدی کا ارادہ تھا کہ اُسی دن روانہ نہ ہوجائے گا لیکن دشواری
یہ آ پڑی کہ بیمار طیارے جو بیچ سے ٹیک گڑھ کی فضا میں سنبلا
رہے تھے۔ اپنا تک ویلان علاقوں پر چھاری ہم پر سانس لگے۔
”یہ کیا حماقت شروع ہوگئی؟“ حمید نے کہا۔
”ہوئے دو۔ تمہارا کیا نقصان ہے؟“ فریدی بولا۔

”نقصان۔ ارے جناب شاید یہ چرواہا بھی ہمارے ساتھ
جانے پر تیار نہ ہو۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر کبھی تو یہ بات قطعاً غلطی
ہوگی کیونکہ بیماری کے بعد شاید بیٹوں اُن اطراف میں چرواہے
زندگی ہی پڑیں۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔ فرید۔۔۔ دیکھا جائے گا۔
اُسی شام کو وہ نشا کے ڈائیننگ ہال میں کافی رہے

تھے۔ اس وقت لوگ اتنے سراسیمہ نظر نہیں آ رہے تھے جتنے
دو چیک دکھائی دیتے تھے۔ مائیکروفون ریڈیو سے اچھ کر دیا
گیہریہ ریڈیو سے فلی ریکارڈ اور اشتہارات نشر ہو رہے
تھے۔ دفعہ لاڈا اسپیکر میں کوئی فریڈی واقع ہوئی اور ایسی آوازیں
آنے لگیں جیسے بہت سے تھے اور جسے سول میں ایک نام ڈاک
اس کے عادی بن چکے تھے۔ انہیں عین تھکا ہر بین ہی کی آواز
سنائی دے لگی۔

دوسرے ہی لمحے لاڈا اسپیکر سے آواز سنائی دی۔ ”میں
ڈاکٹر ہرین اس ملک کے عوام سے مخاطب ہوں۔ آپ
فولادی سے قطعاً نہ ڈریے۔ اب وہ پھر پہلے ہی کی طرح آپ
کا خادم ہے۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر عالیہ سنبلا سے ٹوٹنے
تھے۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔ لیکن کیا آپ موجودہ حکومت
کو پسند کرتے ہیں؟ پسندیدگی سے اس مسئلے پر غور کیجیے۔ اس
وقت بھی آپ کی موجودہ پریشانی کا باعث آپ کی حکومت
ہی ہے سکتے ہیں جو لوگ ہیں یہ خواہ مخواہ استے ہم پر باادرازی
کیا یہ ضروری ہے کہ میں ٹیک گڑھ کی کے اطراف میں ہوں گا۔
میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اگر میں نہ محسوس کیا کہ یہ حکومت
ناکارہ ثابت ہو رہی ہے تو پھر آج مجھے عوام کی خاطر اُسے
ٹھکانے لگانا ہی چڑے گا۔ میں ہوں آپ کا خادم ہرین۔“

”چور“ فریدی بڑا مسٹرٹھانہ کر بڑبڑایا۔ ہال میں چند
لمحے سا تار ہوا اور ریڈیو اسپیکر میں گرام سن جانے لگا۔
”مجھ میں نہیں آتا کہ یہ ایک ایک بدل کیسے کیا؟“
حمید نے کہا۔

”اور میں سوچ رہا ہوں کہ وہ سونا گھٹا کوئی کی
قبضے میں کیوں نہیں دیکھنا چاہتا۔
”ابھی تک آپ یہی سوچ رہے ہیں۔“
”میرا خیال ہے یہ بہت اہم ہے۔“
”میں آپ سے تفصیل نہیں پوچھوں گا۔“ حمید بڑبڑایا۔
”میں جانتا ہوں کہ آپ نہیں بتائیں گے۔“
”مجھدار ہو۔“

پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ ریڈیو اسپیکر
فلمی گیت اور اشتہارات نشر ہوتے رہے۔

آج دو دن سے قطعاً سکون تھا۔ اس دوران میں فولادی
بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ شہر کی حالت آہستہ آہستہ معمول پر آ
رہی تھی۔ سیاحوں کو واپسی کی اجازت مل گئی تھی لیکن مت
118

باشد مل پراب بھی باندھیاں ماند تھیں۔ فریدی نے سفر کی
تیاریاں شروع کر دیں۔ اس دوران میں اعلیٰ حکام کی طرف سے
براہ راست اُس کے نام بیانات آتے رہے تھے اور وہ بھی انہیں
مطلع کرتا رہا تھا کہ وہ غافل نہیں ہے۔

پھر چرواہوں کا ایک مقرر سا قافلہ ٹیک گڑھ کے ویلان
علاقے کی طرف چل پڑا۔ اُن کی وضع قطع خانہ بدوشوں کی تھی۔
ان میں تین تھوکتا چرواہے تھے اور تین تین قاسم، حمید اور
فریدی تھے۔ اس خیال سے قاسم کو سنا تھا کہ پڑا تھا کہ وہ
اُن کی عدم موجودگی میں اپنے تجربات نہ بیان کرتا چاہے۔
اُس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ ٹیک کی تلاش میں اُن کے ساتھ
چلے گا لیکن حقیقت بعد کو معلوم ہوئی تھی۔ اُس نے حمید کو
بتایا کہ وہ تو دراصل تازہ ذبح کی ہوئی بیٹوں کو کھینچا ہوا گوشت
کھانے کے لیے اُن کے ساتھ آیا تھا۔ وہ جس لمحے بھی آیا ہو
فریدی خود ہی اُسے ٹیک گڑھ میں نہیں پھر رونا چاہتا تھا۔ ایک
جگہ ہنڈاڑک گیا۔ یہاں چاروں طرف بیماری کی تباہ کاریاں
نظر آرہی تھیں۔

”راستہ بند ہو گیا ہے جناب۔“ اُس نے ایک دڑے
کی اشارہ کر کے کہا۔ جس میں بڑے بڑے پتھروں کے ڈھیر
نظر آ رہے تھے۔

”یہ نقصان ہوا ہے بیماری سے“ حمید بڑبڑایا۔
”بناؤں۔ راستہ۔“ قاسم نے فریدی سے پوچھا۔
”مٹھرو۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ہم تو کسی نہ کسی
طرح گڑھی جائیں گے لیکن ان بیٹوں کا مسئلہ خیر صاف ہے۔
”انہیں میں گودیں اٹھاؤں گا اور پہنچا دوں گا۔“
قاسم نے کہا۔

”سنو۔“ فریدی نے چرواہے کو مخاطب کیا۔ ”میرا خیال
ہے کہ تم اپنے دونوں ساتھیوں کو نہیں چھوڑو۔ آؤ یا دس
بیٹوں کے ساتھ چلو ان کی تحیت نہیں ادا کر دی جائے گی۔“
”میں صاحب! میں اکیلے تو بھی نہ جاؤں گا۔ میرے
دونوں بھائی ہر حال میں میرے ساتھ جائیں گے۔“
”تمہاری حفاظت کا ذمہ پہلے ہی لیا جا چکا ہے۔“
”کچھ بھی ہوسہاں جائیں گے۔“
”اچھا تو چلو۔ ان بیٹوں کو آگے بڑھاؤ۔“
چرواہا کچھ سوچنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تھوڑا پکڑ
ضرور پڑے گا لیکن میں راستہ مل جائے گا۔“

”کچھ کر دو گی تو تمہیں بھلا کر بولا۔“
وہ پھر دیکھنے لگے اور تھوڑی دیر کی پھر وہ چہرے کے بعد
چرواہے کے بیان کے مخاطب براہ پر لگ گئے۔
”یہ آخر اپنے بھائیوں کے ساتھ جانے پر کیوں ٹھہرے؟“
”بس دیکھتے رہو۔ تم یہ دیکھنا کہ ہم محفوظ ہیں یا ہماری
انہیوں کی اطلاع ڈوسروں کو نہیں ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ان دونوں چرواہوں سے ہوشیار رہنا۔
ان میں سے کم از کم ایک تو میں پہچان چکا ہوں حالانکہ وہ دونوں
بھی میک اپ ہی میں ہیں۔“
حمید دونوں چرواہوں کو گھومنے لگا۔ پھر بولا۔ ”تو کیوں نہ
ان سے نہیں کچھ لیا جائے۔“
”نہیں چلئے دو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارے لیے کارآمد
ہی ثابت ہو سکیں۔“
”آپ کے لیے تو ساپ کے پتے بھی کارآمد ہوتے
ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”یقیناً آخر وہ بھی کام آتے ہیں۔“ فریدی بولا۔
سفر جاری رہا۔ وہ ان واپس میں ایک رات گزار
چکے تھے۔ دوسرے پہاڑوں کا عجیب حال تھا۔ کہیں تو چھوٹے
دنگ کی منگلی چٹائیں ہی چٹائیں بھری ہوئی نظر آتی تھیں اور کہیں
سبز سے ڈھلے چھوٹے پہاڑ تھے۔

حمید کو تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ”طلم ہوشربانی
علاقے“ میں سفر کر رہا ہو۔
قاسم کی زبان تھکن کے باوجود بھی جتنی تازگی تازگی
یا تو تھکن کا ہوتا یا نہ ہونے والی محسوس کا۔ زندہ اور جیتی بیٹوں
کو بھی وہاں ہی لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھتا جیسے کمال سیت
چبا جائے گا۔

دوسری رات گزارنے کے لیے وہ ایک ایسے مقام
پر رُکے جہاں سطح زمین مشکل ہی سے نظر آتی تھی۔ چاروں
طرف اُدبھی نیچی اُسامواری چٹائیں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہیں کوئی
غار بھی نہ مل سکا۔ اس لیے رات کھلے ہی میں گزارنی تھی۔ ایک
بیٹے ذبح کی گئی اور اُن کو کھلوں پر بھجورنی جانے لگی جو چھوڑوں پر
بارک کے لائی گئی تھیں۔ کھانے کا مسئلہ ذہن میں محفوظ کی ہوئی
غذاؤں سے بھی حل ہو سکتا تھا گڑھ تھوڑی سی تفریح بھی چاہتے
تھے۔ پھر حمید کو ذہن والی غذاؤں سے اللہ واسلے کا پیر تھا۔

پیٹ بھر جانے پر وہ سونے کے لیے بیٹ گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد خزاؤں کی آوازیں فضا میں منتشر ہونے لگیں لیکن فریدی جاگ رہا تھا۔ وہ اور حمید باری باری سے سوتے تھے مگر ڈوسروں کو اس کا علم نہیں تھا۔

آسمان سیاہ بادلوں میں چھپا جا رہا تھا۔ کہیں آکا دکاتا ستارے دکھائی دیتے لیکن دن بھر کی ٹھکن ایسے بھی آئیں خوابوں کے جزیرے کی سیر کر رہی تھی۔ فریدی نے کوٹ بدلی اور پھر کب تک اچھیل کر بیٹھ گیا۔ یاتیں جانب والی ڈھلان سے روشنی نظر آئی تھی۔ حمید اُس کے قریب ہی تھا کہ اُس نے اُسے جھنجھوڑا اور ساتھ ہی اُس کے منہ پر ہاتھ بھی رکھ دیا۔

حمید بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔
 "فلوادی" فریدی نے آہستہ سے کہا: "اُو ڈھچپ چاپ ادھر چلیے آؤ۔" وہ اُسے ایک تڑپتی چٹان کے نیچے کھینچ کر لے گیا۔

"اُس کی روشنی سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنا" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "بہی ایک تدریب ہے جسے اختیار کرنے پر ہم اُس سے بچ سکیں گے۔"

ذرا ہی سی دیر میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی کیونکہ یہ حقیقتاً فلوادی ہی تھا اور اُس نے شیشب سے سر اُٹھا رہا تھا۔

حمید کو اُس وقت ہوش آیا جب اُس نے اپنے کان کے پاس ہی کوئی چلنے کی آواز سنی اور ایک ایک اندھا پھیل گیا۔
 "وہ مارا" فریدی دے ہوئے جوش کے ساتھ بڑبڑایا۔
 "یعنی... یعنی..."

"فلوادی اندھا ہو گیا۔ اب وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے گا" دفعۃً فلوادی چنگھاڑنے لگا۔ "تمکھامو۔ یہ کیسے ہوا؟ تم بڑے سو رہے ہو۔ گوئی کس نے چلانی تھی... کس نے چلانی تھی؟ اچانک نارنج کی روشنی فلوادی پر پڑی۔ یہ تیار ہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں تھی۔ قائم بھی اُٹھ بیٹھا تھا۔

"جواب کیوں نہیں دیتے؟" فلوادی چنگھاڑا۔
 "چنانہیں" چرواہے نے سمجھائی ہوئی آوازیں کہا اور پھر اُس نے چاروں طرف نارنج کی روشنی ڈالی۔ ساتھ ہی اُسے ہاتھ لگا کر پوچھا۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" اُس نے قائم سے گنج کر پوچھا۔
 "میں قی جانوں؟"

"یہ کون ہوتا تھا؟" فلوادی نے پوچھا۔
 "موتلاادی" چرواہے نے جواب دیا۔ "وہ دونوں غائب ہیں۔"

"انہ میں تمہیں متا کروں گا۔ تمہاری ہی منتقلت کی بنا پر یہیں اندھا ہو گیا۔"

"اُسے تلخ کہاں ہے اندھی کے؟" قائم دھاڑا۔
 "اُسے گولی مار دو" فلوادی نے کہا۔ "میں اب بالکل بے کار ہو چکا ہوں۔ نہ چنگاریاں برسا سکتا ہوں اور نہ اُس قابل بن سکتا ہوں کہ حملوں سے خود کو بچا سکوں۔"

شاید اُس نے ٹرانسکر دبانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی کے ریلوے سے پھر ٹھٹھا نکلا اور اندھیرے میں ایک جمع دور تک لہرائی چلی گئی۔

"آؤ" فریدی نے حمید سے کہا اور چٹان کی اوٹ سے نکل آیا۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں ریلوے اور تھا اور یاتیں میں نارنج۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ کو پر اٹھاؤ" فریدی نے پوچھنا شروع میں کہا۔ ایک چرواہا اپنا دایا ہاتھ یاتیں سے دبانے بچوئے ٹھٹھا کھڑا تھا۔ اُس کے داہنے ہاتھ سے خون کا ٹوکرا جاری تھا۔

"یہ کون ہے؟" فلوادی سے آواز آئی۔
 "تمہارا باپ ہے سالے" قائم نے ایک بے ہنگم قبیلہ لگا یا۔

فریدی اُس طرف دھیان دے لیے بغیر زخمی چرواہے سے بولا۔ "کیوں ڈر رہیں ہماری یہ ملاقات کئی دھچپ ہے؟"

"ڈر رہیں۔۔۔" حمید تیز آواز میں بڑبڑایا۔ "یوں کہ" "ہاں" فریدی بولا۔ "ڈر رہیں! غالباً اب تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے۔"

"کیسے ممکن ہے؟"
 "سب کچھ ممکن ہے۔ ابھی بہت کچھ دیکھ گئے۔" دفعۃً فلوادی آگے بڑھا۔ لیکن کسی اندھے آدمی ہی کی طرح لوکھڑاتا ہوا اُن دونوں کے درمیان سے نکل گیا۔ پھر وہ پانگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ اُس کے ہاتھ اس طرح غلام میں پھیلے اور سستے سبے جیسے کوئی اندھا کسی کو ڈھونڈ رہا ہو۔

قائم نے حمید کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچتے ہوئے

کہا۔ "مجھے نارنج دکھاؤ"
 "کیا کرو گے؟"
 "سمجھتا ہوں گا"

حمید اُسے روشنی دکھانے لگا۔ قائم کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ دفعۃً وہ ٹھٹھا کر ایک بہت دزنی پتھر اُٹھانے لگا اور حمید کی "ہائیں ہائیں" کے باوجود پتھر اُس کے سر سے بلند ہو گیا۔

"تمہو اور پتھر" فریدی بھی بول پٹا۔
 مگر کوئی ششما ہے۔ قائم نے وہ پتھر فلوادی پر دے مارا

اور فلوادی پتھر سمیت زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے سینے سے جھانکنے والی کی رنگوں کی روشنی ابھی غائب ہو چکی تھیں اور وہ بالکل خاموش تھا لیکن اسی وقت شیشب سے بے شمار دلوں کی آوازیں آنے لگیں۔ آنے والے شاید دور دراز تھے۔ حمید اُنہیں چھوڑ کر شیشب کی طرف چھپا۔ سر پر پہنچنے ہی اُس نے نیچے کی جانب دو تین فائر تھونک دیے۔ وہ پنے در پنے فائر کرتا رہا۔ نیچے سے بھی فائر ہونے لگے۔

ادھر فریدی قائم کی مدد سے ان دونوں کو مانہ پور رہا تھا۔ رات کا ستارٹا فائر لوں کی آواز سے مجروح ہوتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جب فریدی نے محسوس کیا کہ وہ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں۔ اُس نے بڑی چھرتی سے اپنا قبیلہ تلاش کر کے اُس میں سے سفی ٹرانسکر نکلا اور جلدی جلدی کہنے لگا۔

"قریب آ جاؤ۔ قریب آ جاؤ۔ فریدی اسپیکنگ۔
 اب تم لوگ ان پر حملہ کر سکتے ہو۔"



حمید کو اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ کتنا کشتی دیر تک جاری رہا تھا۔ ویسے یہ ضرور ہوا کہ اس آواز فریدی کی ساتھ چھوٹ گیا۔ دے ویسے جس کا بھی ہاتھ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اُسے کھینچتا ہوا ایک طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ خیال یہ تھا کہ وہ قائم کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔ فائر لوں کی آوازیں اب نہیں آ رہی تھیں لیکن وہ دور تھے جو تھے قدموں کی آوازیں اب بھی سن رہا تھا۔ کھٹا ٹوٹ اندھیرے میں وہ کی بارگرتے کرتے بجا۔ وہ ایک بار چٹا فون سے بھی کھانا یاد پھر آخرا سے ڈگن پڑا۔ وہ ڈر کر نہیں بھاگا تھا بلکہ اُس کے قدم غیر ارادی طور پر ایک طرف اُٹھ گئے تھے۔ ادھر اُس اندھیرے میں کسی ایک جگہ ٹھہرنا حاجت ہی ہوتی جب کہ اُسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ فریدی نے ٹرانسکر پکڑ کر اُس میں کوئی طب کیا تھا اور ان کا حملہ کس جانب

سے ہوگا؟ حملہ آوروں کا رخ کبھر ہے؟
 "قائم" اُس نے آہستہ سے کہا۔
 لیکن جواب نہ ملا۔

حمید نے ہاتھ چھوڑ کر نارنج نکالی لیکن ارباب اُس کی روشنی میں اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ یہ جڑی چرواہا تھا جو رہتا کی حیثیت سے ان کے ساتھ آ رہا تھا۔ دوسرے لمحے حمید نے ریلوے نکال کر اُس کے سینے پر کھوکھ دیا۔
 "تم نے میں دھوکا دیا؟" وہ اُسے لات مار کر ایک طرف گراتا ہوا بولا۔

"ارے حضور تھے تو یہی جیسے آپ نے راستہ دکھانے کے لیے رو پے دیے تھے۔ اُس طرح اُنہوں نے بھی دیے تھے۔ میں کی جانوں سرکار کہ آپ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"تو نے اُنہیں اپنا بھائی کیوں ظاہر کیا تھا؟"
 "اُنہوں نے ہی کہا تھا۔ میں نے اُن کو بتایا تھا کہ پولیس والے مجھے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ میں کسی اور کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا لیکن اُنہوں نے اس سے زیادہ رو پیڑیا تھا جتنا آپ سے ملا تھا اور کہہ گئے ہیں اپنا بھائی ظاہر کر کے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"
 "تیرے بھائیوں نے جرم کچھ بھی کیا ہے اُس کا بدلہ چھ سے لیا جا سکتا ہے۔"

چرواہا بگڑا نہ لگے۔۔۔ اور اچانک حمید کی شبیر کی طرح زمین پر چلا آیا۔ کسی نے اُس پر چھانک لگانی تھی ساتھ ہی اُس نے چرواہے کی چیخیں بھی سنیں۔

چرواہے نے فریدی میں ہوا تھا اس لیے حمید کو بھانسنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ حملہ آور یا بچ یا پھٹے یا ممکن ہے اس سے بھی زیادہ رہے ہوں۔ حمید کو صحیح اندازہ نہ ہو سکا کیونکہ اُس کا سر بہت زور سے پتھر پٹی زمین پر پڑا تھا اور چرت ایسی نہ تھی کہ وہ تھوڑی ہی دیر ہوش میں رہ سکتا اور جب ہوش آیا تو اُنہیں خیر ہو گئیں۔ کپتیاں ترختے تھیں ماسیا معلوم ہوا جیسے اُنہیں اپنے حلقوں سے باہر جا رہی تھیں۔ اُس نے بوکھا کر دونوں ہاتھ اُنکھوں پر رکھ لیے۔ اُسے اپنے چاروں طرف صدا بلب روشن نظر آئے۔ ہتھائی تیر روشنی والے بلب اور پھر کچھ دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ اُس کا سارا جسم سینے میں ڈوبا ہوا ہے۔ کمرہ بے حد گرم تھا اور شاید یہ آج اُنہی لمبوں سے خارج ہو رہی

تھی لیکن اس کی تصنع حیرت انگیز طور پر نائل ہو گئی تھی۔ اُسے
 طبعی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ کچھ دیر پہلے بے ہوش رہا ہے۔
 اُس نے پھر آنکھیں کھولیں لیکن اُس روشنی کی تاب نہ لاسکا۔
 اُسے یاد آیا کہ اُس کی جیب میں تاریک شیشوں کی ایک
 ٹینک بھی تھی۔ اُس نے اپنی جیبیں ٹٹوئی شروع کیں۔ ٹینک تو
 بل کی لیکن دیواروں غائب تھا گھر پر یاد آیا کہ دیواروں تو اُس
 اُس کے ہاتھ میں تھا جب کسی نے اُس پر پھلنگا لگائی تھی۔ اُس
 نے ٹینک نکال کر آنکھوں پر لگائی۔ اب وہ بخوبی یاد آ رہی تھی۔ یہ ایک
 دیکھ کر تھا لیکن روشنی اب بھی غامض تیز لگ رہی تھی۔ یہ ایک
 کافی وسیع کون تھا لیکن حیدر کو کہیں کھڑی یاد روازہ نہیں دکھائی دیا
 پھر یہ سوچ کر اُس کا دم ٹھٹھنے لگا کہ وہ ایک بہت بڑے صندوق
 میں بند کر دیا گیا ہے لیکن یہ کون کون سا جھنڈا ہے جس کی جھانپنے سے وہ
 ڈرہ براہر نکال نہیں سکتا۔ اُس نے غصے سے اُٹھ کر اُڑا کر دیکھا۔
 ضروری تھا کہ وہ کھٹن کے اسماں کو نشانہ کرنے کی کوشش کرتا۔ یہ
 خیال آتے ہی اُس نے اپنے ذہن کو ادھر ادھر جھٹکانا شروع کر دیا۔
 کچھ دیر بعد اُس کی کیفیت کی جانب ایک دیوار میں اچانک دروازہ
 نمودار ہوا لیکن حیدر کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ دروازے سے
 اندر آنے والی ایک عورت تھی جس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔
 اُس کے اندر آتے ہی دیوار پھر برابر ہو گئی۔ اُس عورت کے
 قدموں کا آواز پر حیدر چمک پڑا۔
 عورت نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
 اُس عورت نے بھی تاریک شیشوں کی ٹینک نکال رکھی تھی اور
 جب اُس نے اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹائی تو حیدر اچھل
 کر کھڑا ہو گیا۔
 یہ تھم تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دکھائی
 دی لیکن اُس مسکراہٹ کا مفہوم کون کون سا تھا۔ پتا نہیں
 وہ طنز یہ مسکراہٹ تھی یا اس حالات پر خوشی کا اظہار تھا یا کوئی
 عادتاً ہونٹوں پر کھینچا ڈپیدا ہو گیا تھا۔ اگر اُس کی آنکھوں پر
 تاریک شیشوں کی ٹینک نہ ہوتی تو حیدر کو اس مسکراہٹ پر
 اُلجھن میں نہ مبتلا ہوتا۔
 ”تم آخر آئی آ گئے۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔
 ”ہاں لیکن اب یہ معلوم ہو گیا کہ ہرین اور اگلکڑوں میں
 کتنا گہرا تعلق تھا؟“
 ”تم نہیں سمجھے؟“ ٹیلہ نے مغموم لہجے میں کہا۔ ”میں
 ہرین کے لیے بہت رنجیدہ ہوں۔ وہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔“

”کیا مطلب؟“
 ”مطلب نہ چھپو۔“ ٹیلہ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
 ”میرے ساتھ بھی فرماؤ کیا؟“
 ”یعنی؟“
 ”یعنی مطلب۔“ ٹیلہ حیران لگی۔ ”اپنی فکر کو روتم نہ وہ نہیں
 بچو گے۔ بابا آج کل بہت زیادہ خونخوار ہو رہا ہے۔“
 ”مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔“ حیدر مسکرایا۔ ”میں نے پچھلے سال
 ایک بڑی آجی وفات پیا تھا۔ تم مجھے ہرین کے متعلق بتاؤ۔
 آج کل وہ بڑا کڑا کڑا کڑا ہے۔ تم مجھے ہرین کے متعلق بتاؤ۔
 ”نہیں۔۔۔ وہ ہاتھ لگے اور مڑا۔“
 ”تب تو تم اپنے بابا کے کون دفن کا انتظام ابھی سے
 شروع کر دو رہے ہو سکتا ہے کہ میں وقت پر نہیں پریشانی ہوں۔“
 ”بابا پر ہاتھ ڈالنا بہت مشکل ہے۔ ویسے اب مجھے اُس
 سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ وہ صرف ایشیا کا مانتا ہے اور اُس کا
 کوئی اقدام مقصد سے خالی نہیں ہوتا۔ شاید اُس نے اسی دن
 کے لیے میری پرورش کی تھی کہ میرے ذریعے سے ہرین جیسے
 کسی آدمی تک پہنچ سکے۔ اب اُسے شکست دینا بہت مشکل
 ہے۔ وہ ساری دنیا کو تباہ کر سکتا ہے۔“
 ”فولادی کو تم نے تباہ کر دیا؟“
 ”فولادی نے ٹیلہ ہونٹ مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اُس کی حقیقت
 تھی؟ یہاں اُس سے بھی زیادہ خونخاک ملاؤں موجود ہیں۔ ایسے
 حربے جو ریڈیائی لہروں سے کسرتے ہوئے ہیں۔ صرف ایک نکلے
 کا سونڈن نے جہاز کے پرچے اُڑا دیے تھے کیا تم بھول گئے؟
 کا سونڈن سمجھتے ہو؟“
 ”نہیں، پہلی بار نام سن رہا ہوں۔“
 ”ایک مختصر نام جس میں کا سمک شخامیں مقصدتیں ادا
 اُسے سونگھا تھا۔ یہ سبھی کے لیے فولادی کو استعمال کیا گیا
 تھا پھر ریڈیو کنٹرول کے ذریعے یہیں بیٹھے بیٹھے وہ دم چھانڈیا
 گیا۔ جہاز کے بیٹھے اُڑ گئے۔“
 ”لیکن ہرین کیسے قابو میں آیا تھا؟“
 ”بابا نے مجھ سے کہا تھا کہ شاید ہرین تم سے دوستی کرنا
 چاہتا ہے۔ لہذا تمہیں بھی چاہیے کہ اُس تک پہنچنے کی کوشش
 کرو۔ میں نے فولادی سے ایک درخواست ظاہر کی کہ اُس کا
 گھر دیکھا جاتی ہوں۔ دو تیار ہو گیا۔ لیکن میں تنہا نہیں جانا جاتی
 تھی۔ بابا پہلے سے جا چکا تھا اور گرہ والوں میں سے کوئی بھی

نہیں تھا۔ میری نظروں سے پرہیز ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ اُس کی کوساٹھ
 لے چلوں۔ فولادی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ اپنے
 ساتھ ایک عجیب وضع کی گاڑی لایا تھا جو اُس کی کوساٹھ کی ایک
 جگہ فولادی نے سونے کو اُتار دیا۔ پھر میرے احتجاج پر بولا کہ وہی
 میں اُسے ساتھ لے گیا جائے گا۔ یہ حال ہوا ایک ٹکر اُسے
 جہاں دو آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے میری آنکھوں پر
 پٹی باندھ دی۔ خود ہی دیکھنے اُنھوں نے اُنھوں کی طرح جتنا پڑا ادا
 پھر جب میری آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو میں نے خود کو یہاں پایا۔
 میرے گرد چھتیں آدمی تھے اور اُنہی میں ہرین بھی تھا۔ وہ سب
 مجھے دیکھنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹے بڑے تھے ہرین
 نے بتا دیا کہ وہ اور اُس کے ساتھ تقریباً دس سال بعد کی عورت کو
 اپنے قریب سے دیکھ رہے ہیں لہذا میں ان کی کوساٹھ میں
 حرکت سے اشرزدوں۔ اُس نے کہا کہ وہ مجھے ایک جڑی ادا بہت
 روٹی کھاتا ہے۔ ابھی وہی سب ہوا تھا کہ بابا اور اُس کے دس
 ساتھی ہاتھوں میں ٹائیٹس لے داخل ہوئے۔ اُن لوگوں نے
 پہلی کا پڑوں کے ذریعے ہمارا تقاب کیا تھا۔ دیکھتے دیکھتے
 ہرین اور اُس کے ساتھی قیدی بنائے گئے تھے۔ کاش مجھے
 پہلے ہی یاد آجاتا کہ بابا کے پاس دو بے آواز ہلی کا بیج ہی
 تو نہیں ہیں اور کاش نہ کر تے۔“
 ”مگر ہرین نے اُسے ان چیزوں کا استعمال کیسے بتا دیا؟“
 ”ہرین مرنا نہیں چاہتا۔ بابا نے اُسے ایسی اذیتیں دی
 ہیں کہ شیطاں کا کھچو بیج پانی ہو جاتا۔ اب وہ ایک بے بس کتے
 کی طرح اُس کا ہر حکم بجا لاتا ہے اور میں اب بابا کی شکل نہیں
 دیکھنا چاہتی لیکن میں نے اپنی نفرت اُس پر نہیں ظاہر ہونے دی۔
 اچھا۔ اچھا۔ تیار ہو جاؤ۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تمہیں اُس کے سامنے
 پیش کروں۔“
 ”ٹیلہ نے دیواروں کو نکال لیا اور حیدر نے مسکراتے ہوئے
 بائیں آنکھ دیا کہ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔
 ”سیدھے چلو۔“ ٹیلہ آہستہ سے بولا۔ ”میں مجبور ہوں لیکن
 حتی الامکان کوشش کروں گی کہ تمہیں بچا لیا جائے۔“
 ”شکر ہے۔“ اِس بیج جانے کے لیے کسی کا کتھا ج نہیں بن
 سکتا۔ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔“
 ”بابا بہت خطرناک ہے۔ وہ کونل فریڈی کو بھی ہلاکت
 کھاتا ہے۔“
 ”حیدر جیسے ہی دیوار کے قریب پہنچا دروازہ نمودار ہو گیا۔

"میں تمہارے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ تم اپنی زبان بند کرو۔"

"دُرجین مجھے ضرور سزا دے گی!"

"کس میں بہت ہے؟ دُرجین سب سزاں کر لولا، کل تک تو میرا ماتحت تھا۔ مگر آج مجھ پر آنکھیں نکال رہا ہے۔"

"مجھے گھنٹوں ملنا کس نے سکھا یا تھا؟ بوڑھے نے زہریلی مٹی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"میں صرف رانا صاحب کو جواب دہ ہوں۔ اور تم سب میرے ماتحت ہو۔"

"اُدھ کتنے کے پلٹے۔ گوروا مٹا دیا۔ تو ایک سرکاری سرفرازوں کے سامنے رانا صاحب کا نام لے رہا ہے۔"

"خش آپ۔ ذلیل مگر کام ڈرجین بھی اسی انداز میں دبا ڈالا۔ کیا یہ سرفرازوں اب آسمان دیکھ سکتا ہے؟"

"لیکن رانا صاحب کا نام تیری زبان پر کیسے آیا؟ مجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔ بوڑھے نے استہسارے سے کہا اور پھر شتم کی طرت دیکھ کر کہا۔ "نیلیم تیرے باپ کا قاتل ہی ہے۔ تیری ماں پر اس نے گولی چلائی تھی اور گولیاں اس پر پڑی تھیں وہ گولی تھی؟"

"بابا!"

"ہاں نیلیم۔ بابا بڑا آدمی ضرور ہے لیکن وہ خواہ مخواہ ٹھوٹ نہیں بولتا۔"

"تو میرے باپ کا قاتل ہے۔ نیلیم نے دُرجین کو نشان بد کیا۔

"مجھے یاد نہیں۔ دُرجین نے بے پردائی سے شانوں کو جنبش دی، میرے پاس مقتولوں کی ذہنیت کبھی نہیں رہی۔"

"نیلیم نے اپنے ماتحتوں کو دے جوڑنے دیا اور پر نظر ڈالی لیکن پھر اُسے یہ کہہ کر ٹوڑھے کی طرت اُچھال دیا۔ "اتنی پیاس ہے بابا، مزے لے لے کر بیٹھا جاتا ہے جوں۔"

"بوڑھے نے دُرجین اور اپنے ماتحتوں پر روک لیا نیلیم دوسرے ہی لمحے میں اپنی بیٹی سے خیر نکال لی تھی۔

"کیا تمہیں اس ختمی مٹی لڑکی پر رحم نہیں آیا؟ دُرجین نے بوڑھے سے کہا۔

"نیلیم۔ تیری تربیت میرے ماتحتوں سے ہوئی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ بابا۔۔۔"

"کہا اور کسی شیرنی کی طرح دُرجین پر چھپٹ پڑی۔ دُرجین۔۔۔ زہریلی دیا۔ وہ کسی دیوانے کی طرح ہنس رہا تھا۔ نیلیم دُرجین کو دوسرے جیلے کی تاک میں تھی۔ اس بار اُس نے چھلانگ لگائی۔ دُرجین نے پینہ بھلا لیا لیکن حمید

میتھرہ گیا۔ پہلے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے نیلیم نے چھلانگ لگائی ہو۔ لیکن حقیقت صرف اتنی تھی کہ اُس نے دُرجین کو دھوکا دیا تھا۔ چھلانگ تو حقیقتاً اُس وقت لگائی تھی جب دُرجین بینڈر بدل چکا تھا۔ نیلیم خیر بچ کر بچے بھٹ آئی۔

"بہت اچھے۔۔۔ بہت اچھے۔ بوڑھے نے سرفراز بولا۔

"اس بار دُرجین شتم پر چھپٹ پڑا۔ لیکن نیلیم اس کی باتیں پسلی پر وار کرنی ہوتی ہے بچھے بھٹ گئی۔

"واہ بیوی کیا ہوتی تھا۔۔۔ جیوڑو حمید میرا ساتھ بولا۔

"دیکھا دُرجین بدوش بھی تعزیت کرتے ہیں۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا۔ "لیکن تم میری محنت کی داد نہیں دیتے۔"

"دُرجین کھڑا آگے۔۔۔ بچھے چھوڑا۔ ہاتھ۔ اُس کی آنکھیں لگا رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُسے دکھائی ہی نہ رہے ہو۔ وہ ایک بیک بوڑھے کی طرت جھینسا لیکن شتم نے اُس کے بال پکڑ لیے اور ہتھکڑا کر دیا جیسی پٹی پر بھی ایک وار کیا۔ اس بار دُرجین اپنے بیروں پر ہڑا نہ رہ سکا۔ فرش پر خون پھیل رہا تھا اور دُرجین کے ہاتھ اُس پر اس طرح پھیل رہے تھے جیسے وہ دوبارہ اُسے اپنی لڑکیوں میں لہریا جاتا ہو۔

"اب تم اسی طرح سکتے رہو۔ نیلیم نے قبہ لگا کر کہا۔

"میں آخری اور حیدر کوئی وار ہرگز نہ کروں گی۔"

"شاماش۔۔۔ تو بابا کی بیٹی ہے۔ بوڑھے نے کہا۔

"نیلیم کچھ نہ بولی۔ وہ کسی ایسے شہر سے تھی کہ اس طرح دُرجین کی طرت دیکھ رہی تھی جس نے کسی تہی کے پر توڑ کر اُسے فرش پر ڈال دیا ہو۔ اُس کے چہرے پر فوشی اور حیرت کے بٹے چلے آنا شروع ہوئے۔ جیسے اُسے اپنے اس کارنامے پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔

"جب خود کو بیروں پر اظہار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیوں؟ کیسٹن۔ کیا تم بھی اسی لڑکی کے ماتحتوں میں شرمنا پسند کرو گے؟" بوڑھے نے مسکرا کر حمید کو مخاطب کیا۔

"مہرگز نہیں۔ حمید جیسا جو اب اسکا بھائی ہے۔ اچھے اردو شاعری کے قائل محبوب سے ہمیشہ نفرت رہی ہے لیکن میں ایک خاص قسم کی موت زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

"وہ خاص قسم کی موت کون سی ہے؟"

"تم کا شروع کر دو۔ میرا نام اب الرحمان۔ پستے والا میں ہوں بھان۔ بس میں یہیں پہنچ کر کھان دے دوں گا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے؟ پورنسا بھلا گیا۔

"بس میری جان یہ مجھ کو ڈبو۔ اور۔۔۔ یہ مجھ ہمیشہ سے محسوس ثابت ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے دُرجین نے بھی پچھا تھا۔ اُس کا اہم تمہارے سامنے ہے؟"

"نیلیم۔ اسے جی فم کر رہے۔ بوڑھے نے کہا۔

"نیلیم چند لمحوں میں گھومتی رہی پھر بولی۔ "میری عقل ابھی اپنی جگہ پر ہے۔ یہ ایک عیرواشی سزا داخل ہوگا۔"

"کیوں؟"

"اسے فریبی کر کھانتے لے لے جاؤ کیوں نہ بناؤ۔ دے دو ہاتھ نہیں لگائے۔ بڑا کامیاب ہے۔"

"بوڑھے کا سر جھنجھٹا ہوا۔ تو ٹھیک کہہ رہی ہے نیلیم۔ حمید رت دیکھ کر اُس نے کہا۔ تم نے دیکھا اس لڑکی کو۔۔۔ یہ ایسے حالات میں ہی غلامنہ کی طرح سوچتی ہے۔"

حمید بچہ نہ بولا۔

♣

میری بھوک دُرجین کسی مرتے ہوئے صحنے کی طرح ڈگرا رہا تھا اور نیلیم ہنس رہی تھی۔ بیچ رہی تھی۔ میں نے آج تک کبھی پرندے کا بھی ٹخن نہیں بہا یا لیکن میں اس وقت اتنی سرور ہوں جیسے میں نے کوئی بڑا کام کیا ہو۔۔۔ بابا کیا میں خوش نظر نہیں آئی؟"

"بہت زیادہ نا پوڑھے نے کہا۔ "تم ہی نہیں میں بھی خوش ہوں کہ آج تمہیں تمہارے والدین کے قاتل سے ملا سکا۔"

"شکریہ بابا۔ نیلیم نے کہا لیکن حمید نے اُس کے پیچھے میں بھی سی تھی جی محسوس کر لی۔ ابھی تک اُس کی نظروں سے صدا باعجب لڑکیاں گزرتی تھیں۔ لیکن یہ لڑکی عجیب ترین تھی۔

دفنٹ یا میں جانب دان دیوار سے ایک دروازہ نما غلام نمودار ہوئی اور حمید کو قائل نظر آیا۔ جسے دو آدمی دھکیل دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جی اسی کر رہے ہیں۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

حمید کو دیکھ کر اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی پتا نہیں یہ خوشی کا تھا یا حیرت کا۔

"بوڑھے نے اُن آدمیوں کو مخاطب کیا جو قائم کولائے تھے۔

"وہ کہاں ہے؟"

"تلاش جاری ہے۔ ایک نے جواب دیا۔ "میں یقین ہے کہ کچھ دیر بعد وہی ہمیں نظر آئے گا۔"

"جاؤ تلاش کرو۔ بوڑھے نے ٹھیلے پیچھے میں کہا۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ "دیکھا تھا شاید فر۔۔۔ جی اُن کے ہتھے چڑھ گیا۔"

اُس نے قائل کی طرت دیکھا جو استہسارے سے کہہ سکتا ہوا حمید کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لیکن ابھی شاید اُس نے نہ تو نیلیم کی موجودگی محسوس کی تھی اور نہ اُس زخمی کو دیکھ سکا تھا جو اب بے ہوش تھا۔

"ارے باپ رے۔ نیلیم پر نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑا اور بوڑھا اُسے گھورتے لگا۔

"قبول۔ نیلیم۔ وہ بھڑائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم گھبراؤ نہیں۔ میں ان سبھوں سے کچھ کروں گا۔"

نیلیم نے ایک ہلکا سا قبہ لگا یا اور بوڑھے کی طرت دیکھ کر بولی۔ "یہ بے چارے ہی سمجھتے رہے ہیں کہ میں تم لڑکوں کے مخالف کی شکار ایک بے سہارا لڑکی ہوں۔"

"اور کیا تم قائل سہارا لڑکی ہو؟ تم اس بے چاری کو چھوڑ دو۔ جا بے مجھے بھائی دے دنا۔"

"قائل ہوش میں آؤ۔ حمید بولا۔ "ہم ابھی تک دھوکا کھاتے رہے ہیں۔ یہ لڑکی اسی کردہ سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔"

اردو۔۔۔ آدھر دیکھو۔ وہ لاٹا اسے شتم ہی نے ابھی ابھی میری آنکھوں کے سامنے نقل کیا ہے۔"

"ارے باپ رے۔ قائل نے بوکھلا کر شاید پیٹ پر ہاتھ پھیرنا چاہا لیکن ہاتھ تو پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

"میں پیٹ پر ہاتھ پھیرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے بوکھلا کر کہا۔ لیکن شاید اُسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا پھر اُس نے جو جنبش ہوئی شکل بنا کر زور لگا دیا ہے تو اُس کے ہاتھوں کے گرد رسی کے بن تراخ تراخ ٹوٹ گئے اور وہ کچھ کچھ پڑا۔

"تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرو گے۔ بوڑھا لڑا اور کارخ اُس کی طرت کر کے دبا ڈالا۔

"میں تو خوں قائل۔ قائل بھڑائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیکن تم ان لوگوں کے ساتھ کیوں دھکے کھاتے پھر رہے ہو؟ تم شاید خان بہادر عامر کے لڑکے ہو؟"

"تم توں ہو؟"

"میں ساری دنیا کا بادشاہ ہوں۔"

"اُمہیں بھرا کر وہ حمید نے مسکھرا اُڑانے والے انگلہ میں کہا۔

”مجھے خبر کرنا نہیں آتا یہاں صاحب کا قلم لکھنا کر لولا۔“ اس نے بھائی بادشاہ صاحب کو بھرا پھر وہ حمید پر اٹھ بڑا۔ اندازاً بالکل بیٹھیا دل کا ساتھ۔

”اے تم خود غور کر۔ میں رند ہی ہوں کیا کچھ کرتا پھروں تم خود رند ہی ہو۔“

بوزھا ہنس پڑا۔ نیلم بھی ہنسنے لگی۔

دفعہ وہ فیر مکی بڑا سٹمٹ بنا کر لولا۔ جو اب تک خاموش کھڑا رہا تھا۔

متم لوگ دندنے ہو۔ بالکل دندنے۔ اُسے ماری کیوں نہیں ڈالتے؟ ایسا بڑتا تو جانوروں کے ساتھ بھی نہیں کرتے؟

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دُجی دُجی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

متم بہت نرم دل ہو رہا ہے۔ بڑھوسے نے کہا اسی لیے تو نہیں تم پر نائل کیا گیا ہوں۔ تم لوگ اسی لیے پیدا ہوئے کہ تہلہ ام ہم جیوں کے کام آئے۔ تم میں ساری دنیا پر حکومت کرنے کی طاقت ہے لیکن تم اس طاقت کے استعمال سے ناواقف ہو۔ مجھے دیکھنا کہیں تمہاری طاقت کو کس طرح مصرت میں لانا ہوں۔ رحیل آدمی دنیا میں کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ لفظ رحیل دراصل چالاک فرعون کا تراش ہوا ہے۔ جن کام کی بہت نہیں بڑتی اُسے رحیل کے خانے میں ڈال دیا جاتا ہے اور جس کام کے کر گزرنے کی سکت ہوتی ہے اُسے دُوسرے خوب صورت نام دیے جاتے ہیں عوام اس میں بربریت کی حد ہی کیوں نہ ہونے۔

یہ تیسویں صدی ہے۔ ہرمین جہاں اُس کے نام پر خون بہا یا جاتا ہے۔ جو تم سے متفق نہ ہو نہ ہونیت اطمینان سے اُس کی گردن اُڑا کر انسان کو روک۔ امن عالم کے لیے بہت ضروری تھا۔ آدمیوں کی طرح سوچنا کبھی ہرمین۔ فرشتہ نہیں کہ آدمیوں میں رہنا مشکل ہے۔ افسوس کہ علم کی روشنی تمہارے ذہن میں ابلا نہ کر سکی۔ تم اس روشنی کے کارخانے کو روند کر قرار دیتے ہو۔ نہیں تم غلطی پر ہو۔ تمہارے جوہر کسی کی گردن ہی پر آدھانے جاسکتے ہیں مگر نہیں مٹھرو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں یہ بات بیرونی صدی کے مگروں و نریاں والے صحابہ سے کیوں نہ سمجھاؤں جس طرح کسی کی گردن اُڑا دینا امن عالم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اس لڑکی کا یہ فعل بھی بہت ضروری تھا۔ ورنہ آئندہ وہ اس کے بدلے ہزاروں کو بھی قتل کر سکتی تھی۔ یہ عجیب شرفدار ہی تھی تو اس کا باپ قتل کر دیا گیا۔ قاتل اس کی ماں کو بھی زندہ نہیں

چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ اُسے گود میں اٹھا کر گھر سے نکل چلا گیا لیکن قاتل کی کوئی نے اُسے بھی نہ چھوڑا۔ وہ شارع عام پر مڑوہ پڑی تھی اور یہ اُس کی بھانجی سے چھٹی ہوئی پلک رہی تھی اور ان دونوں پر سے بادش کا طوفان گزرا رہا تھا۔ یہ بچی چین ہی سے یہ کہانی سننی آئی ہے اور انتقام کی آگ اس کے ریشے ریشے میں لٹکتی رہی ہے۔ اگر وہ قاتل اُسے نہ بلتا اور یہ اُس سے انتقام نہ لیتی تو ہو سکتا تھا کہ یہ بھی پورے معاشرے کے لیے فخر بن جاتی لہذا اس وقت جو کچھ بھی ہوا ہے اُسے تم زندگی نہیں کہہ سکتے۔ یہ کل کی بتا ہی سے نیچے کے لیے بہت ضروری تھا۔ فیر شاہ ذی شاہیاد ہم توڑ رہا ہے۔ اب تم اُسے فاک کو دو۔ ہرمین کچھ بولا۔ دُرجن جیج تڑپ رہا تھا اور شاید یہ اُس کے اعصاب کا آخری کھینچا وقت تھا۔ دفعہ اُس کی گردن ایک جھکے کے ساتھ ڈھلک گئی اب وہ بالکل سالک تھا۔

”مجھے سر دی نگ رہی ہے بابا۔ نیلم سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تن کر کھڑی ہو جاؤ اور یہ سوچو کہ تمہیں اُسے ایک بار اور قتل کرنا ہے۔“ بڑھوسے نے جواب دیا۔

”جھے سر دی نگ رہی ہے بابا۔ نیلم سے پہلے ہی کے انداز میں کہا۔ ایسا منوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے بڑھوسے کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ پھر وہ اندھوں کی طرح توتوتی ہوئی اُس کے فریجی اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ بالکل اسی طرح کا تب نہری تھی جیسے سر دیوں کی بادش میں درنگ بھیگتی رہی ہو۔ اُس نے دروں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ بڑھوسے نے بے پروائی سے اپنے شانوں کو گھنٹش دی اور ہرمین بولا۔

”کیا تم نے سنا نہیں؟ چلو۔۔۔ اس لاش کو رکھ کا ڈھیر بنا دو۔“

”یہ کیا سوچ رہا ہے؟“ حمید بھائی نے۔

”قائم بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔ حمید کچھ نہ بولا۔

ہرمین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دیوار کی طرف جا رہا تھا۔ اُس نے ہنٹھکی گئے بڑھوسے ہاتھ اٹھا کر دیوار پر ایک جگہ اُنکلی رکھی اور دُوسرے ہی لمحے عجیب قسم کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ وہاں جانب والی دیوار ترقی۔ اُٹا اور ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا صندوق فریش پر چھپتا ہوا اُس کے وسط میں اُڑا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی گیارہ گشت ریلوے لائن پر دوڑتے دوڑتے ٹوک گیا ہو۔ ہرمین نے اُسے کھولا اور دُرجن کی لاش اٹھا کر اس میں رکھ دی گئی۔ دُرجن تیار ہوتے ہی صندوق چھپیلے ہی کی طرح

چھپتا ہوا کمرے سے چلا گیا اور دیوار بھی برابر ہو گئی۔

”اور وہاں پولیس اسٹیشن۔ تم تو فولادی کو پولیس اسٹیشن لے گئے تھے؟“

”اور میں نے ہی فولادی کو اندھا کیا تھا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”فولادی ایک شاندار ایجاد تھی۔ مجھے اعتراض ہے اور اس کی بریادی پر افسوس بھی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ فولادی کس طرح مارا جاسکتا ہے؟ اُس کی روشنی میں آئی ہوئی ہر چیز یہاں ٹیوٹین کے اسکرین پر نمایاں ہو جاتی تھی اور تم اُس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیتے تھے۔ اس بنا پر ہماری توہین بھی اُسے ختم کرنے میں ناکام رہی تھیں۔ میں نے اُس کی روشنی سے بچ کر روشنی جیسے پرگولی چلائی اور اُسے بے کار کر دیا۔ چونکہ میں روشنی میں نہیں تھا اس لیے تمہیں یہاں اسکرین پر نہیں نظر آسکا۔ روشنی دلا جھڑپیشے کا تھا اور بہت آسانی سے توڑا جاسکتا تھا۔“

”تم بہت چالاک ہو۔ میں پہلے ہی دن کچھ گیا تھا۔“

ہرمین بولا۔

”اور آپ؟“ فریدی نے بڑھوسے کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آپ سونا گھاٹ پر نئی بندرگاہ کی تعمیر نہ نہیں کرتے تھے اسی لیے ہرمین پر قابو پاتے ہی آپ نے سب سے پہلے اسی کا تصفیہ کرنا بہتر سمجھا۔ اس سونا گھاٹ پر پوری فوج کا آڈہ بن جاتا تو پھر آپ کی ناجائز اور بدبرآمد کار کا کہتا ہوتا؟ ظاہر ہے کہ سونا گھاٹ اس کام کے لیے ہمیشہ سے سوزوں رہا ہے۔ کچھ تو بولیں جناب! آخر آپ حالات معمول اتنے خاموش کیوں ہیں؟“

”تم اپنی بھواس بندرگاہ میں بھی بولوں؟“

”چلے! میں خاموش ہو گیا۔“

”تم کسی غلطی میں مبتلا ہو؟“

”یہ سرن مجھے بہت کم ہوتا ہے۔“

”کیا ہم ایک دُوسرے کے لیے اپنی نہیں ہیں؟“

”نہ کہا۔“

”ایسا بھی کہا کہ اتنی بھائی جان بیچان والے ایک دُوسرے کے لیے اپنی بن بیٹھیں۔ نہیں میں اس پر تیار نہیں ہوں گا۔“

”اچھا تو تم میرا کیا کر لو گے؟“

”ابھی بتانا نہیں۔ پہلے کیٹین سے آپ کا تعارف تو کرادوں۔ حمید صاحب آپ وہی بڑے آدمی ہیں جن کا تذکرہ میں اکثر کرتا رہا ہوں۔ رانا صاحب! امیر آف پاکستان۔ آپ کے گاؤں بہت بڑے ہیں اور آپ ایک بہت بڑے دیش

عجبت اور دیر میں سبک بھی ہیں اور ملک کے حکام اعلیٰ صاحب
جودیش سیولوں کے بھی سبک ہیں آپ کی ذات بابرکات پر
دعوت اٹھا دکر تے ہیں بلکہ اکثر فیروں کے سامنے فریضی کیا
کرتے ہیں۔ شاید وہ آپ کے کرتوتوں سے واقف ہی نہیں ہیں۔
اس لیے دوسرے بڑے حکام نہ صرف آپ سے خوف کھاتے
ہیں بلکہ اس طرح آپ کے کام آتے ہیں کہ ان کی پلین میں
کھنے پائیں اور آپ بھی محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن آپ کو یاد
ہوگا کہ فریدی آپ کوئی بار۔۔۔ اور ننگ دے چکے اور
آج وہ آپ کے ہاتھوں میں جھکریاں ڈال کر کہاں سے
جائے گا۔ رانا صاحب! آپ ہرین پر قابو پا کر حکومت کا تختہ
اُٹھنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ آپ کو شروع عام پچھانی
دلوادوں کا۔۔۔ اسے لکھ لیجئے۔

”جھک مار رہے ہو، بڑھنے سے تہقہ لگایا۔“ آج
رات کی کہانی تم لوگوں کے ساتھ نہیں دین ہو جائے گی۔
”ارے۔۔۔ اسے ہٹاؤ۔ وہاں سے“ دفعہ ہرین جینا۔
لیکن قبل اس کے کہ فریدی نھلتا بڑھ سے کوڑ میں لگی
گئی گورہ شاید خاخر فریدی ہی پر کیا گیا تھا جس نے ہرین کو بچوڑا
میں شور مچا کر دیا۔

”وہ گیا“ نیلم چینی۔ ”سب ہمیں دین ہو جائیں گے۔“
اُس نے جیک جیک ڈائنامائٹ لگانے میں اور ان کا سوچ باہر
ہے۔ بھاگو۔ میرے ساتھ آؤ۔“

اُس نے حیرت کر ایک سوچ بورڈ کا بین دیا اور
دیوار ایک طرف سر تکی چلی گئی۔ وہ سب اس کے پیچھے ہوڑ رہے
تھے اور بڑھ سے کہہ رہے تھے اس وقت سیلاب کے
سائیلوں کی طرح کچھ سے ہو گئے تھے۔ کوئی دوسرا موقع ہوتا
تو تھی الامکان فریدی اور حید کو زندہ نہ جانے دیتے لیکن اس
وقت وہ خود بھی اپنے جھانگ انجام سے خائف ہو کر اچھی
دوڑوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

نیلم اُن کی رہنمائی کر رہی تھی اور وہ سب گرتے پڑتے
جھاگے جا رہے تھے آخروہ مسترد صندوق مناکرد کے مجال
سے نکل کر ننگ میں دوڑنے لگے۔ نرنگ تارک تھی لیکن
شاید نیلم کی حاضر دماغی نے کہیں سے ایک نارنج اُٹھانے
میں کوتاہی نہیں کی تھی۔ وہ سب سے آگے دوڑ رہی تھی۔ اگر
ہاتھ میں نارنج نہ ہوتی تو شاید ان میں سے کئی کے ہاتھ ٹھنڈے
ٹوٹے ہوتے کہیں ان کے پیروں کے پٹنے زمین ناہوار تھی۔

وہ بہت جلد کھٹے آسمان کے نیچے آگے لیکن نیلم کی رفتار
اب زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ حید نے پلٹ کر دیکھا اس کے پیچھے
صرف خام خا اور کورڈ سے کے ساتھیوں میں سے وہ ہر سبک
سامنے تھے جیسا نکلتا تھا۔ تقریباً دو فرلانگ دوڑنے کے بعد
نیلم رگ گئی۔ اُس کی نارنج کی دوغنی اندر سے ہی رینگ گئی۔

”وہ رہا۔ وہ دیکھیے“ نیلم چکپتا کر بھئی آواز میں بولی۔
مرشاید سوچ کا شکر کر رہا ہے بلدی میں سوچ کا تمام بخول گیا۔
نارنج کی دوغنی پڑتے ہی گورہ اُٹھ اچھیل کر بھاگا۔ فریدی کی
ٹائی گن گولیاں اُگنے لگی۔ گورہ بھی ایک چٹان کی ادھ سے
خاخر کرتے نکلتا۔ فریدی نے ٹائی گن ایک طرف ڈال کر دیوار لگا لگا
لیا۔ دوڑوں طرف سے خاخر ہوتے رہے۔ حید کے پاس ریلو اور
نہیں تھا۔ اس لیے وہ خاموش کھڑا رہا۔ دفعہ نیلم بولی۔

”تین ہی اُسے قابو میں لائیں گی؟ وہ ٹھنڈوں کے بل جلتی
ہوئی آگے بڑھتی۔“

”غصہ ہو۔ یہ کیا کرتی ہو؟“ فریدی نے کہا۔
”ارے۔۔۔ ہاؤن۔۔۔ ہاؤن۔۔۔ ہاؤن۔۔۔“ قائم بھلا یا۔
اور دوسرے ہی لمحے میں وہ ایک لگی سی کوہ کے ساتھ حید
پر آگری۔ حید نے بڑی پھرتی سے اُسے ہاتھوں پر نھال لیا۔
”نیلم کیا ہے۔۔۔ کیا ہوا؟“

”گولی۔۔۔ کیپٹن۔۔۔ میرے ساتھیوں میں گولی لگی ہے۔۔۔
اُٹ۔۔۔ اور۔۔۔“
”حید تم اسے دیکھو۔۔۔ یہ ایسے میں قابو نہ آتے۔ گانہ فریدی
نے کہا اور حید کے منع کرنے کے باوجود بھی ایش جانب تاریکی میں
رینگ گیا۔“

”کیپٹن یقین جانو، نیلم کراہی۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں
جاتا تھا کہ وہ خود ہی قاتل ہے اور خود ہی غلام بھی۔ تم نے ڈر دین
کی۔ گھٹکو۔۔۔ سنی۔۔۔ سنی۔۔۔ سنی۔۔۔“ نہیں جانتا تھا۔
”تم خاموش رہو نیلم۔ تمام نارنج روشن کرو۔“
”نارنج۔۔۔ نہیں! وہ براہ توئی چلا رہا ہے۔“
”پر دامت کرو۔ میں زخم کھیلوں گا۔ اُسے چلانے دو
گولی۔ نیلم گھبراؤ نہیں۔“

”نہیں۔ تم نارنج مست روشن کرنا۔ مٹھنا کیپٹن۔ یہ
تو بڑی اچھی بات ہے کہیں مرنے جا رہی ہو۔ میں غلطی ایک
آدی کے خطن سے باہر نکلے تھے۔ جابا یہ طینت آدی ہے۔ تینا
نہیں۔ اُس نے حیرت کہا تھا یا چچ! ہو سکتا ہے۔ ڈر دین نے

کا خیال غلط نہیں نکلا۔ وہ چھٹے تک پہنچ گئے۔ فریدی نے نیلم
کا زخم مسات کر کے ڈرائنگ کر دی۔

نیلم کو بھینسا گیا تھا۔ جب اُسے ساری سچیشن معلوم ہوئی
تو اُس نے ہنسا کر کہا۔ ”میں اب بھی آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔
مجھے وہ جگہ معلوم ہے جہاں اُس کے دو دروں میں کا بڑھ چھپائے
گئے تھے۔“

”یعنی مانتا ہوں تم واقعی بہت ذہین لڑکی ہو۔“
وہ بیو کا پڑ کے ذریعے عمیر کو گھونپنے۔ اپنے ساتھ وہ
رانا کی لاش بھی لائے تھے۔ فریدی نے لاکھ جاپا کر اسی اہل حادثہ
کی خبر نہ مشہور ہو لیکن خبر تو پہلے ہی چھل کی آگ کی طرح کیم گورہ
میں پھیل چکی تھی۔ فریدیوں نے اس علاقے پر چھاپ مارا جہاں یہ
حادثات جنمے تھے لیکن جھینے ہوئے تھپوں کے ڈھیروں
کے علاوہ انہیں اور کچھ نہ ملا۔ ہرین تو رانا کی گول کا شکار ہو گیا
تھا اور رانا کے ساتھی غالباً فریدی کے ساتھ ہی نکل چکے تھے
جہیں گرفت کر لینا اب بھی مشکل نہیں تھا لیکن ہرین کے پیسوں
ساتھی؟ اُن کا کیا کیا اور کیا وہ نکل گئے ہوں گے یا انہی غاروں
میں ڈب کر ہلاک ہوئے تھے جن کی تخلیق خود انہوں نے کی تھی۔

فریدی کا یہ کارنامہ ہر فرد بشری زبان پر تھا لیکن متعلق
کا علم کسی کو بھی نہ ہو سکتا تھا۔ رانا کی داستان اسی کے قول کے
مطابق گویا سچ نیلم غاروں میں دفن ہو گئی تھی۔ لوگ یہی
سمجھتے رہے کہ اُن کی تباہ کاریوں کا ذمے دار ہرین تھا جسے
پوسیس نے شکست دے دی اور وہ اپنی جریمت سمیت اپنے ہی
ہاتھوں پر بادی کے خار میں جاسویا۔ رانا کی داستان حکومت
نے نہ چھپنے دی۔ مقصد غالباً یہی تھا کہ لوگوں میں رہناؤں کی طرف
سے بد دل نہ پیدا ہوئے۔

نیلم ہسپتال میں داخل کر دی گئی تھی۔ فریدی کو گرفت ملنے
پر حید نے سولات شروع کر دیے۔
فریدی نے سب سے اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے
کہا۔ ”اُس دن اُسے میں موت ہو گئی تین آدمی تھے۔ تینا را یہ
نیلم غلط ہے کہ میری بلیک فورس بھی وہاں کام کر رہی تھی۔
”تو تو یہ آپ نے فرانسس کے ذریعے حملے کا حکم دیا تھا۔“
”اوہ۔“ فریدی مسکرایا۔ ”میں جانتا تھا کہ تم آڈیوں کے
پاس ڈائریکٹر رہو رہو گے اور یہ حقیقت بھی تھی۔ اگر وہ میرے
خارج میں نہ آجاتے تو نقشہ دوسرا ہوتا۔ انہوں نے چاروں طرف
سے گویا ڈال لیا۔ میرے اس نارنج نے انہیں غلط نہیں میں جنتا

کڑیا۔ وہ اندر سے میں آپس میں ہی لڑ گئے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ
انہیں اس طرح بچا کر کھینچ جاؤں اور کبھی جسٹس کر
دیکھوں کہ وہ اس جگہ سے بعد کہاں جاتے ہیں؟ اس طرح میں
ان غاروں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن اتفاقاً میں
ادھر جا کر نکلا جہر ہرین کے ساتھی قید تھے۔ اُن سے اہل واقعات
کا علم ہوا۔ اُسے میں سے ایک سیاہ رنگ کا صندوق کوزرا
جس پر اُن لوگوں نے سرت فلما رہی تھی انہوں نے مجھے اُس کے
روکنے کی تدبیر بتائی۔ میں نے اُسے روکا اُس میں ڈر دین کی
لاش تھی تب انہوں نے بتایا کہ اُسے راکو میں تبدیل کرنے کے
لیے روانہ کیا گیا تھا۔ وہ صندوق و اسل ایٹیک میں تھی جو جا کر
رگ جاتا اور لاش پندرہ منٹ کے اندر اندر راکو کے ڈھیر میں
تبدیل ہو جاتی۔ ویسے اُس جتنی اور صندوق کھائلی کا صرف
ڈھیر تھا۔ وہ دھاتوں کو کھیلانے کے کام میں لانا فانی تھی۔
انہوں نے بتایا کہ اُن آدمی کا کہہ نہیں سکتا تھا۔ یقینی
طور پر کوئی خاص منشا نہ پیش ہو گا اور وہ سب بڑے آدمی ایک
ہی دائرے میں اکٹھے ہوں گے جہاں سے وہ صندوق روانہ کیا گیا
تھا اور اب اُسے پھر وہیں واپس جانا ہو گا۔ میں نے فریدی کی
لاش نکال کر ایک طرف ڈال دی اور خود اُن صندوق میں لیٹ گیا۔

”کوئی بھی سوچ جا رہا ہوں کہ اس کیس کا بہرہ میں ہوں یا آپ
میں؟“ فریدی نے فریدی کو توڑ کر اس وقت کہاں ہوتے؟“
”بہرہ؟“ فریدی مسکرا کر لولا۔ ”بہرہ تو دراصل تمام ہے۔ اگر
اُس نے نیلم کی زندگی کی اطلاع نہ دی ہوتی تو اس وقت جہاں سے
چور سے پریشان کر رہی ہوتی۔“

”ارہ۔“ مگر اُس کی بے بیاری کا کیا ہو گا۔ اب وہ قطعی
ہے سہا را ہے۔“
”کیوں؟ کیا تم اُس کی ماں نہیں ہو۔ اُس کا بابا انہیں جو؟
تمام اس واقعے کا تذکرہ کرتے وقت ٹھنڈا ہوا دیکر ہنس رہا تھا۔“
”تمام۔“ حید ہنس پڑا۔ ”اُس نے تو کمال ہی کر دیا۔ بالکل اسی
طرح رور رہا تھا جیسے کوئی بیرونی ہاتھ اُس کی لاش پر بین کر رہی ہو۔“
”میں سُن رہا ہوں۔“ راجہاری سے تمام کی آواز آئی۔ ”اب
تم خود بیرونی ہتی ہیں یا اُسے تھے۔ سانپ بچا رہے تھے۔
نیلم کے اولاد۔ سالے انہیں توڑنے۔“

حید کے چہرے سے کوہ چھینا اُٹھا۔

حید کے چہرے سے کوہ چھینا اُٹھا۔



یہاں میں ہجرت ہوں۔ بیچھے سے آواز آئی۔ "قرآن مجید" نے کہے تھے "اے میرے بھائی! میں نے بہت برا کیا کیہا۔ اللہ مجھے معاف کرے!"

"ہاں! وہی تھا، یہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ تم پر آج نہیں آنے گی۔ لیکن تمہیں حکومت سے انعام دلو اور انعام کا حق" انعام" شاید وہ نہیں تھی۔ میں گلے میں نعمت کا طوق ڈال کر دنیا سے کزخت ہر رہی ہوں۔ میں نے بہت برا کیا کیہا وہ برا تھا تو میں ہی کہاں اچھی تھی، میری ساری زندگی کش مکش میں گزری تھی، کبھی اچھی بیٹنے کی کوشش کرتی تھی اور کبھی نہیں۔ اچھے نہیں۔ میں نے سرفراحتاً کہہ دوں کہ بڑے دوست بن جائیں گے۔ ارہ۔۔۔ تم یہاں۔۔۔ ہو سوتے۔ بیٹھا خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے میرے بیٹا!"

قائم دھاڑیں مار مار کر روئے گا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ارے! اس کے ہاتھ میرے گالوں پر رنگ لگنے۔ ارے تم بھی رو رہے ہو کہ نہیں۔ اللہ اللہ! میں کبھی نہیں ہوں۔ میرے لیے مجھے روئے والے ہیں۔ اللہ! اونٹ۔ مجھے بھیج دو کہ نہیں۔ تم میرے باپ ہو۔ تم میرے لیے رو رہے ہو۔ میرے بابا۔ تم میری ماں ہو۔ مجھے بھیج دو میرا بچا کر رہا ہے۔ بابا۔ میرے بابا۔ ارہ۔ کتنی تیز بارش ہو رہی ہے۔ ماں۔ مجھے بھیج دو۔ ماں۔ مجھے بھیج دو۔ ماں۔ بارش۔ ماں۔ بارش!"

بیک بیک وہ خاموش ہو گئی۔

"نیلیم۔۔۔ حیدر نے اسے آہستہ سے بلایا۔ لیکن نیلیم کی آواز نہ سنی جاسکی۔ حیدر نے یہ آہنگی اُسے زمین پر ڈال دیا۔"

"حیدر۔۔۔ بھائی۔۔۔ قائم چکیاں لیتا ہوا بولا۔

"ختم ہو گئی۔ حیدر نے آہستہ سے کہا۔

قائم کی چکیاں پھر دوڑوں میں تبدیل ہو گئیں۔ اس دوران میں فائر بڑھ رہے تھے لیکن اب ان کا رخ دوسری جانب تھا۔ حیدر کی کچھیں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہہ سکتے ہیں۔ میں نہیں باپاں میں ہی نہیں چھوڑوں گا! دفعہ! انہوں نے بھی فریدی کی آواز نہ سنی۔

"میں تجھے کسی سبب سے کی طرح نسل ڈوں گا! جواب ملا۔ انہوں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز نہیں سنی۔ ایک فائر ہوا۔ پھر فوڑا ہی ایک بیچ فضا میں اُمیری اور گورگور دھڑک پھیلی چلی گئی۔

"میرا۔ کونٹا! حیدر چیخا۔

ابنِ صفی

میرزا باجر

اولاد اور بیگانگی

کراچی کے ایک گھرانے میں وقت انہیں دھندلاتا ہے نہ زمانہ انہیں فدا ہوش کرنا ہے؛ کراچی کے ایک گھرانے میں وقت انہیں دھندلاتا ہے نہ زمانہ انہیں فدا ہوش کرنا ہے؛

ابنِ صفی

اس کا ساتھ نہیں ہو سکا تھا۔ اب اسے بقیرہ احکامات کا اظہار تھا۔ کیونکہ باجر کے شام کو ریلوے اسٹیشن پر بیٹھا ضروری تھا۔ نالی ہاتھ میں بکر سامان سفر کے ساتھ۔

ساتھ چار بیٹے تک وہ بڑی بے چینی سے فریدی کا اظہار کرتا رہا لیکن اس کی دایسی نہ ہوتی تھی نہ ہوتی چہرہ شہید ترین چھٹھلا ہٹ کے عالم میں گھر سے ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔

وہ ایک معمولی سی نام تھی لیکن کیہاں حیدر کے لیے بے حد حیرت انگیز تھی۔ حیرت انگیز لڑکی تھی کہ اسی شام تک حیرت انگیز فرض سوچا گیا تھا۔ دیے تو یہ بات بھانے خود حیرت انگیز معلوم ہوئی کہ حیدر جس کا ساتھ دیکھی حیرت انگیز لڑکیوں سے رہتا تھا اس کے لیے حیرت انگیز کوئی معنی رکھتی ہو...!

لیکن یہ معاملہ اس لیے اس کی نظروں میں نامی بہت رکھتا تھا کہ کھٹا شیر تھا۔

اسے اس کی نگاہ میں نہیں تھی کہ اسٹیشن پر اس نوجوان سے ملاقات کی کیا صورت ہوگی، کون تعارف کرائے گا۔ یہ تو معلوم تھا کہ نصیر آباؤ جانا ہوگا۔ وہ فرسٹ کلاس کے دھنگ دم میں داخل ہوا۔ یہاں آٹھ افراد پہلے سے موجود تھے۔ وہ ایک خالی کرسی پر جا بیٹھا اور ایک ایک کا بخور جائزہ لینے لگا۔ ان میں کوئی بھی بزرگوار کے مہیا پر پورا ڈاٹر سٹا۔ آٹھوں مسرت تھے۔

کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ ایک قوی الجشہ بڑھا آدمی اسے بٹھے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اس کے سر اور دائیں کے بال بالکل سفید تھے۔ لیکن چہرے پر جوانوں کی سی توانائی تھی۔

کچھ دیر بعد ان کی آمد کی اطلاع کنکشن بھی اور پڑھا آدمی حیدر کو گھورتا جا سیدھا ہو بیٹھا۔

ٹھیک اسی وقت اس کے بعد اسے مجھے کا ایک آدمی رنگ دم میں داخل ہوا۔ یہ پسر ٹھنڈا کاپی اسے تھا۔ اس نے حیدر کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں آنکھوں میں اس بوڑھے کی جانب اشارہ کر کے اٹھے یاؤں! ہرگز گیا۔

اب اسے مشکور نصیر ہی دیکھیں گے تو پھر کیا کہیں گے اس کا حکم شادی بیاہ اور بزرگوار کے دفتر میں پھنس بیٹھے لگا تھا۔ اسے کسی کا یہ شعر یاد آ رہا تھا اس وقت سے

نصیر پوچھیں فائز دل میں چھپی نہ ہو تیرے نقشہ چلا میں ذرا دیکھ جھال کر

ایک ماہ بزرگوار سے اس کے حوالے کیے گئے اور کہا گیا تھا کہ وہ بڑھکا وہ میں جا رہے ہیں اسے ان کے ریسرچ کی حیثیت سے ساتھ جانا پڑے گا۔ یہ علم ملے گا پسر ٹھنڈا کی طرف سے ملا تھا اور اس سے کہا گیا تھا کہ اس سلسلے میں بقیرہ احکامات روٹائی سے قبل ریلوے اسٹیشن پر مل جائیں گے۔

بزرگوار کے حوالے میں جانے والے نوجوان کو لادھی طور پر اس کے حوالے کیا گیا تھا۔ ابھی تک اس نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ وہ پھر کے کھانے کے لیے گھر پہنچا لیکن کھانے کی بیز پر فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

فریدی آج صبح ہی صبح کھیں چلا گیا تھا۔ ناشتے پر یہی

"ختم ہو گئی؟"

"ارہ۔ فریدی کے منہ سے آٹھایا نکلا اور وہ خاموش ہو گیا۔

ایک ماہ انہوں نے قائم کی چکیاں لگائی۔ حیدر بھائی۔

آجے دوڑو بندہ ہے۔ الا غم۔۔۔ ابھی پانی مانگا تھا۔ زندہ ہے۔ الا غم!"

حیدر نے تجھ سے دعا کی اور فریدی بھی دوڑی رہا تھا لیکن حیدر کی طرح بے سرحہ ہو کر نہیں دوڑا تھا۔

نیلیم آنکھیں بند کر کے کواہ رہی تھی۔

"میں زخم تو دیکھوں! فریدی اس کے سر پر بیٹھنا ہوا بولا۔ بارش شائے سے خون بہہ رہا ہے۔ اس نے تاج کی روشنی میں زخم دیکھا اور کچھ دیر بعد بولا۔ "گولی شائے کی کھال بھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی ہے۔ یہ دراصل بے ہوش ہو گئی ہوگی!"

کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی پشت پر آگ کی بیٹیں اٹھتی دیکھیں۔ آگ ان کی کندھی کو گورگور دھڑک کے علاقے نظر آ رہے تھے لیکن انہوں نے کوئی دھماکا نہیں سنا تھا۔ آگ یقینی طور پر انہی غاروں سے نکل رہی تھی جن میں کچھ دیر پہلے انہوں نے ایک خطرناک جرم کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا۔ مگر آخر وہ کیسے ہوا! اگر انہوں نے ڈانٹا ناشتہ استعمال کیے ہوتے تو دھماکے ہی یقینی طور پر ہوتے۔ یہ تو ایسا لگ رہا تھا جیسے چھوڑوں میں آگ ملک گئی ہو۔

حیدر نے نیلیم کو پشت پر لایا اور وہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ فریدی کے خیال کے مطابق وہاں قریب ہی ایک چتر ہو گا جس



مجید نے طویل سانس لی۔ چون تو یہ بوڑھا کھوسٹ جا رہا ہے، بڑ دکھاؤسے میں اور اسے اس کی رفاقت کرنی پڑے گی۔ اس نے سوچا بڑ خوردار تم بھی کیا یاد کرو گے اگر اس رفاقت کی یادیں تمہیں زندگی بھر تڑپائیں تو۔۔۔

بوڑھے کے اُٹنے ہی وہ بھی اُٹھ گیا اور پھر اس کے پیچھے بھی پیچھے دینک دم سے نکل کر ٹیٹ نام پر آیا تھا جو مٹی کی بنی ہوئی آئی تھی۔ بوڑھا ٹیٹ نام کی ایک بیچ پر بیٹھ گیا۔ مجید ہنستا رہا لیکن بوڑھے کو ایک پل کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

ایک جگہ ایک سارنٹ ریش سے ڈھیلے ہوئی اور وہ اس کے ہاتھ میں ایک پھر سا سارنٹ کس اور ایک نفاذ تھا کر رخصت ہو گیا۔

ایک سارنٹ کس وہ خود ساتھ لایا تھا پھر اس دوسرے سارنٹ کس کی کیا فریفت تھی۔

ظننے پھر اس کا نام تحریر تھا اور اسٹاک فریڈی کی تھی اس نے نفاذ جب میں ڈال لیا اور اسی جگہ واپس آ گیا جہاں اپنا سارنٹ کس رکھا تھا۔ اتنے میں ٹرین آ پہنچی۔ بوڑھے نے اپنا سارنٹ کس اٹھایا اور اڑ کر نڈنڈ کو پیسے کے سلتے آ کر لیا۔ پھر مجید نے اسے اس میں داخل ہوتے دیکھا۔

وہ جہاں تھا وہیں ٹھہرا رہا اور اب اس نے جب سے نفاذ نکال کر پاک کیا۔ خود لڑی ہی کی تھی اس نے کھا تھا۔

”پرنڈنڈ کی خواہش ہے کہ تمہیں تنہا کام کرنے کے کھانوش دینے جائیں۔ اس سارنٹ کس میں ایک آپ کا سامان ہے۔“

نور احمد اسی کے ساتھ حالات کا مٹا بڑ کرنا ہے؟

مجید نے طویل سانس لی اور خط چھانڈ کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا اور خود بھی اسی کو پیسے کی طرف بڑھا۔

لیکن اس کے پاس نہ تو ریزرویشن کی رسید تھی اور نہ ٹکٹ تھا۔ وہ کوپے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پرنڈنڈ نکال لی۔ اسے پھر کھٹائی دیا جو ٹرین کڈ ٹیکٹ کے ساتھ اسی طرف آ رہا تھا لیکن کڈ ٹیکٹ نے قریب پہنچ کر مجید سے کہا کہ میرے ساتھ ٹکٹ لائے نہ جاؤ، اور پھر وہ بھی اس کے ساتھ اسی تھری سیٹر کے کوپے میں داخل ہوا تھا۔ بوڑھا اپنی سیٹ پر نیم دراز نکل آیا۔

کڈ ٹیکٹ دوسری سیٹ کی طرف اشارہ کر کے باہر چلا گیا۔

مجید نے سیٹ پر بیٹھے وقت بسر کرنے لگے ہونے لارڈ پر نظر ڈالی تھی جس پر مجید نفاذ نواب زادہ ساہو مجید؟

اس نے بڑا سا متناہا بایا اور بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا۔ نفاذ

بوڑھا جس کو بولا وہ میں نے آپ کی ہی نظر میں پہچان لیا تھا یورڈ ہائی ٹس؟

”ہی مطلب ہے مجید کا جو سخت تھا۔“

”میں آپ کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہوں۔ آپ کے دادا حضور، احمدا اللہ والدہ کی خدمت میرے باپ نے کی تھی؟“

”احمدا اللہ؟“

”بس لی اچھا! حاضرش رہیے۔ ٹرین کو چلنے دیکھے پھر اطمینان سے گفتگو ہوگی۔ میں آپ کے والد حضور کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھ پر اس حد تک اعتماد کیا؟“

”اتفاق حاصل کرنے کا یہ ایک گھٹیا طریقہ ہے مجید فریڈا۔ بوڑھا سکر کا خاموش ہو رہا۔

دیسے اس کی گفتگو نے مجید کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اتنے میں ایک شملہ جو الہی اور جیکٹ میں بیوس کو پے میں داخل ہوئی اس کے پیچھے علی سامان اٹھانے ہوئے اندر آیا تھا۔

رنگی نے اپنی سی نظر ان دونوں پر ڈالی اور سلتے والی برتھ پر بیٹھ گئی۔

تعلی اس کا سامان رکھ چکا تو اس نے پرس سے بائچ کا ایک ٹکٹ نکال کر تعلی کی طرف بڑھا تے ہوئے کہا: ”کیپ دی پیچھے“

”باقی بیسٹہ رکھ لو، وہ بھلا کر بولی، جاہل اتنی بھی انگریزی نہیں سمجھ سکتے؟“

”سلام بیسٹہ صاحب، عملی نے بڑھے ادب سے اسے سلام کیا اور باہر نکل گیا۔

تھیکے فٹوش والی اس رنگی نے مجید کو ہوش سے بچکانہ کر دیا۔ وہ اتنی الجھن کو کہیں پشت ڈال کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

دن تھا بوڑھا آدمی کھٹکا اور مجید جو تک کر لے دیکھنے لگا۔ بوڑھے کی آنکھوں میں گھبراہٹے اثرات تھے جیسے وہ اس بوٹی سے باز رکھنا چاہتا ہو۔

”کیا بات ہے؟“ مجید نے بوڑھے کو انگریزی میں مخاطب کیا اور رنگی بیسٹہ ہنس پڑی۔ وہ رنگی کی نظروں میں اور رنگی نے بڑی دھڑائی سے کہا۔

”کیا تم اپنے جاہل نہ ہونے کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہو؟“

”کیا مطلب؟“ مجید نے جوتے ہونے کو ڈکھلا دیا۔

”کیا یہی بات تم آزدہ میں نہیں کہہ سکتے تھے؟“

”میں انجینیئروں سے بے تکلف ہوا ہوں نہیں کرتا، مجید

ایک جاگ بڑھا داخل انداز ہی کر بیٹھا۔ اس نے روکی سے کہا: "عزت پر براہ کرم بات نہ بڑھاویے۔ پرس کی خوش مزاجی ان کی بہتر صحت کے لیے ضروری ہے۔"

"پرس! وہ! وہ! انہیں حیرت سے چہرے نہیں ادراتے ہیں گاڑی بھی نہیں بڑھی۔" روکی چند لمحوں کے بعد کوجیب نظروں سے دیکھتا رہی اور پھر اس طرح جھک جھک کر جیکو دیکھنے لگی جیسے ٹوٹے کے بیان کی تصدیق کرنے کے لیے کسی خاص طاقت کی تلاش میں ہو۔

"تھکا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟" حمید جتنا کہ اٹھا ہوا ہوا۔ "نہیں شہزادے صاحب تھکا ہی صحت کے لیے تو شش مزاجی ضروری ہے۔" روکی ہنس پڑی۔

"عزت... عزت... بڑھا آئی مضر باز انداز میں ہوا۔" "کیا عزت... عزت... کہہ رہے ہو۔ کیونکر غیر؟ حمید دباؤ لگا۔

"ہم اس نامستولی پرین سے سفر نہیں کریں گے؟" "ایسا بھی کیا شہزادے صاحب۔ یہ ایک اہم کام کا زمانہ نہیں ہے؟ روکی پرستور ہنسی رہی۔

"خدا کے لیے عزت... بڑھا کر لڑا یا۔" "کیونکر نہیں اور اسے کاٹنے کے شہزادے صاحب کو۔ میں اپنے اس پاس کسی کچھ سے آدمی کا جو وہ بدداشت نہیں کرتا؟" "اب تو نہیں کرنی پڑے گا؟" حمید دم سے برہم ہو بیٹھا۔

"میں خود بڑھ کر کھینچ لوں گی؟" "آپ کیسی نا اچھی لگتی ہیں کہ رہی ہیں؟" بڑھنے لگا۔ "مجھے تمہاری موجودگی پر اعتراض نہیں ہے۔" روکی نے دوا کو نرم لہجے میں کہا کہ "صرف اپنے شہزادے صاحب کو گھیر کر بیٹھا ڈانک کیریئر میں بند کرادو؟"

"ادھر تو کیا اس لمحے میں بہیم تھانے بھی ہیں؟" "پرس خدا کے لیے آپ ہی خاموش رہیں۔" بڑھا ہوا۔ "مناسب یہ ہو گا کہ ہم دونوں کو تنہا چھوڑ دو؟"

"بہت بہتر بننا، میں ڈاننگ کار میں جا رہا ہوں۔" "بڑھنے پر تڑپ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"م۔ میں جیٹل رہی ہوں؟" "تم جی جاؤ گی اور پھر پھر کر لوں گے؟" حمید نے طنز سے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بھی درست ہے؟" بڑھنے پر تڑپ لہجے میں کہا۔ "کیا درست ہے؟" روکی نے سوال کیا۔

"آپ بھی جی نہیں تو پرس تمہارا جائیں گے۔ یہ بھی ان کی صحت کے لیے مضر ہے؟" "تو کیا میں تمہارے پرس کے باپ کی ڈوکر ہوں؟" وہ جھٹاکر بیٹھی۔

"انسانی جھڑپی عزت... حمید ٹھنڈی سانس سے کہہ لیا۔ آپ مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتیں۔" ایسی اچھی میں نے آپ کے چہرے میں یونان کی سائیک کی جھلک دیکھی تھی۔ اب میں آپ کا احترام کروں گا؟

"مجھے کوئی دوسری ہی فراد معلوم ہوتے ہو؟" "جی نہیں، صرف میں فراد ہوں۔" حمید نے ٹوٹے کانوں دیکھ کر کہا: "ان کی ضرب اس قابل نہیں رہی؟"

"تم سچ سچ بہت بد مزاج ہو؟" "عزت... عزت... بڑھا کر لڑا یا۔" "میں کتنا بیٹھ کے پاس جا رہی ہوں؟"

بڑھنے کی آنکھوں میں بڑھنے کے آثار نظر آئے اور اس نے جیب سے اپنا کھڑکھار کراس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"کراؤ پھر خود بخود عبد الغف صمدانی، بیٹھ کر کا پڑیشن؟" "پھر تم میرے دادا کے نیک خوار کیسے ہوئے؟" حمید نے جتنا کہ پوچھا۔

"میرے باپ ان کی سرکار میں ملازم تھے۔ میں نے کچھ دنوں تک آپ کے والد حضور کی خدمت کی ہے۔ اس کے بعد وہاں سے آپ وارا آٹھ گیا تھا۔ پرس لائن میں پڑ گیا۔ میں دراصل اس کا پڑیشن کا سب سے بڑا حقدار بھی ہوں؟"

"لیکن وہاں تمہاری موجودگی کا کیا مطلب؟" "آپ نے والد حضور کا یہ خط پڑھیے؟" اس نے جیب سے ایک نفاذ نکالا اور حمید کے طرف بڑھاتا ہوا بولا: "تم لوگ بہت ہی خاص موقع پر یاد کیے جاتے ہیں؟"

"حمید نے غلغلے سے خط نکالا جس سے ایک ڈوگراف چھلکا ہوا اس کی دو ٹون آگرا۔ یہ خود اسی کا ڈوگراف تھا۔ خط میں کچھ تھا۔"

"صمدانی میاں! اس یقین کے ساتھ کہ تمہیں بھی اپنے باپ کا عہد یاد ہوگا۔ تمہیں یہ خط لکھا جا رہا ہے۔ جا رہے تم امداد کی حضور تم کو تمہارے والد نے لکھے تھے۔ تم ہمارے ملت جگر کو اس کے بچا کے پاس لے جاؤ۔ انصاف اللہ میں اس کا نام ہے۔"

"اس لیے تصویر بھی کبھی جا رہی ہے تم سے؟" "پہچان سکون فرسٹ کلاس ڈسٹنک روم میں وہ تمہیں لے گا۔ کل شام پانچ بجے۔ آؤ میں یہ دعا ہے کہ اللہ ہمارے درمیان اس روایت کو قیامت برکزد کے آمین؟"

"یقیناً اور ہانی ش؟" "لیکن ہمارے والد حضور نے تو ہمیں اس کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا؟"

"یہ عین روایت کے مطابق ہے۔ انہیں بھی کچھ نہیں علم تھا۔ ان کے ساتھ میرے والد لگے تھے؟"

"مٹے ہوں گے؟" حمید نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "مناسب یہی ہے کہ آپ بھی لایم ہی رہیں؟"

"لاٹھی میری جنت ہے؟" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اسکا اپنا ننگے خاموش ہوا پھر بولا: "جاؤ اس روکی کو کاش کر؟"

"یہ مناسب دہو کہ پرس؟" "ہماری طبیعت سے خاصیت رکھتی ہے۔ بات؟"

"آپ بڑھ کر دے کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی خود غرض ہے؟" "جب ایک روکی میں ناپسند کر سکتی ہے تو دوسری بھی کر دے گی۔ ہم اس سٹے میں ذرا اپنا اپنا ان کرینا چاہتے ہیں؟"

"آپ مجھے اچھن میں ڈال رہے ہیں جناب عالی؟" "صمدانی؟"

"آپ صرف صمدانی کہہ سکتے ہیں مسز کہلوانے کا شوق نہیں ہے۔ مجھے صمدانی کا لہجہ کسی دور آخر شکار تھا لیکن انداز میں دیشا ہی تھا۔" "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں خود جا رہا ہوں اس کی تلاش میں۔ تم یہیں بیٹھو؟"

"آپ کی مرضی؟" "حمید اٹھ گیا۔ خواہش چاہنے کی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈانگ لارنگ کھینچنے کے لیے اسے دو ڈوکر میں سے گزرا پڑا۔

خط پڑھا کہ حمید نے توجہ نہ کیا اور بولا: "میرے باپ کا نام جو ہدی حمید ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آفتاب اللہ ہونے کا شرف انہیں کب حاصل ہوا؟"

"وہ تو خوش مزاجی آپ کے خاندان کا عہدہ اختیار ہے؟" "بڑھا صمدانی ہنس کر بولا۔

گفتی با کہو گی ؟

تم آٹھ جاو رہیاں ہے ؟

لوگ بچھے اتنی نہیں گئے ؟

تم تو صوبت ہی سے اتنی معلوم ہوتے ہو ؟

تب تو دیکھ لے تمہارا شوہر تمہیں گے ؟ عید خوش ہو

کر لولا

بکواس مت کر۔

اور لوگ تمہیں جھگڑا تو ہمیں گئے ؟

تو تیس ہی اٹھی جاتی ہوں ؟

بہت زیادہ بددعا شاہی ہوئی جھگڑ لوگ مجھ سے ہمدردی

کریں گے ؟

دعا کرے رہا تو تم ؟ وہ دانت ہمیں کر لئی۔

آئندہ کسی مرد سے چھوڑ بھاڑ نہ کرنا ۔ عید اٹھنا ہو لولا اور

دوسری میز پر جا بیٹھا۔

لڑکی کے چہرے پر بلی بھر کے لیے حیرت کے آثار نظر

آئے تھے اور پھر اس طرح صدم ہو کر رہ گئے تھے جیسے اس میں

کسی کوشش کو دخل رہا ہو۔

عید نے دیکر اشارے سے بڑیا اور آہستہ سے بولا : ان

عاجز سے بڑھ کر کیا نہیں گی ؟

” میں نہیں سمجھا جناب ۔ دیکر لاجو کسی قدر ناتواں شوگر تھا میں

عید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معنی تیز مسکرائے کے

ساتھ ساتھ کہ ان میں ہی ستر نہیں جھڑتی ۔ ابھی ابھی

اچانک مجھ سے خفا ہو گئی ہیں ؟

” اداہ میں سمجھا۔ جناب بہت بہتر کہتا ہوا وہ لڑکی کی

طرف بڑھ گیا اس نے بسے ادب سے جگ کر لڑکی سے کچھ کہا

تھا اور لڑکی کا چہرہ سخت سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ عید کو گورنے

لگی تھی۔ اتنی سختی سے دانت بیچنے تھے کہ جبر لڑکی کو دریاں ابر

آتی تھیں۔

دقتاً عید نے سوس کیا جیسے لڑکی پر نشی مادی ہو رہی ہو۔

تو میں ڈوبتی ہوئی انہیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور

پھر سچ سچ اس کی گردن کو کسی کی پشت گاہ پر دھک گئی۔ ویدز

بوکھا کر عید کی طرف ہوا۔

” کاک۔ کوئی بات نہیں، خود کرو ؟ عید اٹھا ہوا بولا : ان

اور اس کے ساتھ کہ پلے تک چلے۔

بڑھے ہمدانی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بوکھا لگا

کھڑا ہو گیا۔

عید نے اسے برقعہ پر لٹا دیا۔ ہونے پر روشن کارڈ پر

نظر ڈالی جس پر خان زادی دودا نے تحریر تھا۔

دیکر کرا پانچ دوپے بلور زمخش دیتے وقت عید نے اس

کا شکریہ بھی ادا کیا اور پورے کو اٹھ مار کر مسکرایا۔

ویدز کے رخصت ہونے پر ہمدانی نے بوکھلے ہوئے

ہجرت میں استفسار حال کیا تھا۔

” میرا خیال ہے کہ یہ نئے کی شدت کی بنا پر بیہوش ہو گئی

ہے ؟ عید نے بر سکون بچے میں جواب دیا۔

” یکن، لیکن جناب ؟

” تم نگر نہ کرو خود ہی ہوش میں آ جائے گی لیکن تم ورا اس

پر نظر رکھنا کہ زنجیر نہ کھینچنے پائے ؟

” آپ نے بڑی شیرازی میں مبتلا کر دیا جناب ؟

” تم کچھ سنا سکی ہو ؟

” ہمیشہ عزت کی زندگی بسر کی ہے میں نے۔ پھر پھر فریضے

اچانک خان زادی دودا اٹھ بیٹھی اور اس کے حق سے

عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں لیکن اس کی آنکھیں ابھی بند نہ

” ب۔ ب۔ باکل ایسا معلوم ہو رہا ہے ۔ بڑھا ہمدانی

کچھ پاتی آواز میں بولا : جیسے کہ بھڑا غرا رہا ہو ؟

□ □ □

لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں درد نہ تھی اور

بوکھا دانت پر سچ سچ کسی میز پر بیٹھی کے دانتوں سے مشابہت نظر

آنے لگے تھے۔

عید نے جلدی سے پنا سوٹ کس کھولا اور چار سو دس روپے

کی دونالی بندہ قنالی اور لڑکی کا نشانہ لے کر ایک گوشے میں

کھڑا ہو گیا۔

” یہ... یہ... آپ کیا کر رہے ہیں۔ جناب عالی بڑھا ہمدانی

بڑی طرح کانپ رہا تھا۔

” خاموش رہو۔ جیسے ہی یہ تم پر حملہ کرے گی۔ میں فائر

کردوں گا ؟

پھر اچانک لڑکی پر نشی کا دورہ پڑ گیا اور عید نے ہمدانی

کو اٹھ مار کر کہا : ” دیکھا تم نے ؟

لڑکی نے برقعہ سے چھلانگ مانی اور عید کے قریب پہنچ

کر بولی : ہائے کتنی سختی بندہ قن ہے۔ ذرا مجھے دکھاؤ ؟

” لو۔۔۔ ضرور دیکھو ؟

اس نے اس کے ہاتھ سے بندہ قن چھٹی اور پھر بیٹھے

ہی کی طرح فراتی ہوئی بیچھے بیٹھے تھی۔ اس نے عید کے دل کا

نشانہ لے رکھا تھا۔

” وہ تو بیٹھی ہی گھائل ہے۔ یہاں کا نشانہ نہ عید نے اپنی

کھوپڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لڑکی کے تیرتے معلوم ہوتا تھا کہ وہ انہیں کھو کر کیے ہوئے

زنجیر تک پہنچنا چاہتی ہے۔

” وہ دیکھئے جناب ؟ ہمدانی بھلایا۔

” میں دیکھ رہا ہوں ؟ عید نہیں کر بولا : بندہ قن خالی ہے

الذات۔۔۔

دوسرے ہی لمحہ میں اس نے نہ صرف اس کے ہاتھ سے

بندہ قن چھین لی تھی بلکہ اس کی برقعہ پر جھٹک دیا تھا۔ برقعہ پر

لڑکھ اسے بڑھانے لگی اور ہمدانی عید کے آگے ہاتھ جوڑ کر

کھڑا ہو گیا۔

” خدا را رکھیے۔ اس وقت آپ اعتماد اللہ پر ہمارے ہی طرح

کھنڈر سے نظر آرہے ہیں ؟

” اعتماد اللہ ! فقط لڑکی اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں

حیرت کے آثار تھے۔

” جی ہاں۔ یہ ان کے پرستے ہیں ؟ ہمدانی کچھ پاتی ہوئی

آواز میں بولا۔

” بکواس۔ وہ تو میرے دادا تھے۔ لڑکی جتنا کر بولی : آخر تم

لوگ میرا مذاق کیوں اڑانا چاہتے ہو ؟

” آپ خان زادی ہیں۔ اعتماد اللہ کی اولاد تو اب زیادہ

کہلاتی ہے ؟ ہمدانی ہنر بڑھ کر بولا : وہ میرے دادا کے بھائی تھے۔

” نہیں ؟ ہمدانی اچھل پڑا۔

” اور اسی لیے میں نے چاہا تھا کہ تم لوگ مجھ سے نا اچھو میرے

باپ کو علم ہو جائے تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے ؟

” آپ کا مطلب ہے کہ خان نظر باب ؟

” وہ ہوں۔ تو تم میرے باپ کے نام سے بھی واقف ہو ؟

” اچھا لڑکی اب بکواس بند کر دو ؟ عید پیر سچ کر بولا : ہم

کسی قدر غنودگی محسوس کر رہے ہیں ؟

” اگلے ایشیئن ٹیرم دونوں پولیس کی حراست میں ہو گئے۔

” مگر آپ خان نظر باب کی صاحبزادی ہو، تو۔۔۔ ہمدانی

کچھ کہتے کہتے رگ گیا۔

” اب کیا کہنا چاہتے ہو ؟

” میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ خان نظر باب

کی بیٹی اور خان دودا کی بیٹی ہیں تو آپ کو اس کا بھی علم ہو

کہ دونوں سلسلوں کے درمیان تعلقات کی کیا نوعیت ہے ؟

” میں پوچھتی ہوں تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟

” یہ خان دودا کی بڑی بیٹی کے بیٹے ہیں ؟ ہمدانی نے

عید کی طرف اشارہ کیا۔

” اگر یہ سچ ہے تو۔۔۔ وہ عید کو خود بخود غرارہوں سے گھورتی

ہوئی خاموش ہو گئی۔

” کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ دارالحکومت میں کیوں تشریف

لائی تھیں ؟ ہمدانی نے پوچھا۔

” اسی خطرہ کے امکان کا جائزہ لینے کے لیے ؟

” اسے آپ غلط سمجھتی ہیں ؟

” چھوٹی آنکھوں میں تھیں ؟

” ایسا نہ کہیے ؟

” وہ پھر عید کو گھونٹنے لگی اور کچھ دیر بعد بولی : تو میرے قوت

دہی ہمارے گھر جا رہا ہے لیکن ٹھہرو۔ اس گھرانے میں ساجد عید

نام کا کوئی آدمی نہیں ہے ؟

” بزدل مان کا بزدل بیٹا ! وہ عظمت کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

اس بار عید جھک اٹھا۔ اسے باکل ایسا ہی سوس چھا

تھا جیسے اس نے سچ سچ اس کی اپنی ماں کو کہا ہو۔

” تم زمان بند کر دو۔ ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا ؟

” شٹ اپ !

عید اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ہمدانی سچ میں آگیا

بولا : آپ مہربانوں کے ساتھ بیٹھ جائیے جناب عالی ! میرا

خیال ہے کہ خان نظر باب کی کوئی دوسری بیٹی نہیں ؟

” تم ٹھیک کیجئے جو تمہیں نصیب ! لڑکی آپ سے باہر ہوئی

جا رہی تھی !

میں اس خاندان کا قدیم نمک خوار ہوں۔ آپ کی بھی بات

کا بڑا نہیں مانوں گا ؟ بڑھے ہمدانی نے مسکرا کر کہا۔

لڑکی کچھ دیر بولی۔ عید کی بیٹی میں نہیں آ رہا تھا کہ اب

اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے اپنی برقعہ کی طرف واپس آنا پڑا تھا۔

لڑکی کی آنکھوں میں تفرقہ سائے گہرے ہوتے جا چکے تھے۔

بڑھا ہمدانی گلے لگانے لگا : خان زادی صاحبہ مجھے عید

انفوس سے کہ ہماری طاقات ان حالات میں ہوئی۔ خاندانی روایت

کے مطابق پیرس استخار اللہ اپنے جگہ کے حضور بار بارانی کے

یہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ خان دودا کی گڑھی کے مدعا لیل

137

پہلوں کے زلزلے میں ہسلوں نامی ایک شخص دیوانہ بنا ہوا تھا۔ ایک چالاک آدمی نے جو ہسلوں کو
 واقعی دیوانہ سمجھتا تھا ایک دفعہ دیکھا کہ ہسلوں کے پاس سونے کا ایک سکہ ہے اور وہ اسے اگھاتا جا رہا ہے۔ چالاک
 آدمی نے ہسلوں کے دس ہلکتے ہوئے سگے نکال کر چھپائی کر کے اور ہسلوں سے کہا "تم لو سنا سگے مجھے دے دو اور یہ
 دس کے دس سگے تم لے لو۔"
 ہسلوں نے کہا "پیسے تین مرتبہ گننے کی بولی بول کر دکھاؤ۔"
 وہ شخص سمجھا کہ ہسلوں اس کے دام میں آگیا۔ اس نے فوراً تین مرتبہ گننے کی آواز نکالی اور بولا "لاؤ اب
 سگے مجھے دے دو۔"
 ہسلوں نے کہا "تجھے اپنے گننے بن کے باوجود یہ معلوم ہے کہ میرا سکہ سونے کا ہے تو کیا مجھے یہ علم نہیں
 کہ تیرے سگے ہسلوں کے ہیں۔"
 چالاک لو سنا سگے لے کر رہ گیا۔

شاہد ہیں کہ اقتدار اللہ کی اولاد روایت کی پابند رہی ہے؟
 لڑکی کچھ زور لی۔ وہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی طرف
 نہیں دیکھ رہی تھی۔
 دفعتاً جید لڑکی نے دو درواں۔ نا انظر یاب اور... اور
 غالباً ہمتارے بھائی کا نام غاسناں ہوگا؟
 "ہش آپ؟ لڑکی دعا لری۔
 "آواز بیری نہیں ہے۔ جید نے ہمدانی کی طرف دیکھ
 کر کہا تھا۔
 "میں دست بستہ گزارش کروں گا کہ...؟
 "تم خاموش بیٹھو؟ جید نے غصیلے لہجہ میں کہا۔
 "بہتر ہے ہی ہوگا؟ لڑکی بھی ہمدانی کو گھورتی ہوئی لڑکی میں
 اس احمق سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتی ہوں؟
 "یہ روایت کے خلاف ہوگا؟
 میں لعنت بھیجتی ہوں اس روایت پر۔... سمجھے؟
 "اب میں اس سلسلے میں قطعاً کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا؟
 "لیکن میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں؟
 "میں پرس کرنا غریب کی خدمت میں پیش کس کے اپنے
 فرض سے سکدوش ہو جاؤں گا؟ ہمدانی لڑکی۔
 "اب یہ شخص زندگی بھر ان کی خدمت میں پیش نہیں ہو سکے
 گا؟ لڑکی نے کہا اور اچھل کر رختہ سے اٹھ گئی۔ وہ پھر لڑکیوں کو
 ملنے والے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ جید استغیا میرا اعزاز
 میں ہمدانی کی طرف دیکھنے لگا۔
 "میں کیا بتاؤں پرس؟ ہمدانی بھارتی ہوئی آواز میں بولا۔
 "نور دھیری مثل پوچھ کر رہ گئی ہے! سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ
 دونوں ایک ساتھ سفر کریں گے؟
 "اور بچا جو کچھ بھی کہتا ہے ایک ہی بار کہہ جاؤ۔ کیوں مجھے
 بھی غصہ المی اس کر رہے ہو؟ جید بیٹانی یہ بات نہ مار کر لولا۔
 "یہ طرز سخن آپ کے شایان شان نہیں ہے؟
 "اچھا تو میں پھر جا رہا ہوں اس کے پیچھے؟
 "اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اپنی منگرتی کی نگہداشت خود کریں؟
 "گھٹتے کیوں حوس باختہ ہو رہے ہو بڑے میان؟
 "آپ کی تیر مہراجی ہی کی بنا پر اقتدار اللہ بہادر نے آپ کو
 اصل معاملے سے لاعلم رکھا ہوگا۔ آپ دنیا کے کسی حصہ میں بھی پلے
 بڑے ہوں لیکن آپ کی شادی اسی دستور کے مطابق ہوئی جو
 سیکڑوں سال سے آپ کے خاندان میں چلا آ رہا ہے؟
 "بھلا میں دنیا کے کس حصہ میں پلا بڑھا ہوں؟
 "فرانس میں جناب عالی کیا... کیا آپ مجھے اس قدر لاعلم
 سمجھتے ہیں۔ آپ صرف پانچ سال کے تھے جب اقتدار اللہ نے
 آپ کو ایک ہمد و فرانسسی کے حوالے کر دیا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟
 "ٹھیک ہے؟ جید بولا۔
 اور پھر پچھلے مہینے تشریف لائے ہیں۔ آپ کے اقرب آپ کو
 اس وقت تک نہیں پہچان سکتے جب تک کہ انھیں آپ کی شخصیت
 سے آگاہ نہ کیا جائے؟
 "ہمدانی بات ہے؟ جید نے بے پروائی سے شالوں کو جنبش
 دی۔
 "اب باعث تشریف یہ ہے جناب عالی کہ ماہر جراحی اور

کیوں تشریف لائی تھیں۔ اور پھر تیرا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا
 کہ خان دوران کی اولاد آجی آزاد خیال ہو سکتی ہے؟
 "تو یہ ہاں سے یہاں کیوں نہیں گئی؟
 "مجھے انکس سے کہ اقتدار اللہ نے آپ کے حالات سے
 اس حد تک بے خبر رکھا؟
 "مجھے حالات کی پروا نہیں۔ ہمدانی صاحب! ہر قسم کے
 حالات سے نشنا میری باقی ہے۔ خواہ پہلے سے ان کا علم ہو یا نہ ہو؟
 جید بڑیں آنکھ دبا کر بولا۔
 جواب میں ہمدانی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ آدھی اور
 طوفان کی طرح کوپے میں داخل ہوئی۔
 "تو یہ حضرت میرے گھیرتوں؟ وہ جید کی طرف اٹھلی اٹھا
 کر لڑکی۔
 "ڈانٹک کار کا وہ بھی سخت؟ اسقول واقع ہوا ہے وہ
 تو تمہیں بیری بیری سمجھا تھا؟ جید لڑا۔
 "تم خاموش رہو۔ میں ان سے گفتگو کر رہی ہوں؟ لڑکی
 نے ہمدانی کی طرف اشارہ کیا۔
 "مناسب ہے ہی ہوگا عمر؟ ہمدانی نے کہا۔ اس بار اس کا
 لہجہ سرد تھا۔
 کیا تمہیں اپنے آقا اقتدار اللہ کے بیٹے کی زندگی مزہ ہے؟
 "کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟
 "تو پھر گے اسٹیشن پر آ رہا جانا اور میں سے اپنے شروٹوں
 چلے جانا؟
 "جی نہیں؟ جید لہلہا پڑا۔ اب تو اپنے پچا حشر کی خدمت
 میں ضرور پیش کیا جاؤں گا؟
 اس سے پہلے ہی آپ کی گردن گٹ جانے لگی؟ لڑکی بتنا
 کر لڑکی۔ اس پر جید نے ہمدانی کی طرف دیکھ کر گھنڈی سانس
 لی اور سوال کیا "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اٹھل ہمدانی؟
 "آپ بولیں تو نہیں ہیں پرس؟
 "میں تمہیں بڑو شہر حاصل کروں گا؟ جید نے لڑکی کو
 گھورتے ہوئے کہا اور چند دانتے بڑو کی پھیلوں پر ہاتھ پیرتے
 "میں نے آگاہ کر دیا نظر سے۔ اب تم جانو؟ لڑکی نے کہا
 اور پھر پزیم دروازہ ہو گئی۔
 ہمدانی جید کے قریب آ بیٹھا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا میں
 سخت الجھن میں پڑ گیا ہوں پرس! پتہ نہیں ایسے حالات میں
 اقتدار اللہ بہادر کی یاد کرتے؟
 "جان لیٹی پرتھ پر جاؤ۔ اس وقت تم اقتدار اللہ کے حضور
 میں نہیں ہو۔ اب تمہیں میرے احکامات کا پابند رہنا ہوگا؟
 "بجاء۔ ارشاد ہوا؟ ہمدانی نے کہا اور اٹھ کر اپنی پرتھ پر جا
 بیٹھا۔
 لڑکی نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن اس کے ہنسنے چہرے
 ہونے سے اب چہرہ سرخ تھا۔ غالباً اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔
 جید نے سوچا نامی دلچسپی رہنے کی کیا آفریہ ہے کیا چکر۔
 غصہ مفر سانی کے پسر ٹنڈنٹ کو شادی بیاہ سے کیا سروکار۔
 تو اب اقتدار اللہ کا نام اس نے سنا تھا۔ بھی رہے ہوں گے
 تو اب تو انکی پورٹ اہمورت کے پچھڑیں بڑے ہونے تھے۔
 کچھ بھی ہر ماہ طبعی معلوم ہے۔ جید سوچتا اور لڑکی کو گھورتا
 رہا اور دستور آنکھیں بند کیے پرتھ پر نیم دراز تھی۔
 دفعتاً جید نے ہمدانی کا اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے چھوٹا ہے
 اس نے بائیں طرف لڑکی کو اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ آجی
 آہستگی سے دوسری طرف چلا گیا کہ لڑکی کو علم نہ ہو سکا۔
 "خیر؟ کچھ دیر بعد جید نے اسے آواز دی اور وہ آنکھیں
 کھول کر بیری ہو گئی؟
 "کیا بات ہے؟ وہ غرائی۔
 "گواہی ہے کہ بے گناہ روایات سے نفرت ہے؟ میں نے
 تیرے کیا کیا کرتا میں اس قدیم خاندانی روایت کو توڑ دوں گا؟
 "سچ سچ؟ دفعتاً لڑکی کا چہرہ کھل اٹھا۔
 "ہاں۔ لیکن تمہیں دیکھ لینے کے بعد میں نے اپنا ارادہ
 ترک کر دیا ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "گراہ میں نے اس رعایت کو توڑ دیا تو مجھے زندگی بھر
 انکس رہے گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آجی خوب صورت
 ہوگی؟
 "ہش آپ؟
 "بڑ نہیں متا۔ فرانس کی بیویاں اپنے شوہروں کی پٹائی
 تک کر دیتی ہیں اور میں اسی اصول میں پلا بڑھا ہوں؟
 "اس خیال کو دل سے نکال دو کہ مجھے حاصل کر سکو گے۔ لاشیں
 گرجا میں کی؟
 "کیا کوئی جن عاشق ہو گیا ہے تم پر؟
 "میں کہتی ہوں جو اس بند کرو۔ تم کوئی فرادہ ہو جس کی زندگی
 بچیں سے اب تک فرانس میں گوری ہو۔ وہ آجی با عا درہ آرد

معدنی ٹھنڈی سانس لے کر بولا "مجھ میں نہیں آئیہ لایا؟"
 "کیا انتظام ہے؟" عید نے پوچھا۔
 "جان نغریاب کی ڈیڑھ بیسی لفظ مہمان" خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ملازمین محنت نہیں کرتے تھے۔ مہمان کو خاموشی سے مہمان خانے تک پہنچا دیا جاتا تھا۔
 "کس صدی کی بات کر رہے ہیں جناب؟" عید نے طنزاً پوچھ کر پوچھا۔
 "پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے جناب؟"
 "تب کوئی جوان لڑکی تھریں نہ رہی ہوگی۔ کم از کم فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا؟"
 "مجھے تو اب اجازت دیں جناب؟" فریدی نے معدنی سے کہا "ٹیکسی انڈین میں جا سکتی گی۔ ان کی اچی گاڑی آپ کو یہاں سے لے جائے گی۔"
 "میاں ایسی بھی کیا ملدی؟" معدنی بولا "کم از کم اندسے جو اب تو آجائے دو؟"
 "صاحب میں معافی چاہتا ہوں۔ کئی بار پھر واردوں سے ٹکرا رہی ہے؟"
 "اچھی بات ہے معافی؟" عید ٹھنڈی سانس لے کر بولا "عید سے پرس نکال کر میٹر ڈیٹنگ کی اندر کرایہ فریدی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔"
 "ڈنگی سے ان کے سوٹ کیس نکالتے وقت فریدی نے ایک چھوٹا سا پیکٹ عید کے ہاتھ میں دیا تھا۔"
 عید نے چپ چاپ اسے چیب میں ڈال لیا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں اپنے اپنے سوٹ کیس اٹھائے پھاٹک کے سامنے کھڑے تھے اور ٹیکسی جا چکی تھی۔
 "اب مجھے شدت سے جھوک لگ رہی ہے جناب معدنی صاحب؟" عید بڑھایا۔
 "میں تقریباً نہیں کر سکتا تھا کہ یہاں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا پرس؟"
 "کیا حالات دیگر گول ہیں؟"
 "خدا اے۔ میری سچی میں تو کچھ نہیں آ رہا؟"
 "خدا اے سنتی آنا دکھائی دیا جو اندر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔"
 "سنتی پھاٹک پر ہی رک گیا اور دوسرا آدمی چپے ٹٹے قدم اٹھا کر ان کی طرف بڑھتا چلا آیا۔"
 "کیسے جناب؟" اس نے سوال کیا۔

"ہم خان کی حیات کو آنے ہیں اور ہمیں اقتدار اللہ دلہا پوار نے چھوٹا ہے؟"
 "اوہ؟ وہ آدمی غالباً پس و پیش میں بڑا گیا تھا۔ کسی قدر پچھلے ٹھنڈے کے بعد اس نے کہا "آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں ابھی حاضر ہوا۔"
 وہ تیزی سے مڑا اور پھاٹک سے گور کر نظروں سے اچھل کر گیا۔
 "لا حول ولاقوہ؟" عید جتنا بولا "کم از کم فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا؟"
 "یہاں بھی نہیں ہوتا تھا جناب؟"
 "تو پھر کیا یہ ہمارے قدموں کی برکت ہے؟" عید نے طنزاً فریدی کے ساتھ کہا۔
 "مٹھی بے دست دیا ہوں جناب؟"
 "بے سرو پا بائیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ میں کون سا دولہا ہوں؟"
 "ابھی آپ صرف انتظار اللہ دلہا پوار۔ اقتدار اللہ دلہا پوار کے بعد آپ انتظار اللہ دلہا پوار لے گئے؟"
 "سورہ لا حول ولاقوہ؟"
 "اب آپ ہی تو جانتے؟"
 "مخدرار۔ جولائی میں نہیں۔ تم ہی تو مجھے یہاں لا رہے ہو؟"
 "جناب جناب۔ خدا راجھے میرے پریشان نہ کیجیے؟"
 "لیکن میری جھوک؟"
 "کسی جہہ مان کی طرح جھپٹا کر اس وقت یہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھے کھا لیجیے؟"
 عید کو ہنسی آئی اور معدنی تعذیر کا شکوہ کرنے لگا۔
 "اتنے میں ایک چھوٹی سی کار اندر سے آئی دکھائی دی۔ وہ ان کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ ایک خوشخوار شکل کا آدمی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔
 "بیٹھ جاؤ؟ وہ انہیں گھورتا ہوا غرا گیا۔ وہ خود گاڑی سے نہیں اترتا تھا۔
 عید کو اس کا انداز بار بار دکھائی دیا وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر چپ چاپ اندر بیٹھ گیا لیکن جب معدنی اگلی سیٹ پر ڈرائیو کے قریب بیٹھے لگا کو اس نے فرما کر کہا "تم بھی بیٹھ جاؤ؟"
 "میں اس کی ہرٹ نہیں کر سکتا؟"
 "کیوں؟"
 "لیکن قبل اس کے کہ معدنی اس میں بیٹھ کر جواب دیتا عید

نے تمکنا نہ لیجے میں کہا "تم میرے پاس آ جاؤ؟"
 "بہت بہتر جناب؟" معدنی ہلکا سا ہوا پچھلی سیٹ پر آ بیٹھا گاڑی فریڈے ہوئی ہوئی بھانگ سے گزرتی چلی گئی۔
 واقعی عید کو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی تعلق میں داخل ہوا ہو۔ چاروں طرف عمارتوں اور باغات کے سلسلے بھرے ہوئے تھے گاڑی جس سرگ پر جا رہی تھی بہت سیتے سے بنائی تھی۔ ایسا کٹھا تھا جیسے پانی تیرا ہی ہو۔ جلد ہی اس سرگ کا تھکا ہوا گاڑی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے سامنے رک گئی تھی۔ ڈرائیو نے عمارت کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا "مہمان نانڈ؟" عید اس انداز گفتگو کا مطلب سمجھتا تھا۔ اس نے معدنی سے آ رہے کہا۔
 "سنت تو میں کی جا رہی ہے؟" معدنی کا لہجہ فیصلہ تھا وہ دونوں اپنے اپنے سوٹ کیس سنبھالے ہوئے بیٹھے اتر گئے۔
 "مخبرہ؟" ڈرائیو فرمایا "یہ کار ڈیٹے جاؤ؟"
 معدنی نے سوار کار ڈاس کے ہاتھ سے چھپٹ لیا تھا۔ پھر عید نے اس سے لے کر دیکھا۔ چلی طرف میں اس پر غور کیا۔ مہمان۔ دعا گئے دولت و اقبال؟"
 "مخبرہ؟" معدنی پوچھ کر بولا۔
 گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔ عید نے معدنی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "دخان ٹھنڈا رکھو؟" اس کے بعد وہ عمارت کی طرف بڑھے تھے۔ مدد روزے پر انہیں روک کر کار ڈیٹے گاڑی معدنی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور ہاتھ کانپ رہے تھے کار ڈیٹے والے نے انہیں اندر پھینچا یا۔ کہو بہت سیتے سے سما یا گیا تھا۔ یہاں دو بیتر تھے۔
 "آپ دونوں کو کسی کمرے میں پیام کرنا پڑے گا کیونکہ دوسرے کمرے پہلے سے گھرے ہوئے ہیں؟" ہماری نے ان سے کہا۔
 "انداز آتے مہمان ہوں گے؟" عید نے سوال کیا۔
 "آپ کو اس سے کیا سروکار؟" اس کا بوجھ اچھا نہیں تھا۔
 "آئی ایم سوری؟" عید نے معذرت کی۔
 "کی آپ لوگ کھانا کھا چکے ہیں؟"
 "نہیں؟"
 "اچھا تو پھر دس منٹ بعد آپ کو ڈائننگ روم میں پہنچا دیا جائے گا؟"
 "بہت بہتر جناب عالی؟" عید نے بڑے ادب سے کہا۔
 "جب وہ آدمی چلا گیا تو معدنی فیصلے لیجے میں بولا "آپ کو اپنے رہنے کا خیال رکھنا چاہیے؟"

"پہلے بھر لیجئے کے بعد اپنے رہنے کے متعلق سوچوں گا؟"
 عید نے بے پروائی سے کہا اور معدنی ٹھنڈی سانس لے کر مقوم لیجے میں بولا "کاش آپ کی تربیت خود اقتدار اللہ دلہا پوار کے زیر نگرانی ہوتی ہوتی؟"
 "میں خاموش رہو۔ دوسرے ہی تمہیں ہی کھا جاؤں گا؟"
 دس منٹ بعد ایک باروری میرا انہیں ڈائننگ روم میں لے گیا تھا۔ کھانے کے دوران میں عید محسوس کرنا ہوا کہ معدنی زبردستی ملنے سے لولے آ رہا ہے۔ خود اس نے خوب ڈٹ کر حد سے کی توضیح کی اور پائپ میں تباہ ہو جرتے ہوئے ویٹر سے سوال کیا "کی کھانے کے بعد کافی نہیں پیش کی جاتی؟"
 "اگر کوئی مہمان فرمائش کرے تو ضرور پیش کی جاتی ہے جناب؟"
 "تم بہت شاکست آدمی ہو۔ تم سے مل کر خوشی ہوتی؟"
 "خدمت ہی مسک ہے؟" ویٹر نے کسی قدر جھک کر کہا۔
 "ہم کھانے کے بعد کافی پیئے کے عادی ہیں؟"
 "ہجی، پیش کی جاتی ہے جناب؟" ویٹر نے کہا اور برتن میٹ کر چلا گیا۔
 "آپ ان بدبختوں کو مٹھ لگیئے جناب؟" معدنی نے بہت بڑا سا مٹھ بنا کر کہا۔
 "اے اب تم میری نکرہ کرو۔ میں عوامی زندگی گزارنے کا عادی ہوں۔ میری تربیت جائیداد دارانہ اصول میں نہیں ہوتی؟"
 "اب پھر آپ کی تربیت کرنی پڑے گی۔ ورتہ۔۔۔"
 "پہلے معدنی... بس مجھے بورنگ کرو؟"
 "دقتاً ویٹر نے اس کا اطلاع دی کہ تھوڑی دیر بعد کافی پوردم ہی میں سرور کری جائے گی۔
 وہ بیڈ روم میں واپس آ گئے اور عید نے ہاتھ روم کی راہ لی۔ اب اسے اس پیکٹ کا دھیان آیا تھا جو چھتہ وقت فریدی نے معدنی سے چھپا کر اس کے حوالے کیا تھا۔
 ہاتھ روم میں پہنچ کر اس نے پیکٹ نکالا اور اسے کھولنے لگا۔ "اوہ؟" اس نے فوجی سانس لی۔ یہ ایک چھوٹا سا بیسی ڈرائیو ٹھنڈے شکل سگریٹ لائٹر کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت تھکا ہوا تمبکوتہ بھی جا ہوا اس ڈرائیو پر چمچ سے رابطہ کی نم کر سکتے ہو۔ اور بہتر یہی ہوگا کہ خود ہی کیڑے کر کے اس بڑھے آدمی سے ان حالات سے متعلق معلومات حاصل کرو جس سے اس وقت دوچار ہو؟"
 عید نے اس پرچے کو ذرا تیش کر دینے کے بعد ڈرائیو کو چیب میں ڈال لیا اور بیڈ روم میں واپس آ گیا۔

معدنی آج نہیں بند کیے آرم کسی پر نیم دراز تھلہ میدگی
 آہٹ پر سچ نمک کر سیدھا ہو بیٹھا۔
 محمد رشتہ پر بیٹھا ہو لڑا... ہم چھا حضور کی خدمت میں
 کب پیش کیے جائیں گے؟
 ”یہ عرض کر دل جناب امیری میں کچھ نہیں آ رہا۔ ان
 حالات کا وہ دم دگمان بھی نہیں تھا؛
 ”صاف صاف بتا دیا کیا بات ہے۔“ ابا حنور نے مجھے کچھ بھی
 نہیں بتایا۔ مجھ سے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ فرسٹ کلاس ورننگ
 روم میں ایک آدمی مجھے ملے گا جس کے ساتھ مجھے سفر کرنا ہے۔
 ”تالیا! اقتدار اللہ لہو بہا دو کو پیٹے ہی سے شہر تھا کہ میں آپ
 انکار کر دوں، میں معدنی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا، اگر میرا
 مشورہ شامل حال ہوتا تو آپ کبھی فرانس نہ جا سکتے۔ آپ کی تعلیم و
 تربیت یہیں ہوتی؛
 ”مجھے الجھی میں ڈالو لہو یا سے معدنی۔ بتاؤ کہ کس قسم کے
 حالات سے میرا ساق ہے۔“ لاسلمی میں کہیں کوئی ٹھوکر نہ کھائیں؛
 مناسب ہے۔ مزوری مجھے ہے کہ آپ کو حالات سے آگاہ
 کر دیا جائے؛
 اور اب تم اسی طرح آرام سے لیٹ جاؤ پیٹے پیٹے ہوئے
 تھے حصہ مراتب کا خیال ترک کر دو، ورنہ دونوں ہی تکلیف
 اٹھائیں گے؛
 ”بہت بہت شکر ہے جناب۔ بڑھا پا بڑی چیز ہے؛ معدنی
 نے کہا اور آرام کر ہی پر نیم دراز ہو گیا۔
 کچھ دیر خاموش رہ کر وہ چہرہ لڑا... اقتدار اللہ اور خان
 دوران بڑوالہ بھائی تھے۔ دونوں کے درمیان بے انتہا محبت
 تھی۔ ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ یہ قلعہ ان کی آباؤی جائے رہائش
 تھی۔ اس زمانے میں اقتدار اللہ صرف اعتقاد الدین تھے اور خان
 دوران عباد الدین کہلاتے تھے۔ اس وقت ان دونوں کے باپ
 خان دوران کہلاتے تھے۔ کیونکہ یہ قانونی قانونی خطاب شہزادہ سوزی
 کے زمانے سے چلا آ رہا تھا۔ دونوں بھائیوں کو شکار کا بھی شوق
 تھا۔ خصوصیت سے بھڑوں کا شکار ان کی محبوب ترین تفریح
 تھی۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے اور ان کے پیچھے بے شمار شکاری
 کتے شرمچاتے ہوئے چلتے۔ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا کہ
 دوسری جاگروں میں یہ دونوں دو دریاؤں کے نام سے مشہور تھے۔
 نوتو کے لوگ ان کے نام سے کہتے تھے۔ بہر حال اس پچھلے کی
 کہانی بھڑوں کے شکاری سے شہ راج ہوئی ہے۔ ایک بار
 دونوں قبضہ سے پھڑپھڑے ہوئے ایک بھڑوں کے تعاقب میں تھے

جو ان کے کئی کتوں کو زخمی کر چکا تھا۔ اقتدار اللہ کو کہنا تھا کہ اسے
 کتوں ہی سے زخمی کر لیا جائے اور خان دوران کو مدد تھی کہ جیسے ہی
 وہ نظر پڑا وہ اسے رافٹل کا نشانہ بنا دیا۔ بات آتی بڑی کھ
 دونوں نے ایک دوسرے پر رافٹلین تان لیں۔ کوئی بچاؤ
 کرنے والا بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں بھڑیا بھی چھاڑوں میں
 نظر آ گیا، رخاں دوران نے اپنی رافٹل کا رخ اس کی طرف کر کے
 فائر کر دیا، گولی نشانے پر بیٹھی تھی۔ اقتدار اللہ نے خان دوران پر
 فائر کر دیا، گولی آفتاقا گھر کے سر پر لگی۔ اس طرح خان دوران
 نے اپنا بچاؤ کر لیا۔ دونوں نے چھاڑوں میں پوزیشن لے لی تھی
 اور اس وقت تک ایک دوسرے پر فائر کرتے رہے تھے جب
 تک کاروں ختم نہیں ہو گئے تھے۔
 اس کے بعد شاید دونوں ہی کو ہوش آ گیا تھا اور وہ دونوں
 ایک دوسرے سے منچیلے ہوئے جنگوں میں جھپٹتے پھرتے تھے۔
 اقتدار اللہ نے پھر بھی اس گڑھی کی صورت دیکھی اور آج قصبر
 دوران کہلاتا ہے۔ وہ کافی عرصہ تک ادھر ادھر جھپٹتے رہنے کے
 بعد ایک بڑی ریاست میں جا پہنچے تھے۔ وہاں انھیں باقران ہاتھ
 لیا گیا۔ ایک بڑے عرصے پر فائر ہوئے اور باپ کی زندگی ہی میں
 خطاب یا قہر ہو گئے۔ اقتدار اللہ کہلاتے۔ یہ اس ریاست کا سب
 سے بڑا امرا تھا اور صرف شاہی خاندان کے افراد ہی تک محدود
 تھا۔ ان دونوں کے باپ خان دوران نے اپنی زندگی میں بڑی
 کوشش کی تھی کہ دونوں بھائی مل جائیں لیکن اقتدار اللہ نے تو
 انھیں بھی شکل دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ معدنی طلب کی تھی۔
 خان دوران یعنی ان کے باپ نے ان کی اس خواہش کا احترام
 کرتے ہوئے اپنے اس مطالبے کو دہرائیا تھا۔ دیا تھا لیکن ساتھ ہی
 یہ شرط لگائی تھی کہ نہاہ دونوں بھائی زندگی بھر ایک دوسرے کی
 شکل زد کیجیں لیکن وہ اپنے بچوں کی شادیاں آپس ہی میں
 کریں گے۔ باہر اس صورت میں کر سکیں گے جب دونوں بھائیوں
 کی اولاد میں بھر نہ لے۔ لہذا تمہارے والد اقتدار اللہ کی شادی
 تمہارے چچا جو باپ کے مرنے کے بعد خان دوران کہلاتے تھے۔
 ان کی بیٹی سے ہوئی۔ تمہارے دامائے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس
 لیے خان قریاب کی شادی خاندان سے باہر ہوئی تھی۔ اب یہ بھی
 محبت و خفا ہے کہ تم اپنے باپ کی وادعا دلا دہو اور خان قریاب
 کے چچا صرف ایک بی بی بی بی ہے؛
 معدنی خاموش ہو گیا اور عید باپ میں تباہ کرنے لگا۔
 اتنے میں کسی نے باہر سے دروازہ پر دستک دی۔
 ”جاؤ، تمہارے پلہ آؤ نہیں کہا اور دیگر وادعا کو لہ کر

اندھا داخل ہوا۔
 جب وہ کافی کیڑے رکھ کر واپس جانے لگا تو عید نے اسے
 دس کا ایک ٹوٹ دیتے ہوئے کہا، تم بہت باسیٹہ آدمی ہو؛
 دنگ پر جناب، اس نے ٹوٹ وصول کر کے عید کو تعظیم دی
 اور باہر چلا گیا۔
 ”اور اب؛ معدنی عیرائی ہوئی آواز میں لڑا، میں اسی
 لیے تجھیں یہاں لایا ہوں کہ تمہاری شادی ظفر باپ کی بیٹی سے
 ہو سکے۔ مجھے صاف کرنا میں تجھیں تم کہہ کر غنا طلب کر رہا ہوں؛
 ”کوئی بات نہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جاگیر واران نظام
 والی تہذیب کو تہہ کر دوگو، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں؛
 ”ہوں۔ اول لیکن کیا تم اس بد تمیز لڑکی سے بناہو سکتے؟“
 ”بد تمیزوں کو نامیز نامی مری بائی ہے۔ تمہرے وہ تمہیں تکلیف
 کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود تمہارے لیے کافی بناؤں گا؛“
 ”بہت بہت شکر ہے۔ میں بہت شکر گیا ہوں برس، اور
 یہاں کے لوگوں کے اطوار سے میرے۔ صاب پر بہت بڑا اثر
 ٹالایے؛“
 ”خو کر دو۔ ہر تکلیف کا ازالہ ہو جائے گا؛“ عید نے کہا اور
 ”خو کر کافی بنانے لگا۔
 معدنی نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا، کاش میں
 کسی ذریعے سے اقتدار اللہ کو یاد کر رہا ہوں کہ حالات سے آگاہ کر سکتا۔
 میں نہیں جانتا کہ مجھ پر کسی قسم کا الزام آئے؛“
 ”میں کتنا ہوں برا نہ جیتے کو اپنے ذہن سے جھٹک دو پڑے
 حالات کا علم ہو جانے کے بعد سب کچھ مجھے کرنا ہے؛“
 ”تو تجھ میں برسی الزام؛“
 ”تعلق ہے عید نے کافی کا کپ اس کی طرف بڑھلنے ہوئے
 کہا، ”تم کافی کی کوسنے کی کوشش کرو؛“
 اس کے بعد پھر کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی اور کافی ختم
 کر کے معدنی لیٹر پر جا لیٹا تھا۔ قریب آدھ منٹ بعد عید نے اس
 کے خیر لے۔
 وہ فریدی سے رابطہ قائم کرنے کے لیے بے چین تھا۔
 اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد معدنی نے بے خبر سو رہا ہے وہ پھر
 بات خود میں داخل ہوا اور تھی کھڑکی کھول کر ایسی پوزیشن میں آ گیا کہ
 باہر سے دیکھا جا سکے۔ پھر جب سے فرانسیر نکال کر اس کا سوچ
 آن کی اور دیکھا، آواز میں فریدی کی بیکار نہ لگا۔
 ”ہیلو... ہارڈ اسٹرن... ہارڈ اسٹرن... ہارڈ اسٹرن...“
 ”ہاٹ ہارڈ اسٹرن؛“

”میں نے بڑے سے ضروری مطوعات حاصل کر لی ہیں۔
 اس کے بیان کے مطابق ہمارے ساتھ یہاں سر دھری کا بڑا تاز
 ہوا ہے۔ اس جہاز خانے میں ہمیں جگہ ملی ہے جہاں دوست و
 اقبال کے دعا گو ٹھہرائے جاتے ہیں اور...“
 ”مہربانہ سے کام لو، تمہارے لیے لہجہ سنا ہوں گی اور...
 اس کے بعد عید نے اسے بتایا کہ کس طرح آفتاقا لڑکی
 سے ٹرین میں ہی طاقات ہوئی تھی۔
 ”اچھی علامت ہے، دو دوسری طرف سے آواز آئی، ”دیکھو وہ
 اچھی نگر رہو، ایشیوں ہی پر ٹرین کار کی منتظر ہے اگر تم اسی وقت
 خان تک پہنچنا چاہتے ہو تو ہر بار ہنگو اور نہان خانے سے بائیں طرف
 چل پڑو۔ قریب آدھ سو قدم کے فاصلے پر داہنی جانب ایک اور راستہ
 ملے گا جس کا انتقام ایک چھوٹے سے پارک پر ہوا ہے۔ پارک کے
 چھانک پر جو آدمی ملے اس سے اتنا کہہ دینا کہ تم یہاں ہو۔ وہ تھوڑے
 لیے کوئی تھوڑے کرے گا۔ ڈر نہ کرو، ہاں تم آدھے گھنٹے بعد وہاں
 سے روانہ ہو سکتے ہو۔ اور...“
 ”کیا میرا ہونے والا عرصہ بہت زیادہ بجا رہے؟ اور...
 ”خفا کا لڑھکھ ہے۔ دو لوگ اسے باہر نہیں نکلتے دیتے۔
 تم اگر کسی طرح اس تک پہنچ سکو تو بہتر ہے۔ اور...“
 ”دوسری طرف سے آواز آئی بند ہوئی اور عید نے طرل سانس
 لے کر سوچ آف کر دیا، کمرے میں واپس آ کر اس نے لباس تبدیل
 کیا اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہاں خانے سے نکل ہی رہا تھا کہ
 وہاں نے اسے ٹوکا۔
 ”پیٹ میں کچھ گڑھی کی عموں کر رہا ہوں اس لیے کچھ دیر بیٹھنے
 کا اردو ہے؛“ عید لڑا۔
 ”کیا آپ کے پاس رات کو بائینٹے کا اجازت نامہ ہے؟“
 ”ہے تو بھائی، لیکن میرے ساتھی کے پاس ہے اور وہ بے خبر
 سہا ہے؛
 ”تب تو مجھے اٹھو سبے جناب؛“
 ”بڑی محبت بات ہے۔ مہمان پر اس قسم کی کیا بند ہی آج
 تک نہ دیکھی نہ تھی؛“
 ”آپ برا کروم اندر شریف لے جانے کے وہاں نے سخت
 بیچ میں کہا، صورت سے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔
 ”اچھا میرے مہمان دوست؛“ عید نے ٹھنڈی سانس لی اور
 واپسی کے لیے مڑ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر دس منٹ بعد پڑا اور شہر
 فریدی سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب
 نہ ملا۔ آخر تک باکر اس نے لباس تبدیل کیا اور سونے کے لیے

پڑے ہوئے تھے۔

حمید دے پاؤں چلتا ہوا ایک بہت بڑے آرائشی گلدان کے پیچھے جا چھا۔ پرنسین ایسی تھی کہ اگر وہ دوزخ کا گھر سے میں ٹھکانا شروع بھی کر دیتے تو انھیں حمید نہ دکھائی دیتا۔
پھر دو ریلوے سٹیشن سے سردار قاہرہ کی بھارتی ہوئی سی آواز سنو۔
”صمدانی جھانی... م... م... کیے کیا ہو گیا ہے۔ میں بار بار اس طرح سوئے کیوں لگا ہوں؟“

”موسم کا اثر ہے۔ نیکو ذکر دو“

”انت۔ تمھیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ صمدانی جھانی؟“

”پاکل نہیں؟“

”پرنس کہاں ہیں؟“

”اپنے کمرے میں۔ وہ بے کاری میں زیادہ تر سوتے رہتے ہیں تھیرا تم اصل معاملے کی طرف آ جاؤ؟“

”تشنش شادی۔ ضرور ہوگی صمدانی جھانی؟“

”وہ تو ہوگی ہی۔ میں تم سے اس آدھے سرخ ٹکڑے کی بات کرنا چاہتا ہوں؟“

”خ۔ خط ہے صمدانی جھانی؟“

”فضل بائیں نہیں۔ آدھا لٹکا مجھے ہر حال میں چاہیے؟“

”وہ تو نہیں ہے میرے پاس؟ قاہرہ کی آواز آئی۔“

”وہ تو ہر حال میں مجھے چاہیے۔ روز بڑا خون خرابہ ہو گا؟“

”نت تلاش کرنا پڑے گا صمدانی جھانی؟“

”ضرور تلاش کرو۔ دس بے راستہ مکھے مل جائے؟“

”نہیں لیکن صمدانی جھانی۔ اگر وہ مل بھی گیا تو؟“

”تمھیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ تمہارا ہر حال میں خیال رکھا جائے گا؟“

”میں کہہ رہا تھا صمدانی جھانی کہ وہ پرانی پاؤں کا تھقہ ہے اور اب وہاں قدم رکھنا مشکل ہے؟“

”میکوئی؟“

”ہو بیڑا... ہو بیڑا... باڈی ہی سے نمودار ہوتا ہے؟“

”کیا اس ہے؟“

”یقیناً کہ صمدانی جھانی۔ وہ اسی بھڑینے کی روح ہے جو قافلہ دران کے ہاتھوں مارا گیا تھا؟“

”میں کہتا ہوں کیسا اس منت کر دو؟“

”تمہاری مرضی۔ میں تلاش کرنے جا رہا ہوں لیکن اگر وہ نکو از ملا تو؟“

”تمہارے پرچے آ رہا ہیں گے؟“

ایک دفعہ شوکت تھانوی سنت بیدار بڑ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے سر کے بال جھڑ گئے۔ اجلب ان کی عیادت کو پہنچے اور بات چیت کے دوران ان کے سر کی طرف دیکھتے رہے۔ سب کو متعجب دیکھ کر شوکت تھانوی بولے۔
”ملک الموت قمری لائے تھے، صورت دیکھ کر ترس آ گیا، بس سر پر ایک جبت رسید کر کے چلے گئے۔“

”بات حاصل یہ ہے صمدانی جھانی کہ وہ فیض کے پاس ہے؟“

”فیض بڑا گستاخ لڑاکا ہے اور مجھے بھی خاطر میں نہیں لاتا؟“

”میں کچھ نہیں جانتا بلکہ دیکھو فیض کو اس کا علم نہ ہونے پائے کہ میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے؟“

”اوسے جو رتہ وقتاً حمید نے اپنی پشت پر لگا کی چیخ سنی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔“

”ادبوس۔ بے بی کان۔ دل کم، دل کم، وہ سیدھا کھڑا ہو کر کھائی تھنسی کے ساتھ بولا۔“

”قاہرہ صمدانی بھی آٹھ ٹکڑے ہونے تھے۔ دردانہ نے انھیں غائب کر کے کہا؟“

”شہزادے صاحب اور مجھے ہونے پائے لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔“

”میں ہر وقت آروں دیکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ جیوندے سوجا شاید یہ لوگ گفتگو میں نہ نہنے عادیہ استعمال کریں۔ اس لیے مجھے ناغہ اٹھانا چاہیے؟“

”حمید نے جابجا تھا اور وہ سب وہ خود کھڑے تھے۔ دردانہ کی نظرا ہے، ہر سردار قاہرہ کی طرف تھی اور وہ کسی قدر تھیں بھی دکھائی دیتی تھی۔“

”وقتاً سردار قاہرہ نے حمید سے کہا پرنس۔ ایسی بات تھی تو آپ کو ہراسہ مریاں بیٹھنا تھا؟“

”ادبوس۔ تم کچھ نہیں سردار قاہرہ پرنس، دوسروں کو تھیر کر دینے میں بیدادنت محسوس کرتے ہیں اسے ان کی باڈی کھرو؟“

”اچھا یہ بات ہے صمدانی جھانی؟“

”سردار قاہرہ نے نگاہ حمید سے محسوس کیا جیسے دردانہ اسے پاگل بھی دیکھ رہی ہو۔“

”اچانک دردانہ بولی مجھے چرت ہے ماموں حضور؟“

”کس بات پر چرت ہے بیٹی؟“

”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی پوری شخصیت بدل کر رہ گئی ہو؟“

”ایسی تو کوئی بات نہیں بیٹی۔ میں اور صمدانی جھانی آپکے لیے ایک دوسرے سے واقف ہیں؟“

”تو کیا یہ واقعی پرنس اختیار ہیں؟“

”ہاں بیٹی۔ جھلا اس میں شہد کی نمونہ نش کہاں؟“

”پھر وہ مزید کہنے لگے تھے بغیر واپس مڑ گئی۔ حمید اس موقع کو فائدہ نہیں کر سکتا۔ بڑی مشکل سے ترو دوبارہ سامنا ہوا تھا۔“

”وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور ان پر پہنچ کر ہی دردانہ کو معلوم ہو سکا کہ کوئی اس کے پیچھے آ رہا ہے۔“

”وہ دیک کر مڑی اور پرتھر پیچھے میں بولی تم کوئی بھی ہو۔“

”مجھے تم سے قطعاً دلچسپی نہیں؟“

”مگر انکر فرانس میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ رکیاں آتی بے مروتی سے پیش نہیں آئیں؟“

”تو پھر یہاں مرنے کیوں آئے ہو فرانس ہی واپس جاؤ؟“

”مرنا تو نہیں ہے۔ رکیاں لغت دین یا نہ دین؟“

”میرے پیچھے مت آؤ؟“

”مگر ان کو بھی حضور سے ترل ہی لوں؟“

”وہ نہیں ملنا چاہتیں؟“

”چھپا حضور کی کسی طبیعت ہے؟“

”پہلے بہتر ہیں لیکن کوئی ان سے مل نہیں سکتا؟“

”اچھا تو میری تصویر میں ان تک پہنچا دو؟“

”میکوئی؟“

”انھیں اطمینان ہوجائے کہ میں بھی بہت کھلے ہوں؟“

”تم؟ وہ تمھیں آئینہ انداز میں پس پڑی۔“

”نہیں ہوں؟“

”گھسیارے معلوم ہوتے ہو؟“

”یہ کیا ہوتا ہے؟ میں گھسیارے کے معنی نہیں جانتا۔“

”ایسی کسی مٹھی گول فریڈ سے پوچھ لینا؟“

”یہ بی کان! میں نے سادھروں کی ہی زندگی گزارا ہے۔“

”میری کوئی گول فریڈ نہیں؟“

”حالاً تم، دولت سے ہی جھجھک گئے ہو؟“

”تمہارے ہی پر دادمیرے چھٹی تھے؟“

”دشٹ اپ؟“

”حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فیض تم آدھا کھائی دیا۔ دردانہ کو اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر غنارت آمیز مسکراہٹ تھی۔“

”فیض حمید کو گھورتا چلا آیا تھا۔ قریب پہنچ کر وہ پاؤں میں قیام کرنے کا سلب نہیں کرتا جہاں چاہو آزادی سے کھڑے پھرتے۔“

”میرے بچے حضور کو مل ہے؟“

”مجھے جاؤ؟ وہ اس کے آفاقی حصہ کی طرف ہاتھ دکھا کر ہارلا۔“

”میرے سونو گیم۔ بد تیزی نہیں؟“

”میں اتنا ہی کافی تھا۔ فیض دوپہر کی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لیے حمید پر پھوٹ پڑا۔ حمید بیٹھے ہی سے اس کے لیے تیار تھا۔ کتنا کلاٹ کراس کا دارغانی دیا اور پھر جو ایک دانہ جوڑو کا گنا یا تو فیض چھیل کر دوڑا جا کر۔“

”حمید دردانہ کی طرف مڑ کر بولا۔ یہ بہت بیکورف آدمی ہے۔ اسے یہاں سے لے جاؤ ورنہ میرے ہاتھوں سے مارا جائے گا؟“

”میں کچھ نہیں کر سکے دو دن کا؟“

”بارچھنے کا ایسا ہی انداز تھا جیسے مرنے والے کی تھکان لی ہو۔“

”حمید پھر سے جھکا اور اسے اپنی پشت پر اٹھا کر دوڑا دیکھنے لگا۔“

”دردانہ کھڑی حیرت سے بکیں جھیکاری تھی۔ سوچتا ہی ایسی غروب ہوا تھا۔“

”دردانہ کھپکھپنے لگا تھا، لیکن ایسی آہنی روشنی تھی کہ وہ دور سے بھی پہچانے جاسکتے۔“

”اس بار فیض اٹھا تو خالی ہاتھ نہیں تھا اس نے ریلوے کمال لیا تھا۔“

”اب تم نہیں پرناک رگڑو۔ دردانہ گولی مار دوں گا؟“

”فیض جھانی پر بزدلی ہے؟“

”تم چپ رہو۔ اندر جاؤ؟“

”اسنے میں براہ راست سے صمدانی کی لٹکار مانی دی۔“

”تمہارے لڑکے نے پرنس پر ریلوے تان رکھا ہے۔ یہ اتنا جھگڑا کر کیوں ہے؟“

”اس کے بعد وہ دو دن چھپتے ہوئے لان پر بیٹھے تھے۔“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ریلوے سٹیشن لکھو تو قاہرہ نہ کہا۔“

”آپ اندر جائیے۔ میں یہاں کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہوں؟“

”فیض کا جواب تھا۔“

”وضف... فیض بیٹہ؟“

”م... مجھ سے ایسے کچھ نہیں کہہ سکتے؟“

”پھر رسید کیجیے۔ ہاں جان۔ یہ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟“

”دشٹ اپ؟“

”دشٹ اپ؟“

”اس نے بڑے ڈرڈنے انداز میں پتے ریلوے والے ہاتھ کو جنبش دی تھی۔“

چلو چلو یہ صدف نے منہ فرم لیا ہے میں کیا؟ اس وقت اسی کا گہنا گودہ۔ اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔
 تم سے تو میں ابھی نمٹا ہوں؟ حقیقت نے صدف کی دھمکی دہی۔
 بزرگوں کے منہ نہیں آیا کرتے بیٹے۔ معلوم نہیں تھا کہ تیریت کیسے ہوتی ہے؟
 "بیچ چلو صدف بھائی؟ تاہم ہر کھپکھپاتی ہوئی آواز میں کہا۔
 مجھے اس سے خوف محسوس ہو رہا ہے؟
 وہ سب شہم کو دیکھ کر ہنسا پڑا کہ اتنے گھٹے۔
 دودا نے فابریک گھر سے جا رہی تھی اور فابریکوں ہاتھوں سے سرتھلے بیٹھا فرش کو دیکھ رہا تھا۔
 شاید میں خواب دیکھ رہی ہوں؟ دروازہ بڑھاتی۔
 "جائے میں؟ حیدر نے پوچھا۔
 نہیں میں بچ کبہ رہی ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ یہ ماموں جان ہیں۔ انھیں کیا ہو گیا ہے یہ تو اس وقت حقیقت بھائی کی کھال آتا دیتے؟
 "الٹا جب جانتا ہے ہایت دے دیتا ہے؟ صدف نے کہا۔
 "ہاں ممکن۔ مجھے نہیں نہیں آتا؟ دروازہ اسے گھرتی ہوئی ہوئی۔
 چند لمحوں کے بعد سوچتی رہی پھر اٹھا اٹھا کر کہا کہ تم بھی باکل بدلے ہوئے نظر آتے ہو۔ جب میں نے تمہیں ٹرین میں دیکھا تھا تو تم کچھ ادرتے؟
 قبل اس کے کہ صدف کی کچھ کتابت بعد ہاتھ روم کے بھانے وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اسے پھر فریڈی سے رابطہ قائم کرنا تھا۔
 حالات ٹھیک ہو گئے تھے۔ صدف کی حدود پر پزیرا ثابت ہوا۔ اس کی شہقیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔
 حیدر نے فریڈی کو تازہ ترین حالات سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔
 "دونوں پر کڑی نظر رکھو؟ فریڈی نے جواب دیا یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کر دو کہ ان دونوں کے درمیان اس گفتگو کا مقصد کیا تھا۔ تم یہ سوال براہ راست صدف سے بھی کر سکتے ہو؟ اودھ۔
 "آخر یہ بیڑا لایا بلا ہے؟" حیدر نے پوچھا۔
 "بے میری ابھی چیز نہیں۔ جلد معلوم ہو جائے گا؟ اودھ ایشیا ل۔
 حیدر گفتگو ختم کر کے پھر ڈیٹنگ روم میں واپس آیا صدف کی تنہا تھا۔ حیدر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور مسکرا کر لولا پر پرس چھپ کر ہماری گفتگو سننے کی جرأت نہیں سمجھی تھی۔ آج آپ کے ساتھ بیٹھنے میں اتنا دلدادہ مبادری کچھ معلومت اور بھی تھی؟
 "اگر کچھ حرج نہ ہو تو میں بھی ان کے بارے میں جانتا ہوں گا؟"

حیدر نے کسی شخصے پتہ کی طرح متحرک لایا۔ صدف کی کچھ کھینچ ہی والا تھا کہ دودا خان کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔
 "آپ لوگ۔ یہاں سے فوراً چلے جائیے؟ وہ باہتی ہوئی ہوئی۔
 صدف نے اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا، لیکن حیدر نہیں اٹھا تھا۔ اس نے سر دھجے میں سول کہا؟ "دیکھو؟"
 "حقیقت بھائی یہ جھڑپ ناگ آدمی ہیں۔ انھوں نے ماموں حضور کو ایک کمرے میں جکڑ دیا ہے اور آپ دونوں کی نگہ میں ہیں؟
 "آخر کیوں؟" صدف نے بولا۔
 "میں نہیں جانتی؟
 "مجھے بھی حضور کے پاس لے چلو؟ حیدر نے اس سے کہا۔
 "یہ بھی ناممکن ہے؟
 "پھر میں نہیں ماموں جان گا۔ اتنا دلدادہ لایا اتنا بزدل نہیں ہو سکتا کہ میدان چھوڑ کر جھاگ جائے؟
 "اچھا تو پھر میرے ساتھ چلو؟
 "یہ ہو سکتا ہے؟ حیدر نے صدف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "آپ جانتے پرس۔ میں یہیں رہوں گا اور اپنے دوست تاہر کو اس ظالم کے پیچھے سے رہانی ڈلاؤں گا؟
 "اچھا۔ اچھا؟ حیدر مسکرا کر لولا اور دوازے کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔
 کچھ دیر بعد اس تبدیلی کی اطلاع بھی فریڈی کو دینی پڑی تھی۔ دروازے سے حکایت کے ایک دور آقا وہ جتنے میں چھوڑا تھا اور کچھ دیر کے لیے غائب ہو گئی تھی واپس آئی تو پہلے سے بھی زیادہ پریشان تھی۔
 "مجھے تو... اس حقیقت سے نفرت ہو گئی ہے۔ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ میں تمہاری عزت کرتی ہوں؟ اس نے کہا۔
 "دل دکھانے کی باتیں نہ کرو۔ میں تو بہت بڑا ہوں؟
 "شہق کی طرح بزدل تو نہیں ہو۔ اس نے صدف کی صاحب کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ کسی طرف نکل گئے؟
 "اوہ۔ اچھا؟ حیدر کو کھڑا کھڑا ہو گیا۔
 "وہ ان سے کسی چیز کا مطالبہ بھی کر رہا تھا؟"
 "کس چیز کا؟"
 "یہ تو میں نہیں جانتی۔ میں نے دونوں کی گفتگو سننی ضرور تھی، لیکن دونوں ہی سہم انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔ مثلاً حقیقت نے صدف کی صاحب سے کہا تھا۔ میں نے آجا جان سے سب کچھ معلوم کر لیا ہے؟ تم زندہ پتہ کون نہیں جاسکتے؟ لاؤ تو آج والا میرے فرور مارے جائیں گے۔ مجھے حقیقتاً اپنے ماموں اور حقیقت سے"

حوالہ کرو؟

"دوسرے پڑ گیا ہوا؟"

"ایسا پتہ لکھا پڑھا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا اس نے کھڑکی سے باہر جھانک نکالی اور غائب ہو گیا۔ حقیقت کے آدمی اسے چاروں طرف دھونڈتے پھرے ہیں؟
 "یہ تو بہت بڑا ہوا۔ میں تنہا رہ گیا؟
 "تم میرے چمکے بیٹے ہو۔ تمہیں ایسا نہیں سرچنا چاہیے؟
 "اسے۔ تم بھی تو پھر میری طرح گزرتی ہو؟
 "دردانہ ہنس پڑی۔ "بڑی بڑی وہ تو مذاق تھا، لیکن مجھے اس غزٹ کے لیے بڑی پریکٹس کرنی پڑی تھی؟
 "ایسا کیوں کرتی ہو؟"
 "آئیے صبح دیر تک صدف کی عادت ہے اسی حضور اس کی خالہ ہیں میری خاموشی کو مکہ ہے کہ سوچ طوطا ہونے سے پہلے مجھے اٹھا دیا کرے۔ اب عالمی ہے کہ جہاں اس نے مجھے جگمگنے کی کوشش کی اس نے خراشا شروع کر دیا۔ جھاگ کھڑی ہوئی ہے اور اسی حضور سے کہہ دیجئے کہ وہ ان کا مکہ بھی لائی ہے۔
 "بہت چالاک ہو؟ حیدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔
 "اور میری خاموشی سمجھتی ہے کہ اس غزٹ کا تعلق پرانی باؤلی والے بیڑے سے ہے؟"

"ہاں، باؤلی والا بیڑا کیا صحبت ہے؟"

"دونوں کا خیال ہے کہ یہ اسی بیڑے کا بھوت ہے جو داوا حضور کی داخل کا نشان بنا تھا اور تمہارے دادا خواہ غور پور ہو گئے تھے سچ کہتی ہوں مجھے اس کہانی پر بہت ہنسی آتی ہے؟"
 "کیوں آتی ہے؟"
 "آخر یہ لوگ اتنے اسی کیوں ہوا کرتے ہیں۔ آتی ذرا سی بات پر اس حد تک ناچاتی؟
 "نہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ وہ بہت پیارے اور پتے لوگ تھے۔ کھل کر نفرت کرتے تھے اور باگلوں کی طرح ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ اب تو کچھ بھی نہیں رہا۔ نہ نفرت نہ زہنت۔ لوگ صدف کو ایک دوسرے کو دہشت کرتے ہیں اور زندگی بھر ادا لاری کرتے رہتے ہیں؟
 "تم بہت گہری باتیں بھی کر سکتے ہو؟ وہ لولا دیر مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
 "میری کھ میں نہیں آتا کہ میں صدف کی لیے کیا کروں؟ حیدر نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔
 "اگر ان کے منہ میں موت بھی ہے تو حقیقت کے ہاتھ سے فرور مارے جائیں گے۔ مجھے حقیقتاً اپنے ماموں اور حقیقت سے"

بے اندازہ نفرت ہے، لیکن اسی حضور کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے؟
 "تھیں ان دونوں سے نفرت کیوں ہے؟
 "میں نہیں جانتی؟
 "اچھا... بیڑے کے بارے میں جانا اور یہ پرانی باؤلی کیا چیز ہوتی ہے؟"
 "ہاں یہ بات ہوتی؟ وہ اس کے چہرے کے قریب انگلی پٹھا کر رہی اور پھر لولا نے یہاں دھری رہ گئی اردو کی ساری قابلیت اب بلا ڈاؤنی آتا لیکن کے کھنوری میاں کو؟
 "تم ہی بتا دو۔ اسے میری منت ہم؟
 "پرانے زمانے میں بڑے بڑے کوئی ہونے والے جن کے اندر چاروں طرف پانی سے کچھ اوپر کرے اور والیں تو یہی جاتی تھیں جن میں گھوموں کی دوپٹوں کوڑی جاتی تھیں؟
 "اوہ۔ تو یہاں کوئی ایسی چیز موجود ہے؟
 "ہاں۔ آں۔ وہی پرانی باؤلی کہلاتی ہے، لیکن حیدر دواز سے اسے استعمال نہیں کیا گیا کیلئے ہی سے آئی ہے وہ تھی۔ اب وہاں کسی بیڑے کا بھوت بھی آسکتا ہے؟
 "وہ کب سے آئے؟"
 "خالی پچھلے تین سال سے؟"
 "کی عمل دالیں پر بھی اس نے کبھی حملہ کیا ہے؟"
 "نہیں تو؟"
 "پھر وہ اس بیڑے کا بھوت کیسے ہو سکتا ہے؟
 "میں نہیں جانتی۔ قطعے کے عام یہی کہتے ہیں کہ وہ بھوت ہے اور اصل دلے اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں تاکہ لوگوں کا خوف دور ہو سکے۔ ہمارے پاس یہاں نے کئی بار اس کا تعاقب کر کے اس پر گولیاں بھی چلائیں ہیں لیکن وہ اب بھی زندہ ہے؟"
 "میں اس کا دل لگتا؟"
 "اپنے چاروں طرف کے کھولنے سے؟"
 "اس کی ہنسی نہ ڈالو وہ بہت کونک پڑے؟"
 "اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ یہاں سے نکلتا نہیں ورتم خود ہی کسی حادثے کے ذمہ دار ہو گئے؟
 "نہیں نکلوں گا؟"
 "وہ ملی گئی اور حیدر نے پھر ٹرین پر لگا لگا، لیکن اس بار فریڈی سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔
 "آؤ سے کھٹے ٹھک حضور سے حضور سے وقفے وقفے وہ اسے کال کرتا رہا مگر ناکامی ہی ہوئی۔"

اور چونکہ اب آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا ہے
 "اس کی کیا شک ہے؟ ضیفم نے کہا۔ مجھے پھر تلے پن پر
 جرت ہوتی ہے۔ کونسی کچک پک ہیں پرس؟
 "لیکن تم بہت نالائق ہو یہ سردار خاں کی آواز تھی۔
 مجھے نہ مات ہے۔ زندگی میرے ہی کی ضیفم کی آواز آئی۔
 حمید بدستور انھیں بند کیے گہری گہری سانس لیتا رہا۔
 "اب ہمیں یہاں سے فوراً چل دینا چاہیے۔ صمدانی بولا۔
 "نہیں۔ لیکن پرس؟ ضیفم کی آواز تھی۔
 "ہمیں... انھیں مت چھوڑنا۔ بس روشنی بند کرنے کے چل نکلو۔
 خود ہی جاؤ گے اور پھر پھر دم میں چلے جائیں گے۔ سونے سے
 جگا جانا بالکل پسند نہیں کرتے، خواہ کہیں سونے ہوں؟
 پھر حمید نے سوچ آف ہونے کی آواز سنی اور آنکھوں میں
 شقیق ساتھ ساتھ کر کے دیکھا۔ کہہ کر ایک تھا۔ اس کے لہو کی آواز
 دستانی دی۔ حمید نے انھیں کھول دیں، لیکن اپنی جگہ سے جنبش
 بھی نہ کی۔

موجود ہیں؟
 "جسے بی کان۔ وہاں گولیاں بھی چل سکتی ہیں؟
 "ہتوئل اور کارٹوس فاش کرنے کے لیے نہیں لائی۔ چلو جلدی کرو۔
 میری اسپتھس کار باہر موجود ہے۔ وہ ماہ راستے سے گئے ہوں گے
 میں دوسری طرف سے چلوں گی؟
 "یہ ابھی اچھا ہوگا؟
 کچھ دور چل کر سپورٹ کار کچے راستے پر آ رہی تھی۔ دروازے
 خود ہی ڈرائیو کر دی تھی اور حمید سوچ رہا تھا۔ کاش وہ پرج اس
 کی بچاؤ کر لیں ہوتی... ڈرائیو ٹنگ کے معاملے میں بھی بڑی نڈر
 لڑا کرتی تھی۔
 "اب مجھے غصوں پر ہا ہے کہ ضیفم بڑا کینہ آدمی ہے اور ماہوں
 جان کر کیا کہوں لیکن یہ بڑی بات ہے کہ ضیفم نے بیڑیا پال رکھا
 ہے اور یہ مشہور کر لیا ہے کہ وہ اولاد جان طلے بیڑی کے کی مدد ہے
 "آؤ اس نے ایسا کیوں کیا؟
 "بچہ بچہ کی کوئی ہے کہ بڑا بڑا ہے؟ پتہ نہیں باڈی میں
 کیا ہے سے غور کر کے دیکھ لے وہاں ایک بیڑیا ضروری سمجھی گیا۔
 کیا میں گت کہہ رہا ہوں؟
 "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہاں ضرور کچھ ہے؟
 "اور وہ بڑا مہر دور میری شادی کرانے نہیں آیا۔ باڈی میں
 کچھ بات معلوم ہوتی ہے؟
 "شادی کی بات نہ کرو۔ دروازے غزائی۔
 "تو کئی کہیں؟"
 "بالکل خاموش بیٹھو؟
 "کیا تم آہ تک مجھ سے ناراض ہو؟
 "میں سادہ مردوں سے ناراض ہوں؟
 حمید بڑھ کر بولا۔ گاڑی کچھ دیر لہر لگتی تھی اور دروازے حمید
 سے اترنے کو کہا۔
 دیکھ اس کے لیے سے حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ اس کے
 اس طرح خاموش رہ جانے پر کسی قدر ناراض ہے۔
 "تم مجھے باڈی تک پہنچا کر واپس جاؤ گی؟ حمید نے اس سے کہا۔
 "بہتر تو یہی کہ باڈی نہ کرو۔ تمہیں وہاں قدم قدم میری رہنمائی
 کی ضرورت پڑے گی؟
 "تمہیں میرے سے کوف نہیں معلوم ہوگا؟
 "تمہاری موجودگی میں خوف نہ معلوم ہوگا۔ اچھا اب خاموشی
 سے چلو۔ دروازے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک سوٹ گھیسے ہوئے کپڑے
 باڈی کے قریب پہنچ کر وہ پھر سے کہے۔ یہاں ڈرائیو ٹنگ

یہ آدمی جھانپنے کے سلسلے میں چھلے ہوئے تھے اور باڈی میں بھی اٹھی کے
 درمیان کہیں پوشیدہ تھی۔ چاروں طرف ہوکا عالم تھا۔ جھنگروں کی
 چھائیں چھائیں کے علاوہ کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔
 دروازے سے باہر روشنی کی اور حمید کو اپنے پیچھے آنے کا
 اشارہ کرتی تھی جھانپنے میں گھس پڑی۔ کچھ دور چلنے کے بعد
 جھانپنے کے درمیان ہی انھیں ایک چھوٹی سی گاڑی دکھائی دی جو
 غالی تھی۔
 "یہ ضیفم کی گاڑی ہے؟ دروازے آہستہ سے کہا۔
 "ہاں گولی۔ تم آگے چلتی ہو یہ حمید شانوں کو جنبش سے کر بولا۔
 "کچھ دور چل کر چانگ وہ چرک تھی اور مڑ کر حمید سے بولی۔
 "بیڑیا؟
 "کہاں؟
 "مڑ چکا؟
 حمید نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ بیڑی کی کھر پڑی میں بڑا سا
 سوراخ تھا اور اس کی ایک ٹانگ بھی چھوٹ کھائی ہوئی تھی۔
 "ادھر۔ اسے مارا گئے۔ میری گت کے چھڑے اس کے
 پاؤں میں لگے ہوں گے، لیکن یہ بڑی گولی؟"
 "ہو سکتا ہے ضیفم ہی نے اسے تھم کر دیا ہو۔ ایک اجنبی بھی
 تو ساتھ ہے اس کے ہر سکتا ہے۔ اس نے لڑھے سے صمدانی پر حملہ کیا ہو؟
 "اسے بڑھا صمدانی نہ کہو، جو ان صمدانی کو بہت تاکر ہے؟
 "ہو نہ ہو۔ چلو آگے بڑھو۔ اب تمہیں آگے چلنا چاہیے۔ میں پیچھے
 سے روشنی کھانڈوں گی؟
 "فرانس میں تمہیں آگے چلتی ہیں۔ مجھ سے یہ سہ ادنی نہیں
 ہو سکتی؟
 "ہائیں نہ ناؤ... چلو۔ وہ پیچھے ہٹ کر اسے آگے دھکیلتی ہوئی
 بولی۔ حمید بڑھ کر بیڑی پر چلنے لگا۔ اس کی بیڑی دو قش سے زیادہ نہیں
 تھی اور دونوں جانب ان کے سروں سے ادنی جھانپاں تھیں۔
 دفعتاً حمید نے جب سے وہ اسپر ٹنگ نکالے تھیں جنہیں جنہوں
 میں زٹ کر لینے سے وہاں کی بناٹ میں تبدیلی برپا تھی۔
 باڈی کے قریب پہنچ کر دروازے نے ہوشیار بنے ہوئے۔ وہ
 بہت بڑے ٹنگ کو انہوں تھا۔ جس کی بجائے کی اونچائی کم از کم تین
 فٹ ضروری ہوگی۔ چار سپرھیاں طے کر کے وہ اسپر پیچھے اٹھی
 سپرھیاں کی سپرھیاں میں نیچے جانے والے زمین سے تھے۔
 شاید اسی دوران میں دروازے کی نظر حمید کے چہرے پر پڑ
 گئی تھی۔ ادھر۔ دیکھا؟ وہ ہو چکا بڑی۔
 کہا ہوا؟

ہتوئل کی شکل؟
 "نہو کرو۔ میں نہیں جانتا کہ صمدانی مجھے بچان کے ظاہر
 ہے کہ وہ مجھے اس ہم پر ساتھ نہیں لے سکتا تھا اسی لیے اس نے
 کافی میں بے ہوشی کا کیس لے ڈالا تھا۔ اس ہتوئل کی ہدایت تھی کہ صمدانی
 کی مرضی پر چلے جو کچھ کہے وہی کروں؟
 "آخر تم میں کتنے کالات ہیں۔ اس طرح مسلسل ادھر ہی ہوتی
 اور ہٹانے لگا کر گھس کر کتنے رہنا آسان کام تو نہیں ہے اور یہ
 تاک بھی تو ادھر ہی تھا؟ یہ؟ دروازے اس کی تاک کی طرف ہاتھ
 بڑھایا ہی تھا کہ وہ پیچھے ہٹ کر بولا۔ "ابھی نہیں... بعد میں؟
 "غیر اب میں ناہرچ نہیں روکھن کر دوں گا۔ دوار کے پہلے
 آہستہ آہستہ پیچھے اترے رہے۔ نرنوں کے دونوں جانب چھوٹے
 چھوٹے درجوں کے سلسلے نیچے تک چلے گئے تھے۔ ان سے ہوشیار
 رہنے کے لیے خاص طور پر دروازے نہایت تھی۔ کچھ ہی نیچے
 طے کیے تھے کہ ادنی جانب والے ایک در چھکے میں روشنی دکھائی
 دی اور دروازے سے حمید کا شانہ باہر نکالنے کا اشارہ کیا۔ یہی
 نہایت پر وہ کھڑے ہوئے تھے۔ دیکھا اس سے قریباً دو ڈھائی ست
 اور تھا تھا اور کسے میں پیچھے کا راستہ بھی ہی تھا۔ حمید آہستہ آہستہ
 کھسکا ہوا۔ وہ پیچھے کے ایک پہلو سے جاگتا۔ خود اس کے پس منظر میں
 تاریکی تھی اور کسے کی روشنی آتی تھی خود تھی کہ اندر سے اس کے دلچ
 لیے جانے کا امکان نہیں تھا۔
 اس نے ان تینوں کو دیکھا تھا ایک مہم ہتی کی روشنی میں
 بڑے غور سے سامنے والی دوار کا جائزہ لے رہے تھے۔
 دروازے اس کی پشت پر لہی ہوئی کر کے میں جھانک رہی تھی۔
 "کیا مصیبت ہے؟ دفعتاً صمدانی کی آواز آئی۔ "ابھی تک
 ہم بیڑیا ہی نہیں ٹانگ کر کے؟
 حمید نے غور سے دیکھا اور سڑم ہوا کہ وہ دوار پر بٹے ہوئے
 ایک بیڑی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یہ فرس سے دو قش کی اونچائی
 تک دوار پر چاروں طرف بنا ہوا تھا۔ مختلف جانوروں کی تصویریں
 اس طرح ترتیب دی گئی تھیں کہ کل روٹے سے معلوم ہوتے تھے۔
 "ادھر۔ یہ رہا۔ چہرے دیکھ کر لہو سے بیڑی میں اس پھر بیڑی
 کے علاوہ کوئی دور اسپر یا موجود نہیں ہے صمدانی نے ان دونوں
 کو مخاطب کر کے کہا اور وہ دونوں باپ بیٹے ایک باہر چھوڑا ان طرف
 گھوم کر اس کے بیان کی تصدیق کرتے۔
 "کوئی دوسرا نہیں ہے؟ سردار کا ہرے بیڑی ہوئی آواز
 میں کہا۔
 "اچھا تو پھر کام شروع کرو؟ صمدانی نے ضیفم کے شانہ پر

باتھ رکھ کر تھپے ہمارے کہا۔
 تمہیکہ قطعاً آپ ہی نہیں رہی تھی کہ لڑنے کے اندر کیا ہو رہا
 ہے۔ میں وہ ایک غیر جانبدار قاضی کی طرح سب کو دیکھنے لگا تھا۔
 ضمیمہ نے برہمی قبیلے سے لکھنؤ اور نکلے اور پھر شہر کے
 تعمیر پر پورے بلا سڑا دینا شروع کر دیا۔ دنیا کی دیر میں اس نے
 دیواروں کی بنیاد رکھا تاکہ آباد کیا۔
 وقتاً ممدانی ہاتھ اٹھا کر بولا: شہر ماؤں اور قاضی کے
 ہاتھ سے مرہم بنی کہ لڑنے کے قریب لایا۔ اس کے بعد اس
 نے داہنا ہاتھ لڑنے میں ڈالا تھا اور ایک منہ پٹی نکال لی تھی۔
 "ادھر۔ ادھر۔ دو فوں کی زبان سے نیک وقت نکلا۔
 "اسے کھریے۔ اسے کھریے۔ ضمیمہ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔
 "نہیں۔ ممدانی کا لہجہ بے حد سخت تھا۔ اب تم دونوں کو
 اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔
 "یہ۔ یہ۔۔۔ تو زیادتی ہے۔۔۔ ممدانی بھائی نے تباہ لگایا۔
 "جی ہاں۔۔۔ جناب۔ ضمیمہ کو اپنی ہوتی آواز میں بولا۔
 ضمیمہ اسی وقت جھٹ کی تاریکی سے ایک سیاہ فام
 آدمی ممدانی پر آگرم اور اس کے ہاتھ سے منہ پٹی چیتا ہوا دور
 جا کھلا ہوا۔
 حمید نے طویل سانس لی۔ یہ چوتھا آدمی سر تا پایا سیاہ پرش تھا۔
 جس کا حال کی طرح پورے جسم پر منہ ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی
 جگہ دو سرخ تھیں اور جھلکارا نکھیں ان سے صاف نظر آ رہی تھیں۔
 وہ منہ پٹی زمین پر خال دو۔ ممدانی نے گرج کر کہا۔
 وہ کیسا صحت کر۔۔۔ در نہندان آؤ دوں گا؟ سیاہ پرش
 بولا۔ حمید کی جان میں مزید جان آئی۔ آواز فریدی ہی کی تھی۔
 ممدانی نے تان کر دیا۔
 میں؟ سیاہ پرش نے تہہ لگایا۔ اس کے بعد ممدانی نے
 قبیلے پانچ کاٹوس میں غالی کر دیے تھے، لیکن سیاہ پرش اب بھی
 اس طرح کھڑا صحت سے نہیں رہا تھا؟
 چنانچہ تباہ اور شہر تہہ صحت جوتہ جھپٹے ہوئے اس در پیکے
 کی طرف جھاگے جس کی دوسری طرف حمید اور وہ لڑنے تھے۔
 حمید نے کتے مار کر ان دونوں کو پھر کر کے وسط میں
 پہنچا دیا۔ اور ممدانی سیاہ پرش سے لپٹ پڑا تھا۔ منہ پٹی اس کے
 ہاتھ سے گر گئی تھی، لیکن ان دونوں میں آغوش برزت نہیں تھی کہ اسے
 اٹھا لیتے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے پیٹے ہوئے بری طرح کانپ
 رہے تھے، انسان کی خون ریز نہیں کرے میں گوج رہی تھیں۔
 حمید جی کرے میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ انہیں اس کی کھڑکام لی۔

یہ کیا کر رہی ہو؟ حمید جھٹا کر بولا۔
 "میں نہیں انداز نہیں ہونے دوں گی۔ تم نے دیکھا نہیں کہ
 چھ گولیاں لگانے کے بعد بھی وہ صحتی سے چٹا ہوا ہے؟
 "میرا۔۔۔ جانی ہے۔ مجھے جانتے دو؟ حمید نے کہا اور تانک
 سے اس پر نگ نکال کر قریب میں ڈال دیے۔
 اس کے بعد وہ مدعا سمیت کرے میں کو دیا تھا۔ وہ اسے
 بڑا بھلا ہی کہتی رہتی تھی۔
 "پریش؟" ممدانی پر مسرت لہجے میں پوچھا: میری یاد کرو؟
 "میں مجھ سے قبل نہیں کرنا؟ حمید نے پھر پرانی سے کہا
 اور منہ پٹی فرسش سے اٹھالی۔
 "اچھا۔ اسے کہہ میں سے چلے جاؤ؟
 "نہیں تمہاری کشتی میں سزا آ رہی ہے۔ میں یہیں رک کر تمنا
 دیکھا چاہتا ہوں؟
 "مدعا دونوں کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔
 "مجھو۔۔۔ جاگو۔۔۔ جیتی۔۔۔ صحت؟ تباہ کرنا پتا ہوا پتہ پتہ پرش
 جاگو۔۔۔ تم۔۔۔ مجھے بھی نکال لے جاؤ؟
 "صحت ہی معلوم ہوتا ہے؟" ممدانی سیاہ پرش سے گفتا ہوا
 بڑبڑایا پتہ کر رہا۔
 اور پھر اس پتہ کے جوتہ نے ممدانی کو مرے اور پتا اٹھا کر
 فرسش پر نکل دیا۔
 ممدانی کی بیخ بڑی کر تانگ تھی۔ اس نے بعد وہ نہیں اٹھ
 سکا تھا۔
 "یاد م صحت کی یاد گیا؟" حمید نے سیاہ پرش سے پوچھا۔
 "پتہ نہیں۔ خود دیکھ لو؟" اس نے جواب میں کہا اور حمید کے
 ہاتھ سے منہ پٹی چھین کر وہ پیکے سے باہر پھلانگ نکلا دی عجیب سا
 سا نا کر کے کئی خلیہ رستہ تھا۔
 صحت کی دعا لگی کے بعد ہی دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے
 سے الگ جھٹے تھے اور خاموش کھڑے گہری گہری سانسیں لے
 رہے تھے۔
 حمید ممدانی پر پھینکا ہوا تھا۔ وہ بے ہوش تھا۔ شاید اپنے بازو
 کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی کیونکہ وہ داہنا ہاتھ تیری سے متروم ہوتا جا رہا تھا۔
 جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو تباہ نے پوچھا: لگ کیا کر گئے
 "ممدانی جانی؟"
 "بے ہوش ہو گیا ہے۔ بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے؟"
 "یہیں یہاں سے نکال لے چلیے پرش۔ جتنی جلدی ممکن ہو
 بڑی لیا جت سے کہا۔

ہماچک ضمیمہ چونک کر بلا۔۔۔ ہم۔۔۔ میرا بھریا؟
 "تباہ بھریا۔ تم نے اسے گولی مار دی تھی؟
 "نہیں۔۔۔ ضمیمہ لکھلا کر بولا۔
 "ہم نے راستے میں اس کی لاش دیکھی تھی؟ مدعا نے سخت
 لہجے میں کہا: مجھے نفرت ہو گئی ہے تم سے؟
 "ہم دونوں کو مصافحہ کر دینی؟ تباہ نے ہاتھ جوڑ دیے۔
 "مجھے بتائیے۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟
 "یہ ہماری کشتی کی کمانی ہے جی؟ لگھ چلڑیوں سب کچھ بتاؤ؟
 "اسے میں نہیں سمجھتا۔ میرا بھریا۔۔۔ میرا بھریا۔۔۔ چیتا ہوا پرش کے
 کی طرف پھینکا اور باہر کو گیا۔
 "اور جہنم میں جانے پھریا؟" تباہ بڑبڑایا پرش نے مدعا کے
 لیے یہاں سے چلے۔ وہ منہ پٹی تباہ سے لپٹ کر نکل گئی تھی؟
 "کیا مطلب؟ مدعا چونک کر چلی۔
 "تباہ چلے۔ وہیں سب بتاؤں گا؟
 "اسے میں کئی لوگ دور پیکے سے اندھ کر گئے۔ ان کے جسموں
 پر سیاہی پڑی تھی کہ وہ میدان تھیں۔
 "ادھر۔۔۔ ولی خان؟" تباہ ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔
 "میں خان کے حکم سے آپ کو گرفتار کرتا ہوں؟" اس نے
 ہتھیاروں نکالنے سے کہا۔
 "نکل۔۔۔ کیوں۔۔۔" "خ۔۔۔ خان تو لیل ہی نہیں کہتے؟
 "نہیں اور وہ اس وقت کو تو لیل میں تشریف لگتے ہیں اور
 سردار ضمیمہ کو درخواست کر کے مجھے لڑیں گا سردار بنا گیا ہے؟
 "اللہ رحم۔ تباہ نے کہا اور پیکر کر بڑا۔ وہ بے ہوش ہو
 چکا تھا۔ پانچوں نے تباہ اور ممدانی کو اٹھایا۔
 "تشریف لے چلیے آپ بھی؟" ولی خان نے حمید اور مدعا
 سے منو باد کہا۔
 دونوں خاموشی سے باہر آئے۔ کنویں کی جگت پر پہنچے ہی
 تھے کہ انھوں نے ایک فائر کی آواز سنی۔ حمید اور ولی خان آواز
 کی طرف پھٹے تھے اور مدعا جوتہ اس جگہ پر پہنچے جہاں پھر پہنچے
 کی لاش دیکھی ترسٹاٹے میں آگئے۔ میرا جیچے کے قریب ہی ضمیمہ
 خون میں نہایا ہوا زاپ رہا تھا۔
 "خوش ہو جناب؟" ولی خان مارچ کی مدھی میں اس پر پھینکا
 ہوا بولا: "وہ لڑا اور اس کے ہاتھ میں موجود ہے۔" وہ اپنی پھٹی پر نکل گیا
 تھا۔ خالوں پر اٹھ رہے؟
 عمل پہنچ کر قید پانے کو لے میں تہہ لگ گیا تھا۔ مدعا پہلی
 بار سے اپنے تباہی پر شاہنہ موموں ہوا فریدی اس سے کہہ رہا

میرا نے لہجہ میں پشیمتر لوگوں کو یہ کہنے سا کہ پتہ
 ہاتھ کا میل اور صورت پانچ کی جوتی ہے۔ تباہ صحت کی ہلت
 یہ ہے کہ میں نے یہاں لوگوں کی کثیر تعداد کو اس جوتی اور
 میل کے لئے ڈیل و خولہ جوتے دیکھا ہے۔ یہ میل تو کچھ
 لوگوں کے ہاتھ آچکا ہے۔ بیستر اس کے لئے ہاتھ ملتے رہ جاتے
 ہیں۔ لہت شادی کی بدولت جوتی سب کا منہ ہستی ہے بلکہ
 کتور ایک تو جوتی کے جہانے جوتیوں کی خواہش کرتے ہیں
 اور یہ تباہ اس وقت۔ پتہ ہی ہوتا ہے جب وہ مزید شادیاں
 کرتے ہیں
 عطا الحق قاسم کی کتب "ختم مکر" سے اقتباس
 محمد ابراہیم علی نیکو کہانی

 تھا کہ وہ بہت احتیاط سے اس جگہ پہنچ جانے جہاں اس نے پھر پہنچ
 پر ناز کیا تھا۔ احتیاط کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ چھپ کر غسل
 سے نکلے۔ حمید نے اس سے کی لاش آف کر دی اور صحت کیس
 اٹھا کر باہر نکل آیا۔ سیاہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ترسٹاٹے سے گزرا
 ہو۔ اس وہ انداز سے سے جلا جا رہا تھا مدعا اس انداز سے میں۔ پتہ
 چلانا پھر مشکل تھا کہ اس نے کس جگہ سے چلنے پر ناز کیا تھا۔
 "ہماچک کسی گاڑی سے میرا نہیں کی روشنی کی زد میں آ گیا،
 گاڑی اس کی طرف آ رہی تھی کچھ خاصے پر وہ لگ گیا اور اٹھ کر کیننگ
 لائٹ کے ذریعہ اشارہ ملنے لگا کہ "ادھر آ جاؤ؟"
 ایسے حالات میں یہ فریدی کا مخصوص انداز تھا۔ حمید گاڑی
 کی طرف چھٹا اور اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر فریدی کے بار پٹھ
 گیا۔ ممدانی پچھلی سیٹ پر بڑا گرا رہا تھا۔ ہماچک اس سے کہنا
 شروع کیا: "میری نیت پتہ تھی۔ میں اظہار اللہ کی امانت ان کے
 پیشے تک پہنچا دیتا؟"
 فریدی کچھ ذرا لگا کاتری سے آگے بڑھ گئی اس کے لپٹ
 پر چھوٹی سی جھنڈی لہرا رہی تھی۔ غالباً وہ اسی جھنڈی کا پتہ تھا کہ
 تلو کے پھاٹک کے پھوڑا دونوں نے انہیں اس عظیم دی تھی لگاڑی
 پھاٹک سے نکلتی چلی گئی تھی۔
 صبح تک وہ شہر پہنچ سکے تھے۔ اس بار سفر کا یہی سے
 ہوا تھا اور فریدی ایک پورے لڑکے آئیر کے پیک اپ میں تھا۔
 حمید کا خیال تھا کہ وہ خان نظر اب سے اسی ایک اپ میں چلا چکا۔
 تب ہی تو ممدانی کو ان لوگوں کی حواست سے نکال پایا۔

اپنی کوٹلی کے قریب گاڑی روک کر فریدی نے عید سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے اپنا پارٹ خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اب جاؤ آرام کرو۔
وہ اسے گاڑی سے اتار کر صمدانی سمیت کہیں اور چلا گیا تھا۔ حمید کی دو درائیں بر باد ہوئی تھیں۔ لہذا لباس تبدیل کرنے پر مجبور ہو کر گھر آ کر شام بھی کی خبر لی۔

چھرہ مارا تو ایک ملازم چوٹا سا اندر نکلا اور دیکھا کہ زور چکر چو گیا۔ دائرہ دیکھا کہ فریدی کا تھا جس میں بسا اوقات وہ حمید کے لیے ہدایات دیکھا کرتا تھا۔ حمید نے اس کا سوچا کہ ان کو دیا۔ فریدی کی آواز آئی۔

حمید میں دو دن کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ دو دن تمہارے لیے عید صبر آزما ہوں گے۔ اس لیے صمدانی ملے کیس کی مختصر رپورٹ چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ سپرنٹنڈنٹ کے دوست اقتدار الدولہ کا ایک بچی معاط تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اقتدار الدولہ کا لوکا افتخار پانچ سال کی عمر سے پیرس میں مقیم ہے اور اس وقت سے آج تک یہاں نہیں آیا۔ اس قائدان کی کمی ہی جو تم نے صمدانی سے سنی ہے۔ حرف بہ حرف درست تھی۔ خان دوران اور اقتدار کے باپ اقتدار الدولہ جڑواں بھائی تھے اور ان کے مصاصین میں سردار طاہر اور صمدانی کے باپ قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔۔۔
اقتدار الدولہ کے باپ نے مرتے وقت ان دونوں کو بجا کر وراثت پر مشتمل ایک خزانے کا امین بنایا۔ وہ ان جو اسرات کو اقتدار الدولہ کے لیے مخصوص رکھنا چاہتے تھے کہ کوئی ان کی جائداد میں سے اقتدار الدولہ کو کچھ بھی دے گا۔ اس جائداد کا بٹوارہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ موجود میں سب سے بڑے بیٹے کی تحویل میں رہی تھی اور وہی خاندان کے بقید افراد کی کفالت کرتا تھا۔ بہر حال اس خزانے کا نصف نقشہ طاہر کے باپ کے سپرد کیا گیا اور آدھا نقشہ صمدانی کے باپ کو دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اگر اقتدار الدولہ اسے قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا تو وہ ان کے بعد ان کی اولاد کے سپرد کر دیا جائے لیکن وہ دو دل تھا۔ لیکن بے ایمانی پر اتر آئے۔ اور اقتدار الدولہ کے والد کے انتقال کے بعد وہ آدھے نقشے کے لیے ایک دوسرے سے نیرو آنا ہو گئے لیکن ان میں سے کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ صمدانی کا باپ مرتے وقت آدھا نقشہ اپنے بیٹے کے سپرد کرتے ہوئے وصیت کی کہ وہ صمدانی سے دوسرا نصف حاصل کرے کہ پورا نقشہ اقتدار الدولہ تک پہنچا ہے لیکن طاہر کی نیت بھی بدلی تھی اب طاہر اور صمدانی میں ٹھن گئی۔ ادھر طاہر جو خان ظفریاب کا سالاجی تھا اس کو شش میں لگ گیا کہ درعا کی شادی اقتدار الدولہ کے بیٹے کی جگہ اس کے بیٹے قینم سے ہو۔

آخر اس نے خان ظفریاب کو قید کر کے یہ بات مشہور کرادی کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ گھر والوں تک کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ ادھر قینم نے بائلی میں ایک بیڑا پالا لیکر نیکو ان کے پاس والے آدھے نقشے سے یہ ترشح ہوتا تھا کہ جو کچھ بھی ہے باؤلی ہی میں ہے۔ یہ بیڑا یا اس لیے پالا گیا تھا کہ صمدانی اور اس کے حواری ان کی غیر موجودگی میں داخل نہ ہو سکیں۔ ادھر طاہر کے باپ کا بیٹا غلام ملے ہی اقتدار الدولہ نے صمدانی سے آدھے نقشے کا مطالبہ کیا۔ صمدانی نے اس سے لاطمی ظاہر کی۔ بھریات اتنی بڑھی کہ وہ اقتدار الدولہ کی ملازمت چھوڑ کر چلا گیا۔ ابھی حال ہی میں جب یہ بات میرے علم میں آئی تو میں نے سپرنٹنڈنٹ کو بھی مشورہ دیا جس پر تم عمل کر چکے ہو۔ اقتدار الدولہ نے صمدانی سے استعفا کی کہ وہ ان کے بیٹے کے لیے وہی ردائیں فریضہ ادا کرے جو خود ان کے لیے ان کے باپ نے ادا کیا تھا۔ صمدانی کو مذرا ملتی مراد ملی۔ اس طرح وہ خان دوران کے قتلے میں بہ آسانی داخل ہو سکتا لیکن اگر اسے اس کا علم ہوتا کہ طاہر اپنی طرح قتلے پر تسلط حاصل کیا ہے تو شاید وہ ادھر کارن بھی نہ کرتا۔ میں خود بھی یہی سمجھتا تھا کہ خان ظفریاب بہت زیادہ بیمار ہیں اگرچہ اس طرح وہاں نہ پہنچتے تو ان کی رہائی بھی ناممکن ہوتی اور وہ موقع پا کر انھیں اس طرح ختم کر دیتے کہ طویل علالت کے بعد قدرتی موت کا گمان ہوتا۔ انھیں ان حالات سے اس لیے لاعلم رکھا گیا تھا کہ مختلف مواقع پر بخدادی حیرت صداقت پہنچتی ہو۔ ایک ٹک نہ معلوم ہو۔

صمدانی یہی چالاک ہے۔

تقریباً ختم ہو گئی اور عید سے دیکھا کہ آف کر کے سر کھینا نا شروع کر دیا۔ طرح طرح کے مزاجین رہے تھے لیکن بے لیلی خان۔ اس نے غنڈھی سانس لی اور اٹھ کر ہاتھ روہم کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کیس کے دوران وہ بھی تو کرتا رہا تھا۔

